وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ
(القرآن)
سلسلہ علوم حدیثیہ
علم مناهج الأئمة
علم المصطلح
علم الجرح والتعديل
علم العلل
علم التخريج ودراسة الأسانيد
علم مناهج الأئمة
٥
اعداد وترتیب
مولانا ڈاکٹر محمد عمران
شیخ زاید مرکز اسلامی - جامعہ پشاور

وأنزلنا إليك الذكر لتبين للناس ما نزل إليهم ولعلهم يتفكرون
(القرآن)

- علم الجرح والتعدیل
- علم العلل
- علم التخریج ودراسۃ الاسانید
- علم مناہج الائمہ

اعداد و ترتیب

مولانا ڈاکٹر محمد عمران

شیخ زاید مرکز اسلامی - جامعہ پشاور

مؤلف : مولانا ڈاکٹر محمد عمران

طبع : اول

سن طباعت : فروری 2021ء / رجب المرجب 1442ھ

پرنٹنگ : الفلاح پرنٹرز ندیم ٹریڈ سنٹر اردو بازار پشاور

ناشر : شیخ زاید مرکز اسلامی - جامعہ پشاور
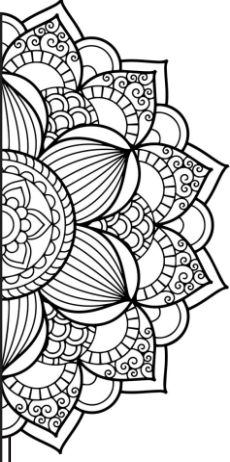
بسم الله الرحمن الرحيم

# مقدمة

تعارف موضـوع

أهميت موضوع

نشأة موضـــوع
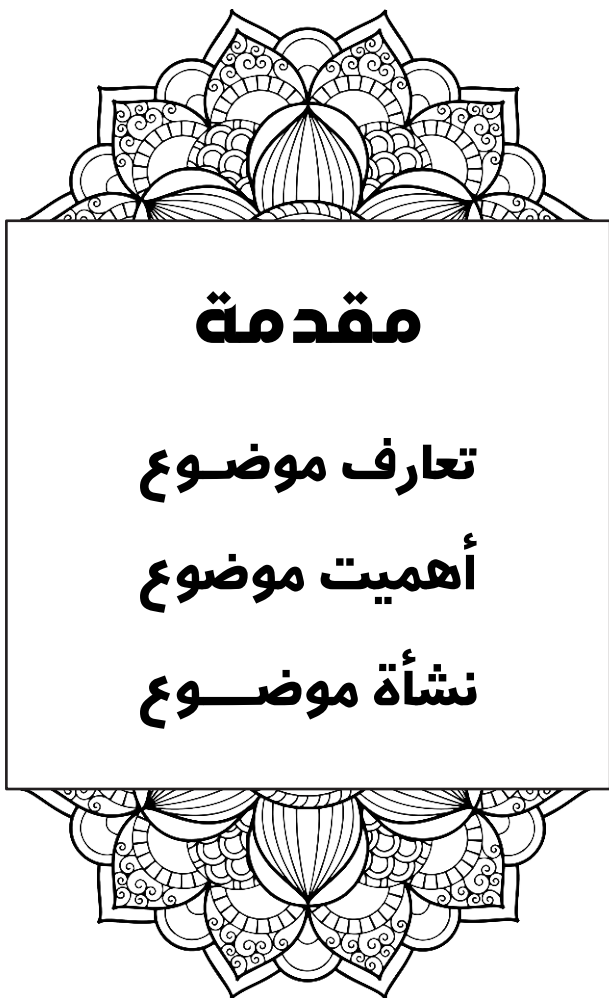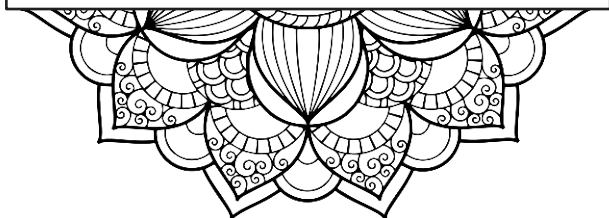
### مقدمہ:

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من بعثه الله رحمة للعالمين وعلى آله وأصحابه الغر الميامين. وحمداً وشكراً لله على أن من علينا بقرب ووفرة هؤلاء، أساتذة العلم وطلابه، ولولا نعمة الله علينا لأنفقنا النفس والنفيس للجلوس معهم والإستماع إليهم، والتعلم على أيديهم، فجزاهم الله خيراً.

### تعارف موضوع:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب نبی کریم ﷺ کو بحیثیت آخری پیغمبر اس اُمّت کی طرف مبعوث فرمایا تو ان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے قرآن وسنت کا نزول بھی فرمایا، اس بات سے انکار بالکل بھی ممکن نہیں کہ کتاب اللہ کی تشریح وتوضیح کے لئے سنت نبوی کی طرف مراجعت از بس ضروری ہے، کیونکہ وہی قرآن کے مجمل کو بیان کرنے والی اور اس کے مضامین کی تشریح کرتی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں کئی ایسے امور ذکر کئے گئے ہیں جن کی تفصیل سنت نبویہ میں بیان ہوئی ہے، جیساکہ نماز، زکاۃ، حج اور روزوں کا بیان، اور اسی طرح حدود اللہ کا بیان جو کہ قرآن کریم میں مجمل بیان ہوئے ہیں جب کہ احادیث نبویہ میں ایسے امور کی وضاحت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ احادیث نبویہ سے لاتعلقی برتتے ہوئے قرآنی احکام پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

سنت کی اس اہمیت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بخوبی جانتے تھے، یہی وجہ تھی کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کو انتہائی شدومد اور احتیاط کے ساتھ حاصل کرتے اور آگے پہنچاتے تھے، ان کی احتیاط کی اساس نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ "إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلَى أَحَدٍ، مَنْ

كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ "[1]تھی اس وعید سے بچنے کی خاطر وہ کامل احتیاط اور اہتمام کے ساتھ احادیث نبویہ کو یاد رکھنے کا فریضہ سرانجام دیتے، بعض تو ان میں سے ایسے تھے کہ جو مستقل نبی کریم ﷺ کی صحبت میں حاضر رہتے تھے اور پل بھر کو بھی جدا نہ ہوتے تھے، بلکہ اس کے مقابلے میں اپنے اہل وعیال کو انہوں نے چھوڑ دیا تھا، جیسا کہ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کے بارے میں معروف ہے کہ وہ ہردم وہر لحظہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں موجود رہتے۔

جب کہ بعض دیگر ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے جو کہ دنیاوی امور کی بناء پر کبھی کبھار نبی کریم ﷺ کی مجلس سے غیر حاضر رہتے، تاہم اس صورت میں بھی انہیں گوارا نہیں تھا کہ تعلیمات نبوی سے کچھ حصہ فوت ہو جائے، اس بناء پر انہوں نے آپس میں نوبت اور باریوں پر اتفاق کر رکھا تھا تاکہ ایک دن ایک ساتھی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر رہ کر ان کے فرمودات سے مستفید ہوتا رہے اور دوسرے دن دوسرا ساتھی دربار نبی میں حاضر رہ کر تعلیمات نبویہ سے بہرہ مند رہے اور اپنے اپنے ساتھی کو فوت شدہ تعلیمات نبویہ سے آگاہ بھی کرتا رہے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے انصاری دوست کا قصہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس صورت میں صحابہ کرام کی غالب اکثریت حفظ وضبط پر اعتماد کرتی تھی، جس کے نتیجے میں وہ احادیث نبویہ کو قرآنی آیات کی طرح یاد کرتے تھے، چونکہ وہ کتابت وغیرہ سے زیادہ آشنا نہیں تھے اس وجہ سے ان کا تمام اعتماد حافظہ پر ہوتا تھا، تاہم بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان میں سے ایسے بھی تھے جو کہ احادیث کو لکھنے کا بھی اہتمام کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے بارے میں مشہور ہے، اور اسی طرح دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی منہج تھا، اُن کے کئی صحیفوں کا ذکر کتبِ حدیثیہ میں موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ہی زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث کو مصاحف کی شکل میں مدون کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں بھی یہی صورتحال جاری وساری رہی، یہاں

[1] صحيح البخاري كتاب الجنائز باب ما يكره من النياحة على الميت 2/ 80.

تک کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے احادیث کو مستقل الگ صورت میں مدون کرنے کا سوچا تاہم اپنی اس فکر کو وہ عملی جامہ نہ پہنا سکے، غالبًا انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ لوگ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف زیادہ متوجہ ہو جائیں گے اور قرآن کریم کو یونہی چھوڑ دیا جائے گا، جب کہ قرآن کریم بھی ابھی تک مکمل طور سے الگ مستقل شکل میں جمع نہیں کیا گیا تھا جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا۔

جب عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس بات کو محسوس کیا کہ احایث نبویہ اس کے محفوظ کرنے کے والوں کی وفات کی بناء پر ضائع ہونا شروع ہو گئی ہیں، ان وجوہات کی بناء پر انہوں نے عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں فرمان لکھوا کر بھجوایا تاکہ احادیث نبویہ جہاں جس حیثیت میں لوگوں کے پاس موجود ہیں انہیں باقاعدہ مدون کر دیا جائے اور ان احادیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و آثار بھی جمع کئے جائیں، اس حکم کے سلسلے میں امام محمد بن مسلم ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر تابعین کرام نے احادیث کی تدوین کا بیڑا اٹھایا، تاہم انہوں نے احادیث کی جو تدوین فرمائی وہ کسی مستقل موضوع اور ترتیب کے تحت نہیں تھی بلکہ مختلف موضوعات سے متعلق احادیث کو اکٹھا جمع کر دیا گیا، اس صورت میں طہارت کی حدیث کے ساتھ نکاح کی حدیث پائی جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی تفسیر سے متعلق حدیث پائی جاتی۔ اسی طرح ان احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم بھی موجود ہوتے۔

اس کے بعد صغار تابعین کا دور شروع ہوا جس میں احادیث کی تدوین نے ایک الگ شکل اختیار کی، جس کے تحت ان علماء و محدثین نے الگ الگ مستقل موضوعات کے تحت احادیث کو مدون کرنے کا سلسلہ شروع کیا، جن میں ابن جریج رحمہ اللہ، محمد بن إسحاق رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، حماد بن سلمہ رحمہ اللہ، سعید بن أبي عروبہ رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور معمر بن راشد رحمہ اللہ شامل تھے۔ تاہم یہ تصانیف موضوعات سے متعلق احادیث پر مشتمل ہونے کے باوجود صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال کو بھی احاطہ کئے ہوئے تھیں، جب کہ احادیث مرفوعہ بھی ان تصانیف میں اساسی حیثیت سے موجود تھیں، جیسا کہ ان

ائمہ کی کتب کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے۔

اس کے بعد دوسری صدی ہجری کی ابتداء سے علماء و محدثین نے احادیث مبارکہ سے اقوال صحابہ کو الگ کر کے ترتیب دینا شروع کیا اور تصانیف مرتب کرنا شروع کیں، اس سلسلے میں ان ائمہ نے اُن احادیث کو ایک ہی جگہ پر جمع کرنا شروع کر دیا جو کہ کسی ایک صحابی سے منقول ہوتیں، تاہم کسی ایک صحابی کی روایات کو ایک جگہ جمع کرنے میں بھی ترتیب کا خیال نہ رکھا جاتا، بلکہ صرف اس بات کا لحاظ رکھا جاتا تاکہ ایک ہی جگہ پر ایک ہی صحابی کی تمام روایات جمع کر دی جائیں، اس ترتیب کے تحت مسانید وجود میں آئیں۔ تاہم ان جیسی تصانیف میں طلباء علم کے لئے احادیث کو تلاش کرنا مشکل ہوتا تھا، جس کے بعد محدثین نے احادیث مرفوعہ کو جمع کرنے کا الگ طریقہ اختیار کیا، اور اس سلسلے میں فقہی موضوعات کی ترتیب سے احادیث کو جمع کرنا شروع کر دیا گیا۔

اس ترتیب کے ساتھ محدثین نے ابتداءِ عہد میں احادیث کی تصنیف و تدوین کا کام شروع کیا اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تنوع آتا گیا، اور مختلف موضوعات و مصطلحات کے تحت مستقل تصانیف کا سلسلہ جاری رہا، جس میں ہر مصنف و محدث نے اپنا الگ مستقل منہج و اسلوب اختیار کرتے ہوئے احادیث جمع کیں، جن کی تفصیل اور وضاحت تمہید کے تحت ذکر کی جائے گی۔

## أہمیت موضوع :

اس صورت میں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی کہ ان کتب حدیثیہ کے مصنفین کے مناہج و اسالیب سے مطلع ہوا جائے تاکہ کتبِ حدیثیہ سے استفادہ آسان و سہل بنایا جا سکے، جسے عموماً "مناہج محدثین" کی اصطلاح سے تعبیر کیا جاتا ہے، مناہج محدثین سے مراد وہ طرق و اسالیب ہیں جو کہ محدثین نے اپنی اپنی کتب و تصانیف میں احایث کی تدوین کے سلسلے میں اختیار کئے ہوتے ہیں، اور یہ ان شرائط سے عبارت ہوتے ہیں جو کہ محدثین تدوینِ حدیث کے سلسلے میں سامنے رکھتے ہوئے اُن کے مطابق احادیث کو اپنے دواوین میں ترتیب دیتے ہیں، اور انہی تمام اسالیب و شرائط کو ہی مد نظر

رکھتے ہوئے احادیث کی مختلف اعتبارات کے مطابق تقسیم کی جاتی ہے، جیسا کہ احادیث کی قبول ورد کے اعتبار سے تقسیم وغیرہ، چنانچہ یہ تمام امور یعنی محدثین کا اپنی کتاب میں احادیث کو ذکر کرنے کی شروط، طرق اور اسالیب کے بارے میں تصنیف و تالیف کو "منہج محدثین" کہا جاتا ہے۔

ائمہ و محدثین کے مناہج سے باخبر ہونے کے بعد کوئی بھی طالب علم محدثین کی احادیث کے بارے میں شروط و اسالیب کے معاملے میں معرفت رکھنے کا اہل ہوجاتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس محدث کی احادیث کے بارے میں نقد کے معاییر سے بھی باخبر ہوجاتا ہے، اسی طرح مناہج محدثین کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ طالب علم کتبِ حدیثیہ سے کافی حد تک فوائد حاصل کرنے کا اہل ہوجاتا ہے، اسی طرح اسے مصادر حدیثیہ سے استفادہ کرنا بھی آسان ہوجاتا ہے۔

زیر نظر کتاب جو کہ مناہج محدثین سے متعلق ہے، اس میں بعض مشہور کتب حدیثیہ کی تعریفات اور ان کے مصنفین کے اسلوب وطرقِ تصنیف سے بحث کی گئی ہے، کسی بھی کتابِ حدیث سے متعلق منہج ان موضوعات کو متفرق کتب سے سمیٹا گیا ہے، تاہم بعض کتب حدیثیہ ایسی ہیں کہ ان کے طرقِ تصنیف واسلوبِ تالیف کے بارے میں کسی ایک ہی کتاب میں تمام مواد موجود پایا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی شرائط واسلوبِ تصنیف تقریباً اسی کتاب کی مشہور و معروف شرح "فتح الباري" کے مقدمہ "هدي الساري" میں اس کے مصنف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سمو دی ہیں، جس کی تصنیف کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بعد کے آنے والے محققین کے لئے کسی قسم کی تشنگی نہیں چھوڑی۔

درحقیقت یہ کتاب "سلسلة علوم حديثية" کی پانچویں قسط اور کڑی ہے، جو کہ علم مناہج الائمہ کی مباحث کو سموئے ہوئے ہے، اس کتاب کی تیاری میں معاصر عربی کتب میں سے ڈاکٹر ماہر یاسین الفحل، ڈاکٹر عبداللہ بن یوسف الجدیع، ڈاکٹر محمد عبد الرزاق الأسود اور ڈاکٹر عمرو عبدالمنعم سلیم کی کتب سے بھرپور استفادہ کیا گیا جنہوں نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی اپنی کتب کے ترجمہ کی خصوصی اجازت عطا فرمائی۔

ان کتب کے علاوہ جن کو بطور خاص مراجعت کی گئی ان میں سے اہم ترین یہ ہیں:

1. حافظ أبو الفضل محمد بن طاہر المقدسی کی "شروط الأئمة الستة".

2. أبو بکر محمد بن موسی الحازمی کی "شروط الأئمة الخمسة".

3. حافظ أبو موسی المدینی کی "خصائص المسند–أي مسند الإمام أحمد بن حنبل".

4. شیخ نور الدین عتر کی "لمحات موجزة في مناهج المحدّثين العامة".

5. اسی طرح انہی کی دوسری کتاب "مناهج المحدّثين، حدودها، وغاياتها، ومصادرها".

6. شیخ ہمام عبد الرحیم سعید کی "الفكر المنهجي عند المحدّثين".

7. دکتور محمد علی قاسم العمری کی "دراسات في منهج النقد عند المحدّثين".

8. دکتور محمود سالم عبیدات کی "تاريخ الحديث ومناهج المحدّثين".

9. شیخ عبد الغنی عبد الخالق کی "الإمام البخاري وصحيحه".

10. دکتور علی نایف البقاعی کی "مناهج المحدّثين".

11. دکتور محمد الترکی کی "مناهج المحدِّثين".

12. دکتور رفعت فوزی عبد المطلب کی "مدخل إلى مناهج المحدِّثين أسس التطبيق".

## ڈاکٹر ماہر یاسین الفحل کا اجازت نامہ:

رقم الخزانة: / - /

### ( إذن في الترجمة )

قالَ أبو الحارثِ ماهرُ بنْ ياسينِ الفحلِ الدكتور (عفا اللهُ عنْه) :

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدُ لله والصّلاة والسّلام على عبده ورسوله ومصطفاه :

فقد أذنتُ للأخ الدكتور : **محمد عمران بن شمس الدين** بترجمة كتبي من اللغة العربية إلى اللغة التي يريدها ، راجيًا من الله تعالى أن يوفقنا وإياه إلى كلِّ خير، والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته.

قاله الشيخ حفظه الله

د. ماهر ياسين الفحل

شيخ دار الحديث في العراق

دار الحديث في العراق
د. ماهر ياسين الفحل
٢٩/صفر/١٤٤٠

شهد على صحتها معاذ بن مصطفى كاخيا

ڈاکٹر عبداللہ بن یوسف الجدیع کا اجازت نامہ:

إجازة وإذن خاص

الحمد لله رب العالمين، وأشهد أن لا إله إلا الله ولي الصالحين، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله النبي الصادق الأمين، صلى الله عليه وعلى آله وصحبه أجمعين وسلم تسليمًا كثيرًا.

أما بعد..

فإني الموقع أدناه عبد الله بن يوسف الجديع أُقِرُّ بأني أجَزْتُ وأذِنْتُ لفضيلة الشيخ الدكتور محمد عمران، حفظه الله، أن يقوم بترجمة كتابي "تحرير علوم الحديث" إلى اللغة الأوردية، بقصد نفع طلاب العلم الناطقين باللغة المذكورة، وذلك بشرط أن لا تُستغل الترجمة لغرض تجاري يتم الاسترباح منه.

وَفَّق الله أخي الشيخ الدكتور محمد عمران لما يحب ويرضى، وجعل عمله خالصًا لوجهه، ونفع به، وفتح له من أبواب فضله ورحمته.

وكتب

عبد الله بن يوسف الجديع

ثبت ذلك وصح يوم الأحد الثالث من شهر صفر الخير سنة ١٤٤٢هـ

الموافق للحادي والعشرين من شهر أيلول (سبتمبر) ٢٠٢٠م

وتمت إضافة عبارة (يتم الاسترباح منه) بتاريخ السبت ٩ جمادى الثانية ١٤٤٢هـ الموافق ٢٠٢١/١/٢٣م.

ڈاکٹر محمد عبد الرزاق اسود کا اجازت نامہ:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وأفضل الصلاة وأتم التسليم على سيدنا محمد النبي الأمي وعلى آله وصحبه أجمعين، ورضي الله عن العلماء المخلصين إلى يوم الدين، أما بعد:

فقد أذنت للأخ الدكتور محمد عمران بن شمس الدين الموقر بترجمة كتبي من اللغة العربية إلى اللغة الأردية، راجياً من الله تعالى أن يوفقنا وإياه إلى كل خير.

والله وليّ التوفيق

أ.د.محمد عبد الرزاق أسود

أستاذ السنة النبوية وعلومها بجامعة الإمام عبد الرحمن بن فيصل بالسعودية حالياً، وجامعتي حلب وبلاد الشام بدمشق بسورية سابقاً.

مناہج محدثین سے متعلق مباحث کو اس کتاب میں درج ذیل ترتیب سے ذکر کیا جائے گا:

جیسا کہ اوپر گزر چکا کہ محدثین نے گزرتے زمانے کے ساتھ مختلف قسم کے اسالیب و طرق استعمال کرتے ہوئے احادیث نبویہ کی تدوین کی، اور تدوین حدیث کے سلسلے میں فنی مصطلحات کا استعمال کرتے ہوئے ہر مصطلح کے تحت کئی کئی قسم کی کتب وجود میں آئیں۔

خريطة علوم الحديث
أبرز أقسام علم الحديث وأهم كتبه
علوم السند
علوم المتن
الجرح والتعديل
علم يبحث عن أحوال الرجال من حيث القبول أو الرد، وهو المعول عليه في قبول ورد الحديث، وينقسم إلى عدة أقسام:
ألفاظه
مصطلحات النقاد في الحكم على الرواة
كقولهم: (ثقة، لا بأس به، ليس بحجة، يكتب حديثه...) إلخ. وتفسيرها موجود في بعض كتب المصطلح
رجاله
هم المحدثون المشتغلون بنقد الرواة، من أبرزهم:
شعبة بن الحجاج، عبدالرحمن بن مهدي، يحيى القطان، يحيى بن معين، أحمد بن حنبل، علي بن المديني، البخاري، أبو زرعة الرازي، أبو حاتم الرازي، النسائي، أبو داود.
قواعده
وهي القواعد التي وضعت في معرفة أحوال الرجال
من أمثلتها: (إذا تعارض الجرح والتعديل فما الذي يقدم؟)، (إذا كان الراوي لم يوثق ولم يضعف، وروى عنه اثنان، فهل تكفي رواة اثنين في توثيقه؟)... إلخ.
تمييز الرواة
تحديد الراوي نفسه، فلا يتشابه مع راوٍ آخر
مثل: الرواة غير المنسوبين، أو يذكر لقبه دون اسمه!
الكنى والأسماء للإمام مسلم، الإصابة لابن حجر
نقد الرواة
معرفة هل الراوي ثقة أم لا؟
وهو أكبر قسم وثمرة علم الجرح والتعديل
كتب هذين النوعين
شمولية
تشمل الثقات والضعفاء
عامة
التاريخ الكبير للبخاري، والجرح والتعديل لابن أبي حاتم
خاصة بكتاب معين
تهذيب الكمال للمزي، ويختص برواة كتب السنة
خاصة
اختصت بالثقات أو الضعفاء
الثقات
الثقات لابن حبان، والثقات للعجلي
الضعفاء
الكامل لابن عدي، وهو أشملها، والضعفاء الكبير للعقيلي
تخرج الحديث
استخراج طرق الحديث، ثم نقدها، للوصول إلى حكم على الحديث
كتب نظرية
تعتني بكيفية التخريج، وأغلبها معاصرة
طرق تخريج الحديث لسعد الحميّد
كتب تطبيقية
الممارسة العملية لعلم الحديث
عامة
المقاصد الحسنة للسخاوي، وكشف الخفاء للعجلوني
خاصة
تخريج أحاديث الكشاف للزيلعي وابن حجر
أشملها
المسند المصنف المعلل، لمجموعة من الباحثين
المصطلح
مصطلحات علماء الحديث التي يعبرون بها عن أحوال الرواية، ويسمى (علوم الحديث)
من أقدم الكتب
معرفة علوم الحديث للحاكم
أكثر الكتب عناية عند العلماء
مقدمة ابن الصلاح
معاصر
تحرير علوم الحديث للجديع
العلل
العلم الذي يبحث في وجوه الطعن الخفية في الأسانيد والمتون. وتعتبر مرحلة متقدمة في علم الحديث. والعالمون به قلة، منهم:
شعبة بن الحجاج، عبدالرحمن بن مهدي، يحيى القطان، يحيى بن معين، أحمد بن حنبل، علي بن المديني، البخاري، أبو زرعة الرازي، أبو حاتم الرازي، النسائي، أبو داود.
نظرية
التمييز للإمام مسلم، العلل للترمذي، وشرحه لابن رجب
تطبيقية
العلل لابن أبي حاتم الرازي، والعلل للدارقطني
السقط والاتصال
العلم الذي يعتني بحالة الاتصال والانقطاع في الإسناد وتسمى: (كتب المراسيل)
المراسيل لابن أبي حاتم، تحفة التحصيل لابن العراقي
مناهج المحدثين
معرفة طرق المصنفين في السنة النبوية، كشرط البخاري ومسلم، أو منهج البخاري في الجرح والتعديل. وهذه قد توجد في الكتب الحديث عامة، ومن الكتب الخاصة بذلك:
شروط الأئمة الخمسة للحازمي، ومن المعاصرين: مناهج المحدثين لسعد الحميّد
المتون فقط
مسندة
للنبي ﷺ
صحيح البخاري ومسلم
للنبي ﷺ والصحابة والتابعين
مصنف ابن أبي شيبة، وعبدالرزاق
باعتبار الصحة وعدمها
اشترطت الصحة
صحيح البخاري ومسلم وابن خزيمة
لم تشترط الصحة
مسند الإمام أحمد، وأبو داود، والترمذي
باعتبار نوع الجمع
المسانيد
رتبت على الصحابة
مسند الإمام أحمد
السنن
رتبت على أبواب الفقه
سنن أبي داود، وابن ماجه
الجوامع
جمعت فنون متعددة
صحيح البخاري
المستخرجات وهي الكتب التي يروي مؤلفها أحاديث كتاب معين من سنده هو لا من سند الكتاب، وقد يكون فيها زيادات
مستخرج الإسماعيلي وأبو نعيم على صحيح البخاري، ومستخرج أبي عوانة على صحيح مسلم
غير مسندة
كتب جمعت فنون شتى
مصابيح السنة للبغوي
اختصت بأحاديث الرقائق والآداب
الأربعون النووية، والترغيب والترهيب للمنذري
اختصت بأحاديث الأحكام
المنتقى للمجد الجد، وعمدة الأحكام للمقدسي
المتون مع شرحها
وتسمى فقه السنة
شروح الأحاديث
مسندة
التمهيد لابن عبدالبر، فتح الباري لابن حجر
غير مسندة
شرح عمدة الأحكام لابن الملقن، وسبل السلام
غريب الحديث
تعتني بشرح ألفاظ الأحاديث
غريب الحديث لأبي عبيد القاسم بن سلام، والنهاية لابن الأثير
مختلف الحديث
تعتني بتوجيه الأحاديث التي يُرى أنها متعارضة
اختلاف الحديث للشافعي، شرح مشكل الآثار للطحاوي، وهو أشملها
الناسخ والمنسوخ
الاعتبار في الناسخ والمنسوخ للحازمي

# تمہید

مبحث اول : ابواب کی ترتیب سے مدون کی گئی کتب وتصانیف

مبحث ثانی : أسماءِ صحابہ کی ترتیب سے مدون کی گئی کتب حدیثیہ

مبحث ثالث : معاجم

مبحث رابع : اوائلِ حدیث/اطرافِ حدیث کی ترتیب پر مبنی کتب

مبحث خامس: کتب مجامع

مبحث سادس : کتب زوائد

مبحث سابع : کتب تخریج

مبحث ثامن : الأجزاء

مبحث تاسع : المَشْیَخات

مبحث عاشر : العلل

# تمہید

یہاں ان تصانیف کی اہم اَنواع کا ذکر کیا جائے گا:

## مبحث اول: ابواب کی ترتیب سے مدون کی گئی کتب وتصانیف

اس نوع میں محدثین کا طریقہ واسلوب یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کو ایک ہی جگہ پر ایک ایسے عنوان کے تحت جمع کر دیا جاتا ہے جو عنوان ان تمام احادیث کو شامل ہوتا ہے، جیسا کہ ''كتاب الصلاة''، ''كتاب الزكاة'' اور ''كتاب البيوع'' وغیرہ۔ پھر اس کے بعد اس ایک متعیّن موضوع سے متعلق احادیث کو ابواب میں منقسم کر دیا جاتا ہے، اور ہر باب کے تحت اسی موضوع کی جزئی مسائل سے متعلق احادیث ذکر کر دی جاتی ہیں، جب کہ اس باب کا عنوان بھی ایسا مقرر کیا جاتا ہے کہ جو اس کے تحت مذکور حدیث پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ''باب مفتاح الصلاة الطهور'' اور محدثین اس عنوان کو ''ترجمة'' کا نام دیتے ہیں۔

اس نوع کی کتب کا بنیادی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم کے لئے ایسی کتب میں مذکور احادیث کی طرف رجوع کرنا آسان وسہل رہتا ہے بایں طور کہ اگر باحث وطالب علم کو کسی معین مسئلہ میں حدیث تلاش کرنا ہو تو اس حدیث کا موضوع ہی اسے مطلوبہ باب تک پہنچا دیتا ہے۔ تاہم یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ ایسی کتب سے منفعت اور فائدہ اٹھانا خاص علمی ذوق کا متقاضی ہوتا ہے جس کے تحت کسی بھی موضوع سے متعلق حدیث کی تحدید لازمی ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ائمہ محدثین کا ان کی کتب میں تراجمِ ابواب سے متعلق اسالیب بھی مدنظر رکھنا ضروری ہوتے ہیں، کیونکہ کبھی کبھار محدثین کسی حدیث کی تخریج کرتے ہیں لیکن متوقع باب میں وہ حدیث نہیں پائی جاتی، کیونکہ مطلوبہ حدیث کسی دوسرے مسئلہ پر دلالت کر رہی ہوتی ہے، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے صنیع سے معرفت رکھنے والے

ماہرینِ فن اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں۔

## ابواب کی ترتیب کے مطابق مرتب کتبِ حدیثیہ کے متعدّد اسالیب ہیں:

"**الجوامع**"، محدثین کی اصطلاح میں "جامع" اس کتابِ حدیث کو کہا جاتا ہے جس میں دین کے تمام موضوعات وابواب سے متعلق احادیث کو جمع کیا گیا ہو، اور یہ تمام آٹھ ابواب ہیں جو کہ "العقائد، الأحكام، السير، الآداب، التفسير، الفتن، أشراط الساعة، المناقب" ہیں۔ کتبِ جوامع کثیر تعداد میں ہیں جن میں سے مشہور ترین تین ہیں:

أ. امام بخاری رحمہ اللہ کی "الجامع الصحيح "جس کو عموماً "خ" کے اشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ب. امام مسلم رحمہ اللہ کی "الجامع الصحيح" جسے عموماً "م" کے اشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ت. امام ترمذی رحمہ اللہ کی "الجامع" جسے عموماً "ت" کے اشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کتاب "سنن الترمذي" کے نام سے بھی مشہور ہے۔

"**السنن**"، محدثین کے مطابق کتبِ سنن ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جو کہ دین کے تمام موضوعات کو محیط نہ ہو، تاہم ان میں مذکور مرفوع احادیث کو فقہی ابواب کی ترتیب سے ذکر کیا گیا ہو۔ اس تعریف کی رو سے کتب سنن میں درج ذیل امور کا ہونا ضروری ہے:

- ان کتب میں صرف احادیث ذکر کی جائیں اور آثارِ صحابہ کو ان کتب میں صرف تبعًا ذکر کیا جائے۔
- یہ احادیث عمومی اور غالب طور سے احکامِ فقہیہ سے متعلق ہوں۔
- ان احادیث کی تدوین فقہی ابواب کی ترتیب سے ہوں نہ کہ مسانید اور معاجم کی ترتیب سے ذکر کی گئی ہوں۔

سنن کے باب میں مشہور کتب میں سے:

أ. امام أبوداوٗد رحمہ اللہ کی "السنن" جسے عموماً "د" کے اشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ب. امام ترمذی رحمہ اللہ کی "السنن" جسے عموماً "ت" کے اشارہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ت. امام نسائی رحمہ اللہ کی "السنن" جسے عموماً "س" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ث. امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی "السنن" جسے عموماً "ق" یا "جه" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ان تمام سنن کو "السُّنن الأربعة" کی اصطلاح کا نام دیا گیا ہے، اور اگر "السُّنن الثَّلاثة" کہا جائے تو اس سے مراد سنن ابن ماجہ کے علاوہ باقی تین کتب ہوتی ہیں۔ اور اگر "الخمسة" کہا جائے تو اس سے مراد "السنن الأربعة" اور "مسند أحمد" ہوتی ہیں۔ اور اگر "الستة" کہا جائے تو اس سے "الصَّحيحان" اور "السُّنن الأربعة" مراد ہوتی ہیں، اور کتبِ تخریج وتراجمِ رجال میں ان کتب ستہ کے لئے "ع" کا اشارہ اور "السُّنن الأربعة" کے لئے "عه" کا اشارہ استعمال کیا جاتا ہے۔

ج. امام دارمی رحمہ اللہ کی "السنن" جس پر "المسند" کا بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

ح. امام بیہقی رحمہ اللہ کی "السنن الكبرى".

"المصنَّفات"، ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جو کہ ابواب کی ترتیب سے مدون کی گئی ہوں لیکن مرفوع احادیث کے ساتھ ساتھ اس میں موقوف اور مقطوع احادیث بھی ذکر کی گئی ہوں۔

کتبِ مصنفات میں سے مشہور ترین کتب درج ذیل ہیں:

أ. امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی رحمہ اللہ کی "المصنف".

ب. امام أبوبکر بن أبي شیبہ رحمہ اللہ کی "المصنف في الأحاديث والآثار".

"الموطآت"، ان کتب حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جو کہ مصنفات کی ترتیب کی طرح ہی مدون کی گئی

ہوں تاہم "الموطآت" میں مصنفِ کتاب کے اپنے اجتہادات اور فتاویٰ بھی شامل ہوں۔ ان انواع کی مشہور کتب میں سے درج ذیل ہیں:

أ. امام مالک بن أنس أصبحی رحمہ اللہ کی "الموطأ".

ب. امام ابن أبي ذئب رحمہ اللہ کی "الموطأ".

ت. إبراهيم بن أبي يحيیٰ السلمی رحمہ اللہ کی "الموطأ".

ث. عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ کی "الموطأ".

"المستدركات"، محدثین کی اصطلاح میں مستدرک ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جس میں مؤلف نے گزشتہ مصنفین میں سے کسی ایک محدث کی شرائط کے مطابق وہ احادیث جمع کی ہوں جو اُس محدث نے اپنی کتاب میں نہ ذکر کی ہوں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی کتب میں صحیح احادیث کا مکمل طور سے استیعاب بالکل بھی نہیں کیا اور نہ ہی اس بات کا التزام کیا ہے، تو اس معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً ایسی احادیث موجود ہوں گی جو کہ ان دونوں شیخین کی شرائط کے مطابق ہوں گی یا ان میں سے کسی ایک شیخ کی شرائط کے مطابق ہوں گی اور صحیحین میں موجود نہیں ہوں گی، جس کی بناء پر علماء نے ان احادیث کا استدراک کرتے ہوئے انہیں الگ سے مستقل کتاب میں ذکر کیا ہے، اور اس بارے میں مؤلفات کو ترتیب دیا ہے جن پر انہوں نے "المستدركات" کا اطلاق کیا ہے۔ ایسی کتب میں سے مشہور ترین مندرجہ ذیل ہیں:

أ. امام أبو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ کی "المستدرك على الصَّحيحين".

ب. امام علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ کی "الإلزامات".

ت. ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی رحمہ اللہ کی "كتاب الأحاديث الجياد المختارة مما ليس في الصَّحيحين أو أحدِهما" جسے مختصراً "المختارة للضياء" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

"المستخرجات"، استخراج سے مراد کتبِ حدیثیہ کی وہ صنف ہے جس کا مؤلف رحمہ اللہ کسی کتابِ حدیث کو اپنے سامنے رکھتے ہوئے اس کی احادیث کو اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کرے، جیسا کہ صحیح بخاری یا صحیح مسلم یا ان جیسی دیگر کتب کی روایات کو بعد کے ادوار میں آنے والا کوئی بھی مؤلف اپنی اسانید کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے کتاب ترتیب دے، اور صاحبِ کتاب کی اسانید کے علاوہ دیگر اسانید ذکر کرے، بایں طور کہ صاحبِ کتاب کے شیخ یا اس سے اوپر کے شیخ کے ساتھ موافقت کرتا پایا جائے، اگرچہ صحابی رضی اللہ عنہ میں ہی کیوں نہ موافقت پائی جائے۔

تاہم اس بات کو مد نظر رکھے کہ صاحبِ کتاب کی ترتیب، متون اور طرق و اسانیدِ حدیث کی رعایت رکھتا ہو، اس میں شرط یہ ہے کہ "شیخ أبعد" تک نہ جائے جب تک کہ کوئی شدید عذر نہ پایا جائے جیسا کہ علوِ سند یا متن میں کسی زیادت کے پائے جانے کی وجہ سے "شیخ بعید" میں موافقت کر رہا ہو تو پھر جائز ہے۔

کبھی صاحبِ مستخرج، اصل کتاب کی احادیث کو ساقط کر دیتا ہے کیونکہ اسے کوئی بہترین سند میسر نہیں ہوتی، اور کبھی کبھار احادیث کی وہی اسانید ذکر کرتے ہیں جو کہ صاحبِ کتاب نے ذکر کی ہوتی ہیں، اس نوع میں مشہور کتب میں سے صحیحین پر مستخرجات ہیں۔

## مبحث ثانی: أسماءِ صحابہ کی ترتیب سے مدون کی گئی کتب حدیثیہ

اس سے مراد وہ کتب حدیثیہ ہیں جن میں ہر صحابی کی تمام مرویات کو اس کے نام کے تحت مستقل طور سے ذکر کیا جائے، اس طریقہ ترتیب و تدوین کے تحت صحابہ رضی اللہ عنہم کی مرویات کی تعداد معلوم کرنا آسان ہو جاتا ہے، جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہوتی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ایسی کتب کا فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ کی معرفت کے ذریعے ایسی حدیث کی تخریج بھی آسان ہوتی ہے، اسماءِ صحابہ کی ترتیب سے مدون کتب کی دو أنواع ہیں:

"المسانید"، مسند اس کتابِ حدیث کو کہا جاتا ہے کہ جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب سے

احادیث ذکر کی گئی ہوں، اس حیثیت سے کہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب میں یا تو حروفِ تہجی کا اعتبار کیا گیا ہو، یا اسلام میں سبقت کا لحاظ رکھا گیا ہو، یا نسب میں شرافت کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ کتبِ مسانید بکثرت ہیں جن میں سے مشہور و معروف درج ذیل ہیں:

أ. "مسند الإمام أحمد بن حنبل".

ب. "مسند أبي يعلى الموصلي".

ت. "مسند البزار".

"**الأطراف**"، سے مراد کسی حدیث کا ایسا ٹکڑا جو کہ اس پوری حدیث پر دلالت کرے، جیسا کہ "حديث الأعمال بالنيات"، اور "حديث الخازن الأمين" یا "حديث سؤال جبريل" وغیرہ۔ کتبِ أطراف ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جن میں مؤلف کسی بھی حدیث کے اس ٹکڑے کو ذکر کرنے پر اکتفاء کرتا ہے جو کہ مذکورہ حدیث پر دلالت کرتا ہے، پھر اس کے بعد مؤلف اس حدیث کی اسانید کے مراجع ذکر کرتا ہے جن مراجع میں مذکورہ حدیث کی اسانید ذکر کی گئی ہوتی ہیں، جب کہ بعض مؤلفین مکمل سند ذکر کرتے ہیں اور بعض دیگر مؤلفین سند کا جزء ذکر کرتے ہیں، تاہم متن کو مکمل طور سے ذکر نہیں کرتے، اس طریقہ ترتیب کے فوائد درج ذیل ہیں:

- کسی بھی حدیث کی تمام اسانید کے ایک ہی جگہ جمع ہونے کی وجہ سے اس کی معرفت میں آسانی ہوتی ہے۔
- مصادرِ اصلیہ میں سے کس کس مصنف نے مذکورہ حدیث ذکر کی ہے اور کس باب میں یہ حدیث ذکر کی گئی ہے، اس طریقہ ترتیب کے ذریعہ سے اس بات کی بھی معرفت ہوتی ہے، اس حیثیت سے کتب حدیثیہ کی مذکورہ صنف احادیث کے لئے تقریبًا فہارس کا درجہ رکھتی ہیں۔

کتب أطراف میں سے مشہور ترین یہ ہیں:

أ. حافظ أبوالحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن المزی رحمہ اللہ کی "تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف".
اس کتاب میں کتبِ ستہ کے أطراف ذکر کیئے گئے ہیں۔

ب. عبدالغنی النابلسی رحمہ اللہ کی "ذخائر المواريث في الدلالة على مواضع الحديث". اس میں مؤلف نے کتبِ ستہ کے اطراف کے ساتھ مؤطا کے اطراف بھی ذکر کئے ہیں۔

## مبحث ثالث: معاجم

محدثین کی اصطلاح میں معاجم ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جن میں شیوخ کی ترتیب سے احادیث ذکر کی گئی ہوں، اور پھر شیوخ کی ترتیب میں عموماً حروفِ تہجی کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اس ترتیب کے مطابق مؤلف پہلے ان احادیث کو ذکر کرتا ہے جو کہ اس کے شیخ سے مروی ہوں جیسے اس کے شیخ "أبان" سے روایات مروی ہوں تو پہلے ان روایات کو ذکر کرتا ہے،، پھر اس کے بعد "إبراهيم" نامی شیخ سے تمام مرویات کا ذکر کرتا ہے، اس کے بعد اسی ترتیب سے دیگر شیوخ کی روایات ذکر کرتا ہے۔ اس قسم کی مصنفات میں سے مشہور ترین حافظ أبوالقاسم سلیمان بن أحمد طبرانی رحمہ اللہ کی "المعاجم الثلاثة" ہیں۔

"المعجم الصغير" اور "المعجم الأوسط"، یہ دونوں امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیوخ کی ترتیب سے مدون ہیں۔ "المعجم الكبير" کتاب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کی ترتیب سے مدون کیا گیا ہے، جس کی داخلی ترتیب حروف معجم کے اعتبار سے ہے، مذکورہ معجم ضخیم ترین معجم گردانی جاتی ہے، یہاں تک کہ جب "المعجم" مطلقاً ذکر کی جاتی ہے تو اس سے مراد امام طبرانی رحمہ اللہ کی ہی معجم مراد ہوتی ہے۔

## مبحث رابع: اوائلِ حدیث/اطرافِ حدیث کی ترتیب پر مبنی کتب

ان سے مراد وہ کتب ہیں جن میں محدثین احادیثِ نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوات والتسلیمات کو ان کے ابتدائی کلمات کی حیثیت سے مرتب کرتے تھے، اور پھر ان کلماتِ حدیثیہ کو حروفِ معجم کی ترتیب سے مرتب کرتے تھے، اس طریقہ کے مطابق مرتب احادیث کی طرف مراجعت انتہائی آسان

رہتی ہے، تاہم یہ بات ضروری ہے کہ کسی بھی حدیث کے ابتدائی کلمہ کے بارے میں مکمل اور حتمی معرفت حاصل ہو، اس قسم کی تصانیف میں عموماً مؤلفین کے دو طریقے ہوتے ہیں:

- "کتب مجامع"، ایسی کتب میں مختلف کتبِ حدیثیہ کی احادیث کو جمع کیا جاتا ہے جن کا تفصیلی تذکرہ آگے اگلی مبحث کے تحت آرہا ہے ان شاء اللہ۔
- دوسرا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ان احادیث کو جمع کیا جاتا ہے جو کہ لوگوں کی زبانوں پر عام طور سے مشہور ہوتی ہیں، یعنی وہ روایات جو کہ عام لوگوں کی زبانوں پر متداول ہوتی ہیں، تو ایسی روایات کو علماء و محدثین نے خاص کتب میں بیان کرنا شروع کر دیا اور ان میں جمع کرنا شروع کیا، ان میں سے اہم کتب درج ذیل ہیں:

أ. حافظ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ کی "المقاصد الحسنة في الأحاديث المشتهرة على الألسنة".

ب. علامہ إسماعیل بن محمد عجلونی رحمہ اللہ کی "كشف الخفاء ومزيل الإلباس عما اشتهر من الحديث على ألسنة الناس".

اس نوع کی کتب میں وہ کتب بھی شامل ہیں جو کہ عصرِ حاضر میں بعض علماء و محدثین نے کتبِ حدیثیہ کے لئے بطور فہارس و مفاتیح کے لکھی ہیں، اور مطلوبہ کتاب کے ساتھ ان کو بطور ملحق بترتیب حروفِ ہجاء کے ذکر کیا ہے، جیسا کہ شیخ توقادی رحمہ اللہ کی "مفتاح الصحيحين"، اور محمد فؤاد عبد الباقی رحمہ اللہ کی "فهارس صحيح مسلم" اور "فهارس سنن ابن ماجه".

**مبحث خامس:** "کتب مجامع"، اس سے مراد وہ کتب ہیں جن میں مصادرِ حدیثیہ میں سے متعدّد کتب کی احادیث جمع کی گئی ہوں، اور ان کے مرتب کرنے کے عموماً دو طرق ہوتے ہیں:

**طریقہ اولیٰ:** أبواب کی ترتیب سے ایسی کتب کو ترتیب دینا اور ان کے اہم ترین مراجع میں سے مندرجہ

ذیل ہیں:

أ. امام ابن الأثیر مبارک بن محمد الجزری رحمہ اللہ کی "جامع الأصول من أحاديث الرسول".

اس کتاب میں انہوں نے صحیحین کی احادیث کے ساتھ ساتھ مؤطا امام مالک، سننِ ثلاثہ کی احادیث جمع کی ہیں، اور ان کی اسانید کا تذکرہ کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ غریب الفاظِ حدیث کے بارے میں بہترین کلام بھی پیش کرتے ہیں، تاہم انہوں نے سنن کی احادیث کا درجہ و مرتبہ بیان کرنے میں غفلت برتی ہے، یہاں تک کہ انہوں نے احادیث کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ کا قول یا حکم بھی نقل نہیں کیا، اس کتاب کی طباعت میں احادیث کی مفصل تخریج بھی بطور "ذیل" کے نقل کی گئی ہے، جس میں ہر حدیث کو اس کی اصل کتاب کی جانب مربوط کیا گیا ہے، اور ساتھ ہی ساتھ مصدرِ اصلی میں اس حدیث کا باب بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی جلد و صفحہ نمبر کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، جس کی بناء پر اس سے استفادہ مزید آسان ہوگیا ہے اور فوائد بڑھ گئے ہیں۔

ب. شیخ علی بن حسام المتقی الہندی رحمہ اللہ کی "كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال".

یہ اس فن کی بہترین اور جامع کتاب شمار کی جاتی ہے، جس میں کئی کتب کی احادیث جمع کی گئی ہیں یعنی یہ کتاب تقریبًا 93 کتب کی احادیث کا احاطہ کئے ہوئے ہے، تاہم انہوں نے بھی احادیث کا درجہ و مرتبہ بیان کرنے سے غفلت کا مظاہرہ کیا ہے، اسی طرح انہوں نے تخریجِ حدیث میں بھی کمالِ فن کا مظاہرہ نہیں کیا، بلکہ تخریجِ حدیث میں کسی بعید مرجع کی طرف اشارہ کرتے پائے گئے ہیں جب کہ درحقیقت وہ حدیث صحاح میں سے کسی کتاب میں بھی پائی گئی ہوتی ہے۔

**طریقہ ثانیہ:** احادیث کے ابتدائی کلمات کی ترتیب سے کتاب مدون کرنا جب کہ اس ترتیب میں حروفِ معجم کو مدنظر رکھا جائے، ایسی قسم کی کتب میں اہم ترین درج ذیل ہیں:

أ. حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی "الجامع الكبير أو جمع الجوامع".

ب. امام سیوطی رحمہ اللہ کی "الجامع الصغير لأحاديث البشير النذير".

اس کتاب میں انہوں نے اول الذکر کتاب سے چن کر احادیث مرتب کی ہیں، بایں طریقہ کہ اس میں انہوں نے تکرار کو حذف کر کے کچھ مزید احادیث کا اضافہ کیا، جس کی بناء پر اس میں احادیث کی تعداد (10031) تک پہنچتی ہے، اس کتاب کی کئی شروح ترتیب دی جا چکی ہیں، تاہم کچھ رموز و اشارات ایسے ہیں جو کہ "الجامع الكبير" سے مختلف ہیں، جیسا کہ اس کتاب میں "ق" کا رمز اس حدیث کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جس پر شیخین کا اتفاق ہو، جب "الجامع الكبير" میں "ق" کا رمز امام بیہقی رحمہ اللہ کی حدیث پر منطبق ہوتا ہے۔

## مبحث سادس: کتب زوائد

یہ ان کتب کو کہا جاتا ہے جن میں ان احادیث کو جمع کیا جاتا ہے جو احادیث بعض دیگر کتبِ حدیثیہ سے زائد ہوتی ہیں، جب کہ دونوں مجموعہ ہائے کتب کی مشترک احادیث سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھا جاتا، علماء و محدثین نے زوائد کے باب میں کئی قسم کی کتب ترتیب دی ہیں، جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

أ. امام نور الدین علی بن أبو بکر الہیثمی رحمہ اللہ کی "مجمع الزوائد ومنبع الفوائد".

اس میں مصنف نے کتب ستہ "مسند أحمد، مسند أبي يعلى الموصلي، مسند البزار، المعاجم الثلاثة للطبراني" سے وہ احادیث اکٹھی کیں جو کہ مصادر ستہ اصلیہ "صحیح بخاری ومسلم اور سنن أربعہ" میں نہیں پائی گئیں، اس کے ساتھ ساتھ احادیث کی صحت وضعف بیان کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں، اور سند میں اتصال وانقطاع کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

ب. حافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی "المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية".

جس میں آٹھ مسانید "أبو داود الطيالسي، الحميدي، ابن أبي عمر، مسدد، أحمد بن منيع، أبي بكر بن أبي شيبة، عبد بن حميد، الحارث بن أبي أسامة" کی ان احادیث کو جمع کیا ہے جو کہ کتبِ ستہ اصلیہ میں نہیں پائی گئیں، اس کتاب میں گزشتہ کتاب کی مسانید سے زائد مسانید کو شامل کیا گیا۔

## مبحث سابع: کتب تخریج

کتبِ تخریج ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے، جو مصادر اصلیہ میں سے کسی کتاب کی احادیث کی طرف دلالت کرنے کے لئے لکھی جاتی ہیں، ان میں سے اہم ترین کتب درج ذیل ہیں:

أ. حافظ جمال الدین أبو محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی حنفی رحمہ اللہ کی "نصب الراية لأحاديث الهداية".

جس میں انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب "كتاب الهداية" کی احادیث کی تخریج کی ہے، طلابِ حدیث کے لئے ایک بہترین کتاب ہے۔

ب. امام عبد الرحیم بن الحسین العراقی رحمہ اللہ کی "المغني عن حمل الأسفار في الأسفار في تخريج ما في الإحياء من الأخبار".

جس میں انہوں نے امام غزالی رحمہ اللہ کی اہم ترین کتاب "كتاب إحياء علوم الدين" کی احادیث کی تخریج کی ہے، مذکورہ کتاب میں ان کا طریقہ یہ رہا کہ وہ "كتاب إحياء علوم الدين" کی احادیث کی أطراف ذکر کر کے پھر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ کس نے یہ حدیث روایت کی ہے، اور اس صحابی رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر کرتے ہیں جو کہ اسے روایت کرتا ہے، اس کے بعد وہ حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کی بابت کلام کرتے ہیں۔

ت. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "التخليص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير".

جس میں انہوں نے امام رافعی رحمہ اللہ کی کتاب "الشرح الكبير" کی احادیث کی تخریج کی ہے جو امام رافعی رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب "كتاب الوجيز" کی شرح کرتے ہوئے تصنیف کی ہے، اس کتاب میں حافظ رحمہ اللہ نے "الشرح الكبير" کے بارے میں تخریج کی گئی گزشتہ کتب کی تلخیص بھی کی ہے،

اور اس کے ساتھ ساتھ امام زیلعی رحمہ اللہ کی کتاب "نصب الراية" سے استفادہ کیا، اس بناء پر کتاب بہت ضخیم تیار ہوئی۔

مذکورہ کتاب میں حافظ رحمہ اللہ کا طریقہ کار یہ رہا کہ وہ "الشرح الكبير" میں وارد حدیث کا ایک "طرف" ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد وہ اس کی مصادر اصلیہ سے تخریج کرتے ہیں، اور طرق و اسانید ذکر کرتے ہیں، جس کے بعد وہ اس طریق کے بارے میں جرح و تعدیل ذکر کرتے ہیں، اور حدیث کے بارے میں صحت وضعف کا بیان کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ معانی حدیث کے بارے میں بھی بحث کرتے ہیں، جس کی بناء پر مذکورہ کتاب احادیث اَحکام کے باب میں ایک بہترین مرجع کی حیثیت اختیار کرگئی ہے جس سے کوئی بھی طالب علم مستغنی نہیں ہوسکتا۔

**مبحث ثامن : "الأجزاء"**، محدثین کی اصطلاح میں "الجزء" ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جس میں کسی ایک شخص سے مروی روایات کو جمع کیا جائے چاہے وہ شخص طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھتا ہو یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کے زمانہ سے تعلق رکھتا ہو، جیسا کہ "جزء حديث أبي بكر" اور "جزء حديث مالك".

اسی طرح "الجزء" کا اطلاق ان کتبِ حدیثیہ پر بھی کیا جاتا ہے جن میں کسی ایک حدیث کی اسانید کی دراستہ کی گئی ہو، جیسا کہ حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کی "اختيار الأولى في حديث اختصام الملأ الأعلى". اسی طرح "الأجزاء الحديثية" ان کتب کو بھی کہا جاتا ہے جن میں کسی جزئی موضوع سے متعلق روایات جمع کی گئی ہوں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی "جزء القراءة خلف للإمام" اور امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی "الرحلة في طلب الحديث".

**مبحث تاسع : "المشْيَخات"**، ان کتبِ حدیثیہ کو کہا جاتا ہے کہ جن میں محدث اپنے شیوخ کے نام ذکر کرتے ہیں، اور اس کے بعد وہ احادیث ذکر کرتے ہیں جو کہ محدث نے ان شیوخ سے ان کی کتب

میں سے پائی ہوں، یا اس کتاب کی وہ احادیث بمعہ اسانید ذکر کرتے ہیں جو کہ شیخ نے اپنی کتاب میں ذکر کی ہوتی ہیں۔ ان میں سے بہترین کتاب امام أبو بکر محمد بن خیر اِشبیلی رحمہ اللہ کی "فھرست" ہے۔

**مبحث عاشر:** "**العلل**"، ان کتب حدیثیہ کو کہا جاتا ہے جن میں مصنف نے معلل احادیث کو ان کی علل کے بیان کے ساتھ جمع کیا ہو، **علل** کا میدان مشکل ترین میدان سمجھا جاتا ہے جس میں کوئی بھی محدث دقتِ نظر اور باریک بینی کے ساتھ موضوع کا احاطہ کرتا ہے، ان میں مشہور ترین کتاب امام ابن أبي حاتم کی "علل الحديث" اور امام دارقطنی کی "العلل الواردة في الأحاديث النبوية" ہے۔
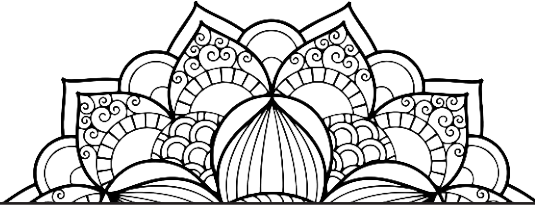
## باب أول: کتب صحاح اور ان کا منہج

فصل أول: صحیح بخاری

فصل ثانی: صحیح مسلم

فصل ثالث: صحیح ابن خزیمہ

فصل رابع: صحیح ابن حبان

## باب ثانی: کتب سنن اور ان کے مناہج

فصل اول: سنن ترمذی

فصل ثانی: سنن أبو داؤد

فصل ثالث: سنن نسائی

فصل رابع: سنن ابن ماجہ

فصل خامس: سنن دار قطنی

## باب ثالث: کتب مسانید اور ان کا منہج

فصل اول: مسند امام أحمد بن حنبل

فصل ثانی: مسند أبی داؤد طیالسی

فصل ثالث: مسند أبو یعلی

فصل رابع: مسند بزار
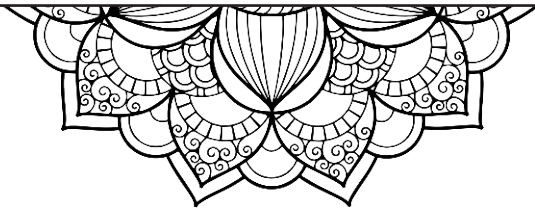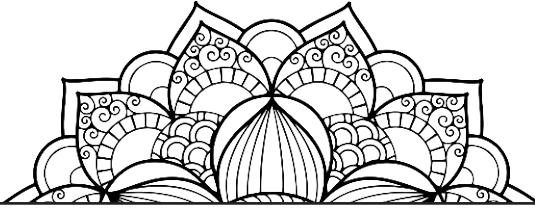
## باب أول: کتب صحاح اور ان کا منہج

فصل أول: صحیح بخاری

مبحث أول: حالات امام بخاری

مبحث ثانی: منہج امام بخاری

فصل ثانی: صحیح مسلم

مبحث أول: حالات امام مسلم

مبحث ثانی: منہج امام مسلم

فصل ثالث: صحیح ابن خزیمہ

مبحث أول: حالات امام ابن خزیمہ

مبحث ثانی: منہج امام ابن خزیمہ

فصل رابع: صحیح ابن حبان

مبحث أول: حالات امام ابن حبان

مبحث ثانی: منہج امام ابن حبان
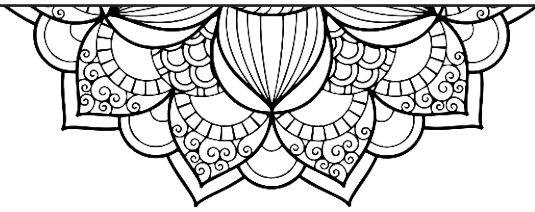
# باب أول

# کتب صحاح اور ان کا منہج

## فصل أول : صحیح بخاری

صحاح، صحیح کی جمع ہے جس کا لغت میں مطلب ہے کہ "عیب سے پاک ہونا"، جب کہ محدثین کی اصطلاح میں "صحاح" سے مراد وہ کتبِ حدیثیہ ہیں جن کتب میں ان کے مصنفین نے صحیح أحادیث کے جمع کرنے کا التزام کیا ہو۔ وہ کتب جو صحیح أحادیث کو ایک جگہ جمع کرنے کے لئے لکھی گئیں ان کی تعداد کافی زیادہ ہے، تاہم حقیقتِ حال یہ ہے کہ صرف بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین ہی اس میزان پر پورا اترتی ہیں، ان دونوں کے علاوہ جتنی بھی کتب أحادیثِ صحیحہ کو جمع کرنے کے واسطے لکھی گئیں، در حقیقت ان میں صحیح أحادیث کے ساتھ ساتھ "حسن"، "ضعیف" اور ان کی مزید أنواع بھی موجود ہیں۔

کتبِ صحاح میں سے اہم ترین کتب درج ذیل ہیں:

1. صحاح میں سے سب سے پہلے اِمام بخاری أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل الجعفی رحمہ اللہ (المتوفی 256ھ) کی کتاب آتی ہے جس کا مکمل نام "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله ﷺ وسننه وأيامه" ہے، جو کہ در حقیقت "صحیح بخاری" کے نام سے مشہور ہے۔

2. دوسرے نمبر پر اِمام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (المتوفی 261 ھ) کی مشہور کتاب "المسند الصحيح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول الله ﷺ" آتی ہے، جو کہ محدثین کے مابین "صحیح مسلم" کے نام سے مشہور ہے۔

3. اس کے بعد کا درجہ اِمام ابن الجارود أبو محمد عبداللہ بن علی النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ 307ھ) کی کتاب کو حاصل ہے، جس کا مکمل نام "المنتقي المختار من السنن المسندة عن رسول الله ﷺ في الأحكام" ہے۔

4. چوتھے درجہ پر اِمام ابن خزیمہ أبوبکر محمد بن إسحاق النیسابوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ 311ھ) کی کتاب ہے، جس کا مکمل نام "مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ" ہے، جو محدثین کے عرف عام میں "صحيح ابن خزيمة" سے مشہور ہے۔

5. "صحيح أبو عوانة" جو کہ حافظ أبو عوانہ یعقوب بن إسحاق بن إبراہیم الاسفرائینی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 316ھ) کی کتاب ہے۔

6. "صحيح ابن السكن" جو کہ حافظ ابن السکن أبوعلی سعید بن عثمان بن سعید المصری رحمہ اللہ (المتوفیٰ 353ھ) کی کاوش ہے۔

7. اس کے بعد اِمام ابن حبان أبو حاتم البستی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 354ھ) کی تصنیف "المسند الصحيح على التقاسيم والأنواع" ہے جو کہ "صحيح ابن حبان" کے نام سے محدثین کے طبقہ میں مشہور ہوئی۔

8. اگلی کتاب اِمام أبوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 385ھ) کی "الإلزامات" ہے۔

9. اِمام حاکم أبوعبداللہ محمد بن عبداللہ الضبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 405ھ) کی کتاب "المستدرك على الصحيحين" بھی صحیح أحادیث کو جمع کرنے کے لئے لکھی گئی۔

10. اس سلسلے کی اگلی کتاب جس میں مصنف نے صحیح أحادیث کو جمع کرنے کا التزام کیا وہ معروف کتاب "الأحاديث المختارة مما ليس في الصحيحين أو أحدهما" ہے، جو کہ حافظ ضیاء الدین المقدسی أبوعبداللہ محمد بن عبدالواحد دمشقی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 643ھ) کی

تصنیف ہے۔

یہاں ہم ان تمام کتب میں سے مشہور کتبِ صحیحہ کے مصنفین کا تعارف اور ان کی کتب میں ان کے مناہج سے بحث کریں گے۔

## امام بخاری رحمہ اللہ اور "الجامع المسند الصحیح" میں امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج

### مبحث اوّل: حالات امام بخاری رحمہ اللہ

**نام ونسب:** أبو عبد الله مُحَمَّد بن اسماعيل بن ابراهيم بن مغيرة الجعفي البخاري رحمہ اللہ. جنہیں "أمير المؤمنين في الحديث" بھی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کے کبار ائمہ اور حفاظ میں شمار کئے جاتے ہیں، جو کہ 194 ہجری میں بخاریٰ کے قریب گاؤں "خرتنگ" میں پیدا ہوئے، اور یہیں 256 ہجری میں وفات پائی۔ یتیمی کی حالت میں پرورش ہوئی، علم کی طلب میں کئی علاقوں کے اسفار درپیش رہے جن میں شام، مصر، جزیرۃ العرب، بصرہ اور حجاز شامل ہیں۔ ان اسفار میں تقریباً سات لاکھ احادیث جمع کیں۔ کئی کبار علماء و محدثین نے اُن سے روایات نقل کیں جن میں امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ اور محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔

بڑے بڑے محدثین اور حفاظ نے ان کے بارے میں توصیفی کلمات بیان فرماتے ہوئے ان کی عظمت وفضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ امام ابن خزیمہ نیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان دنیا کے نیچے محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ سے زیادہ حافظ اور عالم آدمی احادیث کا کوئی نہیں دیکھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میں ان کے بارے میں علماء کے توصیفی کلمات بیان کرنا شروع کردوں تو اوراق ختم ہوجائیں گے، اور لکھنے والے تمام ہوجائیں گے لیکن یہ ایسا سمندر ہے کہ جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

حدیث میں ان کی مشہور ترین کتاب "صحيح البخاري" اور "الأدب مفرد" ہیں۔ جب کہ رجال میں ان کی کتابوں میں التاريخ الكبير، التاريخ الأوسط اور التاريخ الصغير شامل ہیں۔

## مبحث ثانی: امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله وسننه وأيامه" رکھا لیکن لوگوں کی زبان پر "صحيح البخاري" سے مشہور ہوئی۔

جامع اس کتاب کو کہا جاتا ہے کہ جس میں تمام آٹھ اقسام وابوابِ علم کے متعلق احادیث جمع کی گئی ہوں جن میں عقائد، احکام، رقائق، آداب، تفسیر، تاریخ، فتن، مناقب اور مثالب شامل ہیں۔ لیکن جامع میں ایسی کوئی شرط نہیں ہوتی کہ اس میں ان تمام ابواب سے متعلق تمام احادیث جمع کی جائیں گی بلکہ ان موضوعات سے متعلق بعض روایات کے ذکر کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے نہ کہ تمام روایات کا استیعاب کیا جاتا ہے۔

## صحیح البخاري کا مقام ومرتبہ:

"صحيح البخاري" کا نام جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ھدی الساری میں ذکر کیا ہے کہ "الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه"، ہے جب کہ اسے "الجامع الصحيح" بھی کہا جاتا ہے اور مختصراً "صحيح البخاري" کہا جاتا ہے اور یہی عامتہ الناس میں مشہور ہے۔

مطلقاً صحیح احادیث کو جمع کرنے کے سلسلے میں اس کتاب کو اولیت کا درجہ حاصل ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی ابتداء حرمِ نبوی میں بیٹھ کر کی اور اس کے لکھنے میں تقریباً سولہ سال کا طویل عرصہ گزارا۔ جب اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اپنے زمانے کے علماء ومحدثین کے سامنے پیش کی، جنھوں نے اس کی احادیث کی صحت پر اتفاق کیا اور اس بات پر متفق ہوئے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح ترین کتاب "صحيح البخاري" ہے پھر اس کے بعد اُمّت مسلمہ نے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نسل در نسل اس کتاب کو قبولیتِ عامہ بخشی۔

## صحیح بخاری علماء کی نظر میں :

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "صحيح البخاري" کی صحت و قبولیتِ عامہ پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عظیم الشان کتاب کے فوائد بے شمار ہیں۔

امام ابو جعفر العقیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری مکمل کرلی تو اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ، یحیٰی بن معین رحمہ اللہ اور علی بن المدینی رحمہ اللہ پر پیش کی، انہوں نے اس کی تعریف کی اور اس کی صحت پر گواہی دی، سوائے چار احادیث کے، تاہم ان چار میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے اور وہ روایات صحیح ہیں۔

امام ابو أحمد بن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اپنی کتاب میں صرف صحیح احادیث درج کی ہیں، جب کہ صحاح احادیث میں سے اکثر کو کتاب کی طوالت کے خوف سے چھوڑ دیا ہے۔اور اس کتاب کو چھ لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے،اسی طرح انہوں نے خود فرمایا کہ میں نے صحیح کو 16 سال کے طویل عرصہ میں مکمل کیا۔

## احادیث، کتب وابواب کی تعداد :

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں مقدمہ ذکر نہیں کیا، بلکہ "بدء الوحي" کے باب کے ساتھ ابتداء کی، پھر اس کتاب کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کرتے ہوئے کتب ذکر کرتے ہیں، جس کی ابتداء "كتاب بدء الوحي"، "كتاب الإيمان"، "كتاب العلم"، جب کہ آخری کتاب "كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة" اور "كتاب التوحيد" ہے۔

اور ہر کتاب کو پھر کئی ابواب میں تقسیم کرتے ہیں، جب کہ ہر باب کو مناسب عنوان کے ساتھ معنون کرتے ہیں جو کہ اس باب کے اندر کی تمام روایات کو حاوی کئے ہوتا ہے، اور یہ عناوین امام بخاری رحمہ اللہ کے تفقہ اور علمی حیثیت پر دلالت کرتے ہیں جنکی تفصیل اگلی سطور میں آرہی ہے۔

احادیث، کتب اور ابواب کی تعداد کے بارے میں نسخوں کے اختلاف کے باعث محدثین کے

مختلف اقوال ہیں:

أ. ”صحیح البخاري“ میں احادیث کی تعداد مکررات کے ساتھ 7563 ہے، جب کہ مکررات کے بغیر یہ تعداد 2607 ہے۔ ”صحیح البخاري“ میں کتب کی تعداد 98 تک پہنچتی ہے ابواب کی تعداد 3918 ہے۔

ب. امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ 7275 مکرر احادیث اس ”صحیح البخاري“ میں موجود ہیں، جب کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا کہ ”صحیح البخاري“ میں تمام احادیث بمعہ تکرار سوائے معلقات کے 7397 احادیث ہیں۔

ت. شیخ صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری میں بلا تکرار احادیث 1602 ہیں۔ اور اس کے ساتھ وہ متون ملا دئے جائیں جو امام بخاری رحمہ اللہ نے معلق ذکر کئے ہیں اور انہیں صحیح میں کسی دوسری جگہ موصول ذکر نہیں کئے، تو ان کی تعداد 159 بنتی ہے۔ چنانچہ یہ مجموعی تعداد 1761 تعداد بنتی ہے۔ صحیح میں تمام معلقات کی تعداد 1341 ہیں، جن میں سے اکثریت مکرر ہیں۔ اور تمام احادیث بمعہ مکررات 9082 احادیث ہیں۔

ث. اسی طرح کواکب الدراری کے مطابق کتب کی تعداد 160 ہے جب کہ ابواب کی تعداد 3450 ہے، تاہم نسخوں کے اختلاف کے ساتھ کچھ معمولی سا اختلاف بھی موجود ہے۔ اسی طرح 289 شیوخ سے انہوں نے روایات نقل کی ہیں۔ جن میں 22 روایات ثلاثیات کے قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔

**سبب تالیف:**

اس کتاب کے تالیف کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ کے مد نظر کئی مقاصد تھے جن کی بناء پر انہیں اس کتاب کے لکھنے کی طرف رغبت ہوئی۔

أ. ضعیف احادیث میں سے صحیح احادیث کو الگ کرنا اور صحیح و ضعیف کی تمیز کرنا۔

ب. اپنے استاد " إسحاق بن راهويه رحمہ اللہ " کی رغبت اور شوق کو دیکھتے ہوئے جس کے مطابق ان کی یہ خواہش تھی کہ ایسی کتاب لکھ دی جائے جس میں نبی کریم ﷺ کی صرف صحیح احادیث جمع کی گئی ہوں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دل میں یہ بات پیوست ہوگئی اور انہوں نے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا۔

ت. تیسرا اہم ترین سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مکھیاں اڑا رہے ہیں، جس کی تعبیر بعض ماہرین نے یہ بتلائی کہ امام بخاری رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کی احادیث میں سے جھوٹ کو دور کریں گے اور صحیح احادیث کی خدمت کریں گے۔

## کتاب کا موضوع :

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز شرح "فتح الباری" میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا اصل مقصد صحیح احادیث کو اس کتاب میں جمع کرنا تھا، اور اسی بات کا انہوں نے التزام کیا تھا، یہی بات اس کتاب کے نام سے بھی مترشح ہوتی ہے "الجامع الصحيح المسند من حديث رسول الله ﷺ وسننه وأيامه". اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ نے فوائدِ فقہیہ اور دیگر نکات کی طرف بھی خصوصی دھیان دیا، اسی بناء پر انہوں نے احادیث کے متون میں سے کئی احکام کا استنباط کیا، جن کو انہوں نے اپنی صحیح میں مذکور ابواب کے تحت مناسب مقامات پر ذکر کیا، فقہی احکام سے شغف کی بناء پر انہوں نے آیاتِ احکام کو بھی ذکر کیا۔

اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے امام محی الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد فقط احادیث کا ذکر کرنا نہیں تھا، بلکہ ان سے فقہی احکام کا استخراج بھی تھا، اور انہیں اُن ابواب کے تحت ذکر کرتے جن ابواب کو انہوں نے فقہی احکام کے لئے مختص کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کئی ابواب کے تحت اسنادِ حدیث ذکر نہیں کرتے بلکہ احادیث کو معلق ذکر کرتے ہیں اس سے ان کا

مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ باب کا جو عنوان ذکر کیا ہوتا ہے اس عنوان میں جس فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اسے ثابت کیا جا سکے، اسے علماء و محدثین "تراجم البخاری" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری کو روایت کرنے والے راویوں میں سے "محمد بن یوسف بن مطر الفربری"، (ان کی روایت اہم ترین گردانی جاتی ہے)، "أبو طلحہ منصور البزدوی"، "إبراہیم بن معقل النسفی"، "حماد بن شاکر"، "أبوذر عبداللہ بن أحمد بن محمد بن عبد الرحمٰن الہروی الحافظ"، "ابن السکن أبو علی سعید بن عثمان الحافظ" اور "الأصیلی أبو محمد عبداللہ بن إبراہیم" قابل ذکر ہیں۔

## صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر فضیلت کے دلائل:

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب کی فضیلت میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں، اس بابت ان کا یہ اتفاق ہی کافی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ سے زیادہ اس فن کے امام تھے، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ سے ہی یہ علم حاصل کیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سندِ صحیح کا دار و مدار اتصالِ سند اور عدالتِ رواۃ پر ہوتا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں راوی امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح میں راویوں سے زیادہ عادل اور شدتِ اتصال رکھنے والے تھے، اس کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

أ. وہ راوی جن سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں روایات نقل کی ہیں ان کی تعداد 435 ہے، ان میں سے ضعیف راویوں کی تعداد 80 ہے، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے جن راویوں کی روایات میں امام بخاری رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے ان کی تعداد 620 ہے، جن میں سے 160 راوی ضعیف ہیں۔ جب کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایت لینے سے اولیٰ و بہتر ہے کہ غیر متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایت نقل کی جائے۔

ب. وہ راوی جو کہ ضعیف ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے روایت کرنے میں تفرد اختیار

کیا ہے تو ایسی صورت میں ان سے کثرتِ روایت نہیں کرتے، جب کہ ان راویوں میں سے کسی راوی کا بھی کوئی انفرادی نسخہ نہیں ہے، کہ جس نسخہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے مکمل یا اس نسخہ میں سے اکثر روایات کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہو، سوائے ''نسخہ عکرمہ رحمہ اللہ بواسطہ ابن عباس رضی اللہ عنہما'' کے۔ بخلاف امام مسلم رحمہ اللہ کے، کہ انہوں نے اکثر ان نسخوں میں سے وہ روایات نقل کی ہیں جن کے راوی متکلّم فیہم (مجروح) ہیں، جیسا کہ جابر رحمہ اللہ کا نسخہ جو أبو الزبیر رحمہ اللہ سے منقول ہے، یا سہیل رحمہ اللہ کا نسخہ جو انہوں نے اپنے والد سے بواسطہ أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے، اسی طرح حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے ثابت رحمہ اللہ سے جو نسخہ نقل کیا ہے۔ تو صحیح مسلم میں ان نسخوں میں سے کافی ساری احادیث منقول ہیں، جو کہ متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے مروی ہیں۔

ت. امام بخاری رحمہ اللہ نے جن متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایت کرتے وقت تفرد اختیار کیا ہے، ان میں سے اکثر وہ راوی ہیں کہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے ملاقات کی ہوئی ہے، اور ان کی احادیث کو بخوبی جانتے ہیں، تو ان کی ضعیف احادیث کو وہ پہچانتے ہیں، بخلاف امام مسلم رحمہ اللہ کے، کہ انہوں نے جن متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایت کی ہے وہ عموماً امام مسلم رحمہ اللہ سے متقدم ہیں جن سے امام مسلم رحمہ اللہ کی ملاقات ممکن نہیں ہے، یہ بات بدیہی طور سے ثابت ہے کہ آدمی اپنے شیخ کی روایات کو دوسرے لوگوں سے بہتر انداز میں جانتا ہے بنسبت ان روایات کے کہ جو گزشتہ زمانوں کے متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایت کی گئی ہوں۔

ث. امام بخاری رحمہ اللہ نے جن متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے روایات کی ہیں، یہ روایات وہ عموماً شواہد و متابعات اور تعلیقات میں ذکر کرتے ہیں، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ ایسے متکلّم فیہم (مجروح) راویوں سے اصول میں روایات ذکر کرتے ہیں، عموماً امام بخاری رحمہ اللہ ان

راویوں کی طرف التفات نہیں کرتے جن راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ متابعات میں روایات ذکر کرتے ہیں، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ ان راویوں سے بھی روایت کرتے ہیں جن راویوں سے امام بخاری رحمہ اللہ متابعات میں روایات ذکر کرتے ہیں، یہی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کو ترجیح وفوقیت حاصل ہے۔

امام بخاری کی صحیح کو فوقیت دینے والی مذکورہ بالا چار وجوہات "عدالتِ رواۃ" سے متعلق ہیں، اگر "اتصالِ سند" کو دیکھا جائے تو:

أ. امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ مذہب ہے بلکہ انہوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اسناد معنعن، اتصال کے حکم میں ہے اگر معنعِن اور معنعن عنہ آپس میں معاصر ہوں، اور اگرچہ ان کا آپس میں کسی جگہ پر جمع ہونا ثابت نہ ہو۔ جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ اسے (عنعنہ) اتصال پر محمول نہیں کرتے جب تک کہ دونوں کا آپس میں ملنا ثابت نہ ہو، اگرچہ ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنا یہ مسلک ومنہج اپنی کتاب "التاریخ الکبیر" میں ذکر کیا ہے اور اسی مذہب پر انہوں نے اپنی صحیح میں عمل بھی کیا ہے۔ چنانچہ اسی بناء پر ان کی کتاب کو ترجیح حاصل ہے۔ تاہم اگر امام مسلم رحمہ اللہ کے اتصال کے حکم کو مان بھی لیں تو یہ بات مخفی نہیں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرطِ اتصال امام مسلم رحمہ اللہ سے زیادہ واضح ہے، اور اسی سبب سے امام بخاری رحمہ اللہ کی شرطِ اتصال قوی ترین ہے۔

ب. صحیح بخاری وصحیح مسلم کی وہ احادیث جن پر تنقید کی گئی ہے ان کی تعداد 210 تک پہنچتی ہے، جن میں سے 80 سے بھی کم روایات امام بخاری رحمہ اللہ کی ہیں، جب کہ باقی کی روایات صحیح مسلم سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جس کی منتقدہ روایات کی تعداد کم ہو وہی راجح کتاب قرار دی جائے گی۔

## امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی صحیح میں شرط:

ابن طاہر رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ذکر فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین جن کے مناہج ذکر کئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ ان محدثین نے اس بات کا ذکر کیا ہو کہ میں اپنی اس تالیف میں اس شرط کے مطابق احادیث ذکر کروں گا یا فلاں شرط کے مطابق ذکر کروں گا، تاہم ان کی کتاب کا فرداً فرداً بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کون کون سے شرائط کو مدنظر رکھ کر کتاب میں احادیث جمع کی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ نے اس بات کی شرط رکھی ہے کہ اِن کتب میں اُن راویوں سے احادیث نقل کی جائیں جن کی توثیق وتعدیل پر اتفاق ہو اور ابتداءِ سند سے صحابی رضی اللہ عنہ تک تمام راوی انہی صفات سے متّصف ہوں، اور ثقات کے مابین اس حدیث کی بابت کسی قسم کا اختلاف بھی نہ پایا جاتا ہو، جب کہ یہ سند متّصل بھی ہو۔ اگر صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ ہوں تو بہتر بات ہے، تاہم اگر ایک بھی راوی صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا موجود ہو اور اس تک سند صحیح طریق سے موجود ہو تو اس کی روایت کو وہ اپنی اپنی صحیح میں ذکر کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ ان راویوں کی احادیث کو بھی اپنی صحیح میں ذکر کرتے ہیں جن کی روایات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی شک وشبہ کی وجہ سے ترک کیا ہوتا ہے۔ تاہم امام مسلم ان کی احادیث کو مطلقاً ذکر نہیں کرتے بلکہ ان کی روایات سے متعلق شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے انہیں ذکر کرتے ہیں، ان میں حماد بن سلمہ رحمہ اللہ، سہیل بن اَبی صالح رحمہ اللہ، داوٗد بن اَبی ہند رحمہ اللہ، اَبو الزبیر رحمہ اللہ اور علاء بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ کی روایات شامل ہیں۔

اس ضمن میں امام حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان روایات کو ذکر کرتے ہیں جن کی اسانید متّصل ہوں، راوی ثقات متقنین ہوں اور اپنے شیوخ کے ساتھ طویل مصاحبت ورفاقت کی صفت سے متّصف ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری رحمہ اللہ اس طبقہ کے

راویوں سے بھی روایات ذکر کرتے ہیں جو مذکورہ بالا طبقہ کے راویوں کے ساتھ تقویٰ و توثیق میں برابر ہوں، تاہم ان کی اپنے شیوخ کے ساتھ مصاحبت و رفاقت اس درجے کی نہ ہو جیسا کہ پہلے طبقہ کے راوی کی ہوتی ہے۔

جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ اس دوسرے طبقہ کی روایات نقل کرتے ہیں، اور کبھی کبھاران راویوں کی روایات بھی ذکر کرتے ہیں جو جرح سے مامون نہیں پائے گئے ہوتے، تاہم ان کی اپنے شیوخ کے ساتھ مصاحبت و رفاقت طویل ہوتی ہے، تو اس مصاحبتِ طویلہ کی بناء پر ان کے مجروح ہونے کو نظر انداز کر کے ان کی روایت کو قبول کر لیتے ہیں، جیسا کہ حماد بن سلمہ رحمہ اللہ کی روایات جب وہ ثابت البنانی رحمہ اللہ اور أیوب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔

امام حازمی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ صحیح کے مؤلفین کا یہ مسلک ہے کہ اپنے شیوخ میں سے عادل راویوں سے روایت کریں اور اُن کے شیوخ بھی عدالت کے مرتبہ پر فائز ہوں۔ اُن میں سے بعض سے روایات صحیح ہوتی ہیں جس کی بناء پر ان کی روایات کا ذکر کرنا لازم و صحیح ہوتا ہے، جب کہ بعض روایات صرف متابعات و شواہد کے تحت ہی ذکر کی جاتی ہیں، اس ضمن میں بہت گہرائی سے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ راویوں کے طبقات کی معرفت بھی از حد ضروری ہوتی ہے۔ اس کی مزید وضاحت ہم مثال کے ذریعے سے کرتے ہیں کہ جیسے محدثین کے مطابق امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تقریبًا پانچ طبقات ہیں، اور ہر طبقہ کی اپنی الگ خصوصیات و ممیزات ہیں۔

تو جو راوی پہلے طبقہ سے ہوں وہ صحت کے اعلیٰ معیار سے تعلق رکھتے ہیں، اور اسی طبقہ کے راویوں کی روایات امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اولین ہے۔ دوسرے طبقہ کے راوی پہلے طبقہ کے راویں کے ساتھ عدالت میں مشترک ہیں، تاہم طبقہ اولی کے راوی حفظ و ضبط اور اتقان کے ساتھ ساتھ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ مصاحبت و رفاقت سے بھی متّصف ہوتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ سفر و حضر میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ جب کہ طبقہ ثانیہ کے شاگرد امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ

مصاحبت و رفاقت سے متّصف نہیں ہوتے بلکہ کچھ ہی زمانہ ان کی صحبت میں گزارا ہوتا ہے، تو امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کے ساتھ زیادہ ممارست نہیں ہوتی، اور اتقان میں بھی طبقہ اولٰی سے مرتبہ میں کم ہوتے ہیں، اور یہی امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے راوی ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اس کتاب کی تصنیف سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد صحیح احادیث کو جمع کرنا تھا۔ اس کے لئے ان کے نزدیک شرط یہ تھی کہ سند حدیث کے ہر راوی نے اپنے شیخ کے ساتھ معاصرت کی ہو اور اس بات کا ثبوت ہو کہ اس راوی کا اپنے شیخ کے ساتھ لقاء ثابت ہے اگر چہ ایک ہی بار کیوں نہ ہو، تاکہ اتصال سند کا حکم لگایا جا سکے، اس کے ساتھ ساتھ عدالت اور ضبط بھی کامل درجے کا ہو، جب کہ اس کی روایت شذوذ اور علتِ قادحہ سے بھی پاک ہو، جیسا کہ صحیح حدیث کی بنیادی شرائط ہیں۔

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ بکثرت تکرارِ احادیث و تقطیع کرتے پائے گئے ہیں، اس کے کئی اسباب ہیں:

أ. متن یا سند میں کسی قسم کے اضافی فائدہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

ب. روایت کسی ایک صحابی سے مذکور ہو اور اسے کسی دوسرے صحابی سے ذکر کرنے کے واسطے اس کو تکرار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

ت. کسی روایت کو انہوں نے عنعنہ کے ساتھ ذکر کیا ہو تاہم دوبارہ ذکر کرنے میں سماع کی تصریح ہو۔

انہی وجوہات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام أبو الفضل محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ایک روایت کو مختلف مقامات پر ذکر کرتے ہیں، اور ہر باب میں اس کی الگ سے سند ذکر کرتے ہیں، اور اگر ایک ہی طریق سے حدیث کا استخراج کریں تو اس میں تصرف فرماتے

ہیں، کبھی اسے موصول ذکر کر دیتے ہیں اور کبھی اسے معلق ذکر کرتے ہیں، کبھی اس روایت کو مکمل ذکر کرتے ہیں اور کبھی اسے مختصر ذکر کرتے ہوئے روایت کا صرف وہی حصہ ذکر کرتے ہیں جو کہ اس باب کے عنوان کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے، اگر متنِ حدیث بہت سارے کلمات پر مشتمل ہو کہ ایک جملہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نظر نہ آتا ہو تو اس سے امام بخاری رحمہ اللہ کا حسنِ استنباط اور فقہی گہرائی چھلکتی نظر آتی ہے۔

ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایک ہی روایت کو متعدّد مقامات پر ایک ہی سند و متن سے ذکر کرتے ہوں، بلکہ وہ اکثر کوشش کرتے ہیں کہ ایک ہی روایت کو مختلف طرق سے نقل کریں، مثلاً کبھی ایک روایت کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں تو دوبارہ وہی روایت کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ سے ذکر کرتے ہیں تاکہ روایت کو غرابت کی تعریف میں داخل ہونے سے بچایا جائے، اسی طرح بعینہ یہی کام وہ صحابہ کے بعد دوسرے تیسرے طبقہ کے راویوں کے ساتھ بھی کرتے نظر آتے ہیں، جس کی بدولت علمِ حدیث سے عدمِ مناسبت رکھنے والے اہل علم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تکرار ہے جب کہ وہ تکرار نہیں ہوتی بلکہ کسی زائد فائدہ کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ اس اسلوب کو اختیار کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں فقہی فوائد اور نکات کی طرف خصوصی توجہ دی ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے متونِ احادیث سے مختلف معانی و احکام کا استخراج کیا ہے، جن معانی و احکام کو وہ مختلف ابواب کی مناسبت سے وہاں ذکر کرتے ہیں، اور وہاں وہ آیاتِ احکام کی طرف بھی خصوصی التفات کرتے نظر آتے ہیں، تاہم کئی مقامات پر وہ باب کے تحت حدیث کی سند ذکر نہیں کرتے، بلکہ صرف ایک ہی راوی کا نام ذکر کر کے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں، اور کبھی تو صرف متن ہی ذکر کر دیتے ہیں اور سند بالکل بھی ذکر نہیں کرتے، اسی طرح اکثر وہ معلقات ذکر کرتے ہیں تاکہ ترجمہ باب میں مذکور فقہی حکم کو ثابت کر سکیں، تاہم حدیث کی طرف صرف اشارہ فرما دیتے ہیں جو کہ انہوں نے مذکورہ باب کے متّصل ہی کہیں قریب ذکر کی ہوتی ہے۔

## تراجم امام بخاری رحمہ اللہ:

امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں تراجمِ ابواب عموماً نصوص اور مشکل احادیث پر مشتمل ہوتے ہیں، اور ان ابواب کے لئے عناوین کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کتبِ روایت کے مصنفین میں سے امام بخاری رحمہ اللہ تراجم ابواب کے بارے میں انتہائی مشہور ہیں، اس سلسلے میں وہ انتہائی دقتِ نظر سے کام لیتے ہیں، تراجم ابواب میں امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ احادیث کے بارے میں اپنے فہم وفقہ کو اپنے اجتہاد کے مطابق ذکر کرتے نظر آتے ہیں، نیز ابواب کے عناوین میں اُن روایات کے مناسب آیات قرآنیہ بھی ذکر کرتے نظر آتے ہیں جس سے باب کی وضاحت نکھر کر سامنے آتی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے اسی دقتِ نظر اور رفعتِ اجتہاد کے پیش نظر علماء و محدثین نے ان کے تراجم ابواب کے متعلق مشہور زمانہ قول ارشاد فرمایا: "إن فقه البخاري في تراجمه"۔ کیونکہ انہی عناوین سے امام بخاری رحمہ اللہ کی علمی فراست و جلالت واضح ہوتی ہے، اور ان کے تفقہ پر رہنمائی حاصل ہوتی ہے جس کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ دیگر ائمہ محدثین پر امتیازی شان رکھتے ہیں۔

## صحیح بخاری میں تراجمِ بخاری کی تین أنواع ہیں:

### نوعِ اول: تراجم ظاهرة

اس سے مراد وہ تراجم ہیں جن پر اس باب میں مذکور حدیث واضح طور سے دلالت کرتی ہو، حدیثِ باب اور تراجمِ باب میں مطابقت اس طور سے واضح ہو کہ قاری کو کسی قسم کی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے کہ حدیثِ باب اور ترجمہ باب میں کس قسم کی مناسبت ہے، اور عموماً ایسا ترجمہ باب احادیثِ باب کے ہی کسی لفظ یا اس کے معنیٰ سے ترتیب دیا گیا ہوتا ہے۔

اس کی بہترین مثال امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ باب ہے: "بَابٌ: عَلاَمَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ" جس کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت نقل کی ہے: "حَدَّثَنَا أَبُو الوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: آيَةُ الإِيمَانِ حُبُّ الأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الأَنْصَارِ".

## نوعِ ثانی: تراجم خفیہ (مستنبطہ)

اس سے مراد وہ تراجم ہیں جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ باب میں وارد حدیث سے مستنبط کرتے ہیں، جب کہ طالب علم کو پہلی فرصت میں مذکورہ حدیث اور باب کے عنوان کے درمیان کسی قسم کی مناسبت محسوس نہ ہورہی ہو، جس کی وجہ سے اسے ان تراجم پر غور وفکر کی ضرورت پڑتی ہے، تاکہ ترجمہء باب اور حدیثِ باب میں مناسبت جان سکے، اس قسم کے تراجم کی وضاحت کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ کا "كِتَابُ الأَذَانِ" میں یہ قول ملاحظہ ہو: "بَابٌ: أَهْلُ العِلْمِ وَالفَضْلِ أَحَقُّ بِالإِمَامَةِ"، اس باب کے تحت انہوں نے متعدّد طرق کے ساتھ باہم متقارب الفاظ سے نبی کریم ﷺ کے مرض سے متعلق حدیث ذکر کی ہے، جس میں انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بناکر لوگوں کا امام بنادیا تاکہ انہیں نماز پڑھائیں، اور اس میں عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول بھی ذکر ہے، "إِنَّهُ رَجُلٌ رَقِيقٌ، إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ، قَالَ: مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ"، مذکورہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان تمام لوگوں پر فوقیت دی جو کہ آواز کے لحاظ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قوت والے تھے، جب کہ یہ بات معلوم ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ علم وفضل والے تھے، جیساکہ دیگر دلائل سے بخوبی واضح ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ علم و فضل کی وجہ سے کسی بھی شخص کو امامت کے لئے تقدم و فوقیت حاصل ہے، اسی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے باب باندھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجمِ ابواب کی اس دوسری نوع کے کئی مقاصد ہوتے ہیں اور اس نوع کے ترجمہء باب کے ذکر کرنے میں ان کے مختلف اسالیب ہیں:

أ. کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ باب کا عنوان کسی حدیثِ مرفوع سے باندھتے ہیں، جو کہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی جب کہ باب کے تحت ایسی روایت بیان کرتے ہیں جو ان کی شرط کے موافق ہوتی ہے اور حدیثِ باب کے لئے شاہد کا درجہ رکھتی ہے۔

ب. کبھی ایسی روایت سے باب کا عنوان باندھتے ہیں جو کہ ان کی شرط کے مطابق نہیں ہوتی، لیکن اس سے وہ کوئی فقہی مسئلہ کا استنباط کرنا چاہتے ہیں، تو اس مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں یا عموم بیان کرتے ہیں۔

ت. کبھی باب کا ایسا عنوان باندھتے ہیں کہ جو کسی امام یا فقیہ کے مذہب کی طرف اشارہ کر رہا ہوتا ہے، اور اس کے تحت ایسی روایت بیان کرتے ہیں جو اُس مذہب پر دلالت کر رہی ہوتی ہے تاہم اِس مذہب کی ترجیح بالکل بھی مقصود نہیں ہوتی۔

ث. کبھی ایسے مسئلہ کو باب کا عنوان بناتے ہیں کہ جس میں احادیث مختلف ہوتی ہیں، تو اس میں پھر احادیث کو بمعہ اختلاف کے بیان کرتے ہیں، تاکہ فقیہ کو ان دونوں مختلف فیہ احادیث سے قریب کر سکیں، جیسا کہ انہوں نے "بَابُ خُرُوجِ النِّسَاءِ إِلَى البَرَازِ" میں دونوں مذاہب کی احادیث ذکر کیں، اور مذکورہ باب کے تحت مختلف فیہ احادیث لائے۔

ج. کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے بارے میں دلائل میں تعارض نظر آتا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس ان کے درمیان تطبیق کی کوئی صورت موجود ہوتی ہے، تو اس تطبیق کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے باب کا عنوان باندھتے ہیں مثال کے طور پر "بَابُ خَوْفِ المؤْمِنِ مِنْ أَنْ يَحْبَطَ عَمَلُهُ وَهُوَ لاَ يَشْعُرُ" کہ اس کے تحت وہ "سِبَابُ المسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ" والی حدیث ذکر کرتے ہیں۔

ح. کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی ایک باب میں بہت ساری احادیث بیان کرتے ہیں جن میں سے ہر حدیث ترجمہء باب پر دلالت کرتی ہے، پھر اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کو ان میں سے کسی ایک حدیث میں زائد فائدہ نظر آتا ہے، جو کہ اُس حدیث میں نہیں پایا جاتا جس کے لئے باب کا عنوان باندھا گیا ہوتا ہے، تو یہاں وہ صرف "باب" کا لفظ لکھ دیتے ہیں، تاہم یہاں یہ مراد نہیں ہوتی کہ پچھلا باب ختم ہو گیا اور اگلا باب شروع ہو گیا ہے، بلکہ یہاں

"باب" لفظ دیگر اہل علم کے نزدیک "تنبیہ" کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یعنی جیسا کہ دیگر اہل علم اپنی تصانیف میں "تنبیہ" استعمال کرتے ہیں امام بخاری وہاں "باب" استعمال کرتے ہیں۔

خ. کبھی کبھار وہ لفظ "باب" کو محدثین کے قول "وبھذا الإسناد" کے قائم مقام ذکر کرتے ہیں، اور یہ عموماً وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں دو احادیث کسی ایک سند سے آ رہی ہوں، یا اُس مقام پر جہاں ایک حدیث دو اسانید کے ساتھ ذکر کر رہے ہوں، مثال کے طور پر "بَابُ ذِكْرِ المِلاَئِكَةِ" کہ یہاں پر طویل کلام کرتے ہیں اور پھر حدیث "المِلاَئِكَةُ يَتَعَاقَبُونَ مَلاَئِكَةٌ بِاللَّيْلِ، وَمَلاَئِكَةٌ بِالنَّهَارِ، وَيَجْتَمِعُونَ فِي صَلاَةِ الفَجْرِ، وَصَلاَةِ العَصْرِ، ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ الَّذِينَ بَاتُوا فِيكُمْ، فَيَسْأَلُهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ، فَيَقُولُ: كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِي، فَيَقُولُونَ: تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّونَ، وَأَتَيْنَاهُمْ يُصَلُّونَ" بروایت "شُعَيْبٌ، حَدَّثَنَا أَبُو الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ" ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد "بَابُ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ: آمِينَ وَالمَلاَئِكَةُ فِي السَّمَاءِ، آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ" ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے تحت "أَمَا عَلِمْتِ أَنَّ المَلاَئِكَةَ لاَ تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ صُورَةٌ، وَأَنَّ مَنْ صَنَعَ الصُّورَةَ يُعَذَّبُ يَوْمَ القِيَامَةِ يَقُولُ: أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ" والی روایت ذکر کرتے ہیں تو گویا کہ ایک سند سے دو احادیث بیان کرتے ہیں۔

د. امام بخاری رحمہ اللہ اکثر اوقات تراجمِ ابواب میں اہلِ سیر کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جیسا کہ اہلِ سیر کسی روایت کے طرقِ حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس واقعہ کی خصوصیات کا استنباط کرتے ہیں، تو امام بخاری رحمہ اللہ بھی اس فعل کو کرتے نظر آتے ہیں، جس کی بناء پر اس منہج سے عدمِ فہم کی بناء پر علماء یہاں تعجب کا اظہار کرتے پائے جاتے ہیں۔

ذ. اکثر اوقات اختلافی مسائل میں باب کا عنوان سوال کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اور اس باب کے تحت وہ احادیث ذکر کرتے ہیں کہ جن احادیث سے اس اختلافی مسئلہ

میں امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک قولِ راجح کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ”بَابٌ: مَتَى يَصِحُّ سَمَاعُ الصَّغِيرِ“ کہ اس کے تحت وہ دو احادیث ذکر کرتے ہیں:

- **عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث:** ”حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَالِكٌ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الِاحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم يُصَلِّي بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، وَأَرْسَلْتُ الْأَتَانَ تَرْتَعُ، فَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكَرْ ذَلِكَ عَلَيَّ“.

- **اور دوسری حدیث محمود بن الربیع رضی اللہ عنہ کی ہے** ”حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنِي الزُّبَيْدِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ الرَّبِيعِ، قَالَ: عَقَلْتُ مِنَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم مَجَّةً مَجَّهَا فِي وَجْهِي وَأَنَا ابْنُ خَمْسِ سِنِينَ مِنْ دَلْوٍ“.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ یہاں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہاں ”بلوغ کا تحملِ حدیث کے لئے شرط نہ ہونے“ پر استدلال ہے۔

## نوع ثالث: تراجم مرسلہ

اس قسم کے تراجم مطلق ذکر کئے گئے ہیں، جن میں کسی قسم کا جملہ یا کلمہ بالکل بھی استعمال ہی نہیں کیا گیا ہوتا، اور امام بخاری رحمہ اللہ فقط کلمہ ”باب“ ذکر کر کے اس کے ساتھ کسی قسم کے جملے کا اضافہ نہیں فرماتے اور نہ ہی اس باب کا کوئی عنوان ذکر کرتے ہیں۔

اس قسم کے تراجم امام بخاری رحمہ اللہ عموماً دو حالات میں استعمال کرتے ہیں:

**پہلی حالت:** اس سے مراد وہ حالت ہوتی ہے کہ جب بعض احادیث پچھلے باب کے لئے بطور فصل ذکر کی جاتی ہیں، یعنی مذکورہ باب کی احادیث گزشتہ باب کے مضمون و احادیث کے لئے بطور تکملہ ہوتی ہیں،

بایں طور کہ اگر مذکورہ "ترجمہ مرسلہ" موجود نہ ہوتا تو آنے والی احادیث گزشتہ احادیث کا ہی تسلسل محسوس ہوتیں، گویا کہ یہ "ترجمہ مرسلہ" گزشتہ باب کے لئے ایک فصل کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ درمیان میں باب اس وجہ سے لاتے ہیں کہ کسی اضافی فائدہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے، یا قاری کو اس حدیث کی اہمیت کی طرف تنبیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

اس کی بہترین مثال امام بخاری رحمہ اللہ کا "كِتَابُ التَّيَمُّمِ" میں "بَابٌ: التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ" ہے، جس کے آخر میں حدیث ذکر کرتے ہیں، "إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ هَكَذَا. وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ وَاحِدَةً". اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ "باب" ذکر کرتے ہیں اور اس کا عنوان ذکر کئے بغیر اس میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرتے ہیں، "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَأَى رَجُلًا مُعْتَزِلًا لَمْ يُصَلِّ فِي الْقَوْمِ، فَقَالَ: يَا فُلاَنُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تُصَلِّيَ فِي الْقَوْمِ؟ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَصَابَتْنِي جَنَابَةٌ وَلاَ مَاءَ، قَالَ: عَلَيْكَ بِالصَّعِيدِ فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ".

تو مذکوہ باب کو بلا عنوان ذکر کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں حدیث ذکر کی، جس کا موضوع گزشتہ باب کے موضوع سے مطابقت رکھتا ہے، بایں طور کہ پچھلے باب میں تیمم کی ضربات کے متعلق حدیث بیان کی گئی ہے، جب کہ مذکورہ باب میں وہ حدیث بیان کی گئی ہے کہ جس میں مٹی سے تیمم کا ذکر ہے، اگرچہ اس بات کی کسی قسم کی تحدید نہیں ذکر کی گئی کہ کتنی ضربات ہونی چاہئیں، تاہم ضربات کی تعداد کے عدم تقیید کی بناء پر یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی ہے کہ کم از کم ایک بار تو ضرب متعیّن ہے، اور وہی واجب ہے۔

یعنی دونوں ابواب کی احادیث کے مضامین ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں، تاہم بعد میں آنے والی حدیث میں چونکہ تیمم کی ضربات متعیّن طور سے ذکر نہیں ہیں اس بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کو الگ الگ ابواب میں ذکر کیا۔ اور دوسرے باب کو بلا عنوان ذکر کیا۔

**دوسری حالت:** ایسے تراجمِ ابواب کہ جن کا گزشتہ باب سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ ہو، تاہم ان کا

"کتاب" مذکور سے تعلق بنتا ہو، یعنی مذکورہ باب کے تحت وارد شدہ روایت کا اس کتاب کے موضوع سے تعلق بنتا ہو، جس کتاب کے تحت یہ ابواب ذکر کئے گئے ہیں۔ اس کی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کا "كِتَابُ الصَّلاَةِ" کے تحت "بَابُ إِدْخَالِ البَعِيرِ فِي المَسْجِدِ لِلْعِلَّةِ" میں حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے، "قَالَتْ: شَكَوْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي أَشْتَكِي قَالَ: طُوفِي مِنْ وَرَاءِ النَّاسِ وَأَنْتِ رَاكِبَةٌ فَطُفْتُ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُصَلِّي إِلَى جَنْبِ البَيْتِ.... "اس کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے اگلا باب بغیر کسی عنوان کے ذکر کیا، اور اس میں حدیث انس رضی اللہ عنہ ذکر فرمائی: "أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي لَيْلَةٍ مُظْلِمَةٍ، وَمَعَهُمَا مِثْلُ المِصْبَاحَيْنِ يُضِيئَانِ بَيْنَ أَيْدِيهِمَا، فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلِّ وَاحِدٍ، مِنْهُمَا وَاحِدٌ حَتَّى أَتَى أَهْلَهُ".

یہاں دیکھا جائے تو دونوں ابواب میں کسی قسم کی مطابقت نہیں پائی جا رہی، جس کی وجہ سے مذکورہ بلا عنوان باب پچھلے باب کے لئے بطور فصل نہیں گردانی جا سکتی، تاہم یہ بات ملاحظہ کی جا سکتی ہے کہ سابقہ ابواب "مساجد" سے متعلق ہیں، جب کہ یہ روایت جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۂ مرسلہ میں ذکر کی ہے، وہ بھی اندھیرے و تاریکی میں مساجد کی طرف جانے کی فضیلت سے متعلق ہے، اسی بنیاد پر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یہاں ذکر کیا ہے۔

## صحیح بخاری میں معلقات:

معلقات "معلق" کی جمع ہے، اس سے محدثین یہ مراد لیتے ہیں کہ کسی بھی روایت کی سند کا ابتدائی حصہ (مصنف کی طرف سے) میں سے ایک یا زیادہ راوی ساقط ہوں، یعنی مصنف نے اپنے شیخ کو ساقط کیا ہو یا مکمل سند ساقط کر کے آخری راوی (صحابی) رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ ﷺ سے روایت ذکر کر دی ہو۔

صحیح بخاری میں معلقات کی تعداد (1341) ہے، جن میں سے اکثر اسی صحیح بخاری میں دوسرے مقامات پر موصول ذکر ہیں، جب کہ باقی معلقات جو کہ صحیح بخاری میں موصول ذکر نہیں ہیں، انہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی ایک کتاب "تغليق التعليق على صحيح البخاري" میں موصول ذکر کیا

ہے، جن کی تعداد (159) ہے، اور اس کے ساتھ متابعات اور موقوفات کو بھی شامل فرمایا ہے، اس کتاب کی تلخیص حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ شرح بخاری "فتح الباري شرح صحيح البخاري" کے مقدمہ میں ذکر کی ہے۔

ان معلقات کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ ایسی روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ کبھی "صیغہء جزم" کیساتھ ذکر کرتے ہیں، جیساکہ "قال"، اور کبھی "صیغۂ تمریض" کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جیساکہ "يُذكر".

معلقات کے بارے میں بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ احادیثِ صحیحہ کے قبیل سے ہیں اگرچہ یہ متّصل احادیث کے درجہ تک نہیں پہنچتیں، اور بعض دیگر علماء فرماتے ہیں کہ جن معلقات کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ جزم کا صیغہ استعمال کریں تو وہ صحیح ہوں گی اور جن معلقات کو وہ صیغہء تمریض کے ساتھ ذکر کرتے ہیں وہ غیر صحیح ہیں، تاہم یہ دونوں اقوال مطلقاً صحیح نہیں ہیں۔

یہاں یہ بات مد نظر رکھنی چاہئے کہ صحیح بخاری میں معلق احادیث کی دو اقسام ہیں:

**قسم اول:** بعض معلقات ان میں سے نبی کریم ﷺ تک مرفوع ذکر ہوتی ہیں۔

**قسمِ ثانی:** بعض ان میں سے موقوف ذکر ہوں گی، تو "مرفوع معلقات" کا الگ حکم ہے اور "موقوف معلقات" کا الگ حکم ہے۔ یہاں پہلے ہم "موقوف معلقات" کا حکم ذکر کرتے ہیں:

## معلقات موقوفہ

موقوف معلقات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر پورا نہیں اترتیں، تاہم بعض اوقات ہم امام بخاری رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان موقوف معلقات کو صیغہء جزم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اگرچہ یہ معلقات موقوفہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اس صحت کی شرط کے مطابق مکمل نہیں ہوتیں جو شرط انہوں نے صحیح بخاری میں روا رکھی ہے۔ یعنی موقوفات معلقہ میں سے جو صحیح ہوتی ہیں انہیں امام بخاری رحمہ اللہ صیغہء جزم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اگرچہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اپنی شرط پر پورا

نہ بھی اتر رہی ہوں، اور اگر کسی روایت کی سند میں ضعف یا انقطاع ہو تو اسے وہ جزم کے صیغہ کے ساتھ ذکر نہیں کرتے، لیکن اگر اس ضعف کا کوئی جبیرہ اور ازالہ ممکن ہو تو پھر امام بخاری رحمہ اللہ اسے جزم کے صیغہ سے ذکر کر دیتے ہیں، مثلاً دوسرے طریق سے اس روایت کو ذکر کرنا اور یا اُس قائل کی شہرت کی وجہ سے اسے جزم کے صیغہ کے ساتھ ذکر کر دیتے ہیں۔ موقوفات میں سے صحابہ و تابعین کے اقوال اور آیات کی تفاسیر میں صحابہ و تابعین کی آراء کو امام بخاری رحمہ اللہ اس وقت ذکر کرتے ہیں جب محدثین کے مابین اختلافی مذاہب میں سے مختار قول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

## معلقات مرفوعہ

معلق اگر مرفوعات کے قبیل سے ہوں تو اس کی پھر دو قسمیں ہیں:

**أول:** یا تو صیغۂ جزم کے ساتھ ذکر کی گئی ہوں گی۔ (معلقات مرفوعہ مجزومہ)

جزم کے صیغہ سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت ذکر کرتے وقت فعل معروف کے صیغے استعمال میں لائیں جیسے: "قال رسول الله"، یا "قال ابن عباس : قال رسول الله كذا"، یا "قال مسروق : عن عائشة عن النبي كذا"، یا "ذكر فلان كذا" یا اس جیسی دیگر عبارات استعمال کی جائیں جو کہ معروف صیغوں سے عبارت ہوں۔

**ثانی:** اور یا یہ معلقات صیغۂ تمریض کے ساتھ ذکر کی گئی ہوں گی۔

تمریض کے صیغہ سے مراد یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ روایت ذکر کرتے وقت فعلِ مجہول کے صیغے استعمال میں لائیں جیسے: "قيل"، یا "يُذكر"، یا "يُروى"، یا اس جیسی دیگر عبارات استعمال کی جائیں جو کہ مجہول صیغوں سے عبارت ہوں۔

اگر صیغۂ جزم کے ساتھ مذکور ہوں تو پھر دو حالات سے خالی نہ ہوں گی یعنی (معلقات مرفوعہ مجزومہ) دو حالات سے خالی نہ ہوں گی:

- کہ یہ مرفوع معلق اسی صحیح بخاری میں دوسری جگہ موصول ذکر کی گئی ہو۔

- یہ مرفوع معلق اسی صحیح میں معلق ہی ذکر کی گئی ہو اور موصول ذکر نہ کی گئی ہو۔

ان تمام اعتبارات کو دیکھا جائے تو معلقات کی چار اقسام بنتی ہیں اور ہر قسم کا حکم مختلف ہے:

1. معلقات مرفوعہ مجزومہ موصولہ
2. معلقات مرفوعہ مجزومہ غیر موصولہ
3. معلقات مرفوعہ ممرضہ موصولہ
4. معلقات مرفوعہ ممرضہ غیر موصولہ

یہاں ہم ان چاروں اقسام کا حکم تفصیل کے ساتھ الگ الگ بیان کریں گے۔

## 1. معلقات مرفوعہ مجزومہ موصولہ

اگر معلق مرفوع ہو، صیغہ ء جزم کے ساتھ ذکر ہو اور صحیح بخاری میں دوسرے مقام پر موصول ذکر ہو تو یہاں کچھ اسباب کی بناء پر اسے معلق ذکر کیا گیا ہوتا ہے:

أ. کبھی تو اس روایت کو معلق ذکر کرنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ جیسا ہم نے ذکر کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج یہ ہے کہ وہ کسی فائدہ کے بغیر تکرارِ حدیث نہیں فرماتے، تو چونکہ ایک بار انہوں نے موصول ذکر کی ہوتی ہے اس وجہ سے دوبارہ اسے معلق ہی ذکر کرتے ہیں۔

اسے محدثین اپنی اصطلاح میں "ضيق المخرج" سے تعبیر کرتے ہیں، تو جب امام بخاری رحمہ اللہ کے پاس کسی قسم کی اضافی سند یا متن نہ ہو تو پھر اُسی حدیث کو وہ معلق ذکر کر دیتے ہیں۔ تاہم جب کہیں انہیں کوئی اضافی فائدہ محسوس ہو تو وہاں وہ نئی سند یا نیا متن پیش کرتے ہیں۔ تو معلق ذکر کرنے سے گویا وہ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ میں تکرار پسند نہیں کرتا۔

ب. اور کبھی اختصار کی بناء پر احادیث کو معلق ذکر کر دیتے ہیں، یعنی کبھی وہ کسی متنِ حدیث کو مختصر ذکر کرتے ہیں یا اس میں تصرف کرتے ہیں تو پھر اس تصرف کے سبب سے اس حدیث کو

دوبارہ اسی سندِ متّصل کے ساتھ ذکر نہیں کرتے۔ یہ تو ان روایات کا حکم ہے جو "معلق مرفوع" ہوں اور صحیح میں دوسرے مقام پر وہ موصول ذکر کی گئی ہوں۔

## 2. معلقات مرفوعہ مجزومہ غیر موصولہ

دوسری قسم وہ ہے کہ جو "معلقات مرفوع" ہوں اور صیغہء جزم کے ساتھ ذکر ہوں اور صحیح میں صرف معلق ہی واقع ہوں اور دوسرے مقام پر موصول ذکر نہ ہوں تو اس سے اُس مذکورہ روایت کی اُس راوی تک جس راوی پر اس روایت کو معلق کیا گیا ہے، صحت ثابت ہوتی ہے۔ تاہم جو راوی اس سند میں ظاہراً نظر آرہے ہوں گے ان کے بارے میں مکمل جانچ پڑتال ضرور کرنا ہوگی، جس کی بناء پر کچھ روایات امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق پورا اتریں گی اور بعض دیگر روایات امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں ہوں گی۔ جو روایات شرط کے مطابق پورا اترتی ہوں اور صحیح بھی ہوں پھر بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا ان روایات کی اسانید کو ذکر نہ کرنا طوالت کے خوف سے ہوتا ہے تاہم یہ نادر ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح اگر روایت امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق ہوئی اور اس کے باوجود اسے وہ معلق ذکر کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس روایت کے قائم مقام کوئی دوسری روایت ذکر کی ہوگی، تو سیاق کے لحاظ سے وہ اس بات سے مستغنی قرار پاتے ہیں کہ اس روایت کو موصول ذکر کریں، بلکہ اسے اختصار کے سبب تعلیق کے صیغہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اسی طرح کبھی یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے شیخ سے سنی نہیں ہوتی، یا سنی تو ہوتی ہے لیکن اس روایت کے بارے میں شک میں مبتلا ہوئے ہوتے ہیں، یا اپنے شیخ سے بحیثیت "مذاکرہ" کے سنی ہوتی ہے، تو ان امور کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو موصول ذکر نہیں کرتے۔

اس کی مثال وہ حدیث ہے جس میں ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ اور شیطان کا واقعہ مذکور ہے، جس میں شیطان نے أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کو فضائل آیت الکرسی سکھلائے، حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت اپنے شیخ سے معلق ذکر کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ الهَيْثَمِ، حَدَّثَنَا

عَوْفٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: وَكَّلَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَأَتَانِي آتٍ ...".

یہاں امام بخاری رحمہ اللہ "قال" ذکر کرتے ہیں، اور اپنی صحیح بخاری میں وہ دیگر مقامات پر بھی جب عثمان بن الہیثم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں تو "قال" کا لفظ استعمال کرتے ہیں، یہاں علماء اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے شیخ عثمان رحمہ اللہ سے روایت سننے میں قطعیت کا ثبوت نہیں پایا، تاہم انہیں اس بات کا ادراک تھا کہ ان کے شیخ عثمان رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کی ہے، یا انہیں اپنے شیخ سے سماع میں شک ہوا، جس کی وجہ سے انہوں نے اسے **معلق** ذکر کیا اگرچہ اس روایت کی سند اصح الصحیح گردانی جاتی ہے۔

اسی طرح اس روایت کی مثال جس میں امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث **معلق مرفوع** ذکر کی ہو اور صیغہ جزم کے ساتھ ذکر ہو، اگرچہ حدیث صحیح ہو لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے موافق نہ ہو تو اس کی **مثال حدیث عائشہ** رضی اللہ عنہا ہے: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ"، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے قطعیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور **معلق** ذکر کیا ہے اگرچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ روایت موصول ذکر کی ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے اس وجہ سے موصول ذکر نہیں کیا کہ مذکورہ روایت ان کی شرط کے مطابق نہیں تھی۔ تو روایت اگرچہ صحیح ہے تاہم ان کی شرط کے مطابق نہ تھی اس وجہ سے اپنی صحیح میں ذکر نہ کی تاکہ اعتراض کا موقع نہ ملے۔

اسی طرح کبھی یہ حدیث صحیح ہو گی لیکن امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق بھی نہ ہو گی، اور اس کی صحت میں علماء کا اختلاف ہو گا، یا کبھی یہ حدیث حسن لذاتہ کے مرتبہ پر ہو گی اس وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے **معلق** ذکر کیا ہو گا۔ یا کبھی یہ حدیث حسن لغیرہ کے مرتبہ پر ہو گی یعنی اس میں ضعف ہو گا تاہم اس کا ضعف شواہد و متابعات کی بناء پر ڈھانپ لیا گیا ہو گا تو اسے بھی امام بخاری رحمہ اللہ **معلق** ذکر کرتے ہیں۔ یعنی وہ مرفوع **معلق** روایات کہ جو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر پورا نہیں ہوتیں، تو ان کو **معلق** ذکر

کرنے میں سبب یہ ہو گا کہ ان میں سے کئی روایات ان کے علاوہ محدثین کی شرط کے موافق ہوں گی، اور کبھی یہ روایت حسن کے درجہ میں ہوگی، اور کبھی یہ روایت ضعیف ہوگی لیکن یہ ضعف راویوں میں جرح کی بناء پر نہیں ہو گا بلکہ سند میں کسی قسم کے خفیف سے انقطاع کی بنیاد پر اس میں ضعف در آیا ہو گا۔

اس تمام تفصیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جن احادیث کو معلق ذکر کیا ہو اور اسے صیغہء جزم کے ساتھ ذکر کیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہو گا کہ یہ روایات مطلقاً صحیح ہیں، بلکہ:

- ان میں سے بعض صحیح ہوں گی جو کہ اسی صحیح بخاری میں دوسری جگہ موجود ہوں گی۔
- اور بعض صحیح ہوں گی اور صحیح مسلم میں پائی جائیں گی۔
- اور بعض صحیح ہوں گی تاہم صحیح بخاری و صحیح مسلم کے علاوہ کتبِ حدیثیہ میں پائی جائیں گی۔
- اور بعض ان میں حسن ہوں گی جب کہ بعض ان میں سے ضعیف بھی ہوں گی۔

گویا کہ امام بخاری رحمہ اللہ جب کسی معلق روایت کو مجزوم ذکر کرتے ہیں تو یہ فرما رہے ہوتے ہیں کہ میں نے جس راوی پر روایت کو معلق کیا ہے وہاں تک مجھے یقین ہے، اس کے بعد کے راویوں کے حالات کو آپ خود جانچ لیں اور اگر شرائطِ صحیح پر پورا اتریں تو قبول کریں بصورت دیگر اسے معلول قرار دیں۔

اس کی مثال کے لئے امام بخاری رحمہ اللہ کا ”كِتَابُ الزَّكَاةِ“ میں قول ملاحظہ ہو: ”قَالَ طَاوُسٌ: قَالَ مُعَاذٌ رضی اللہ عنہ لِأَهْلِ اليَمَنِ: ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ -أَوْ لَبِيسٍ- فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِينَةِ“، یہاں جب امام بخاری رحمہ اللہ نے طاؤس رحمہ اللہ کا نام قطعیت سے لیا تو اس کا مطلب ہے کہ طاؤس رحمہ اللہ تک یہ سند صحیح ہے، لیکن طاؤس کے بعد سند کو پرکھنا ضروری ہے۔ اس صورت میں ہم نے دیکھا کہ طاؤس رحمہ اللہ کا معاذ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے، چنانچہ یہاں انقطاع پایا گیا، اسی انقطاع کی بدولت امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو معلق ذکر کیا۔ اگرچہ بعض محدثین مرسل روایات کو کچھ شرائط کے تحت قبول کرتے ہیں لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں تشدد اختیار کرتے ہوئے اسے قبول نہیں کرتے۔

### 3. معلقات مرفوعہ ممرضہ موصولہ

اگر معلق مرفوع روایت صیغہء تمریض کے ساتھ ذکر کی گئی ہو تو اس صورت میں اِس روایت کا اُس راوی تک جس پر اسے معلق کیا گیا ہو، صحت ثابت نہیں ہوتی، یہاں یہ بات مد نظر رہے کہ اس صورت میں بھی تمام کی تمام روایات ضعیف یا مردود نہیں ہوں گی، یا یہ لازم نہیں ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ یہاں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے یا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہاں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ یہ روایات جو صیغہء تمریض کے ساتھ مذکور ہیں بعض ان میں سے صحیح بخاری میں دیگر مقامات پر موصول مذکور ہیں تو یہاں معلق ذکر کرنے سے امام بخاری رحمہ اللہ کسی خاص مقصد کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، مثال کے طور پر امام بخاری رحمہ اللہ "كِتَابُ الطِّبِّ" میں فرماتے ہیں "وَيُذْكَرُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ في الرقية بِفَاتِحَةِ الكِتَابِ"، یہاں امام بخاری رحمہ اللہ أبو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کے اس قصہ کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جس میں وہ اپنے ساتھیوں سمیت سریہ میں ہوتے ہیں اور قبیلہ والے ان کی مہمان نوازی نہیں کرتے، اور ان کے سردار کو بچھو کاٹ لیتا ہے جس کا بعد میں ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سورہ فاتحہ سے علاج فرماتے ہیں۔

یہ تمام قصہ صحیح بخاری میں متّصل سند کے ساتھ مذکور ہے، لیکن انہوں نے اس مقام پر متن میں تصرف کیا ہے، تو اس متن کے تصرف کی وجہ سے انہوں نے اس صیغہء تمریض کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا کہ اس متن میں تصرف ہو چکا ہے لہٰذا اس متن کو ایسے ہی تصرف کے ساتھ ذکر نہ کیا جائے۔ اگرچہ یہ متن صحیح بخاری میں سند متّصل کے ساتھ موجود ہے۔

اسی طرح کبھی کبھار یہ حدیث صحیح مسلم میں موجود ہوتی ہے اور تصرفِ متن کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ اسے معلق ذکر کرتے ہیں لیکن بصیغہء تمریض۔ یا ضعف سند کی وجہ سے اسے معلق ذکر کرتے ہیں لیکن بصیغہ تمریض، تاہم اس کا ضعف دیگر طرق کی بناء پر چھپ گیا ہو گا۔ اور یا ایسا ضعف ہو گا کہ اس کا ضعف شواہد و متابعات کے باوجود بھی ختم نہ ہو سکتا ہو۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَفَعَهُ لاَ يَتَطَوَّعُ الإِمَامُ فِي مَكَانِهِ"، اور اس کے بعد فرماتے ہیں: "وَلَمْ يَصِحَّ"

یہ روایت امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں ذکر کی ہے اور اس میں ایک راوی مجہول ہے، تو اس بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو صیغہء تمریض کے ساتھ معلق ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت نہ صحیح ہے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

## 4. معلقات مرفوعہ ممرضہ غیر موصولہ

اسی طرح وہ معلقات جو صیغہء تمریض کے ساتھ ذکر ہوں اور کسی دوسری جگہ پر اسے موصول ذکر بھی نہ کیا گیا ہو تو:

- ان میں سے بعض صحیح ہوں گی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے موافق نہیں ہوں گی۔
- اور بعض ان میں سے حسن کے درجے پر ہوں گی۔
- جب کہ بعض دیگر ان میں سے ضعیف ہوں گی تاہم ایسی روایت کے موافق عمل کرنا جائز ہو گا۔
- یا اس قسم کا ضعف ہو گا کہ اس روایت کو بالکلیہ ترک کیا گیا ہو گا۔

یہ معلقات مرفوعہ کا حکم ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں یہ تمام مقبول ہیں اور نادر ہی ایسی روایات ہوں گی جو کہ مردود قرار پائی گئی ہیں۔

### احادیثِ مرسلہ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج:

مرسل اس روایت کو کہتے ہیں کہ جس میں تابعی رحمہ اللہ نبی کریم ﷺ کا قول مرفوع بیان کرے، اور اس واسطہ کو حذف کر دے جو اس کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان واقع ہو، یعنی صحابی رضی اللہ عنہ کو ساقط کر دے۔ یہاں اس بات کا اعادہ ضروری ہے کہ اتصالِ سند امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط میں سے ہے، جب کہ احادیثِ مرسلہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرائط پر پورا نہیں اترتیں، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ کا انہیں ذکر کرنے کا مقصد ان احادیث کا قابل حجت ماننا نہیں ہوتا، بلکہ ان احادیثِ مرسلہ کو وہ متابعات و شواہد کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں۔

اس بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا عمومی منہج یہ ہے کہ وہ کسی بھی روایت کو دو طرق سے نقل کرتے ہیں، وصل وارسال یا رفع ووقف کی حیثیت سے۔ تو کسی بھی روایت کو وہ پہلے صحیح اور متّصل طریق سے ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد مرسل طریق کو شواہد و متابعات کے طور سے ذکر کرتے ہیں، اس حیثیت سے دیکھا جائے تو مرسل گویا کہ کسی بھی متّصل روایت کی مزید تقویت کا باعث بنتی ہے جب کہ اس متّصل سند کی صحت ثابت ہو چکی ہوتی ہے۔

## موقوف روایات کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا منہج:

موقوف اس روایت کو کہتے ہیں کہ جو کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے قول، فعل یا تقریر پر مشتمل ہو، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع منقول نہ ہو۔ اپنی صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ نے صحابہ و تابعین رحمہم اللہ کے فتاویٰ میں سے موقوف روایات کو نقل کیا ہے، اسی طرح ان سے کثیر تعداد میں آیات کی تفاسیر منقول ہیں، بایں طور کہ اس سے مقصود امام بخاری رحمہ اللہ کا ائمہ کے ساتھ مسائل میں اختلاف کی صورت میں مختار مذہب کو تقویت دینا ہوتا ہے، تاہم ان میں سے جو موقوف روایات امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں انہیں صیغہء جزم کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اگرچہ ان کی شرائط کے مطابق نہ ہوں۔

## حرف عطف کے ذریعے شیوخ کو جمع کرنے کا منہج:

ائمہ محدثین کا یہ عمومی اسلوب رہا ہے کہ جب وہ اپنی کتاب میں کوئی ایسی روایت ذکر کرتے جو انہوں نے دو یا زیادہ اسانید سے حاصل کی ہو، تو ایسی صورت میں وہ اپنے شیوخ کو حرف عطف کے ذریعے اکٹھا ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد جہاں تک سند مشترک ہوتی ہے وہاں تک ایک ہی سند ذکر کرتے ہیں، اور پھر روایت ذکر کر دیتے ہیں، اس صورت میں عموماً وہ دو یا زیادہ روایات کو ایک ہی سیاق کے تحت ذکر کر دیتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں "عطف" کا استعمال کیا ہے، اس کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، وَمُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ، قَالاَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا

ابْنُ شِهَابٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ......., یہاں دیکھا جائے تو امام بخاری رحمہ اللہ نے سند کی ابتداء میں اپنے دو شیوخ کو حرف عطف کے ذریعے جمع کیا ہے۔

## تحویل کے ساتھ اسانید کا جمع کرنا :

محدثین کی عمومی عادت ہے کہ وہ اسانید کو ایک ہی جمع کرنے کے لئے حرف "ح" کا استعمال کرتے ہیں جو کہ تحویل پر دلالت کرتا ہے، یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا، اس تحویل سے ان کا مقصد اسانید کا اختصار ہوتا ہے جہاں تک دونوں اسانید میں راوی مشترک ہوں، تاکہ تکرار سے اجتناب رہے۔ اور جہاں بھی راوی مدارِ سند ہوتا ہے، یعنی جس راوی پر تمام اسانید جاکر ملتی ہیں وہاں "حاءِ تحویل" لکھ دی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ طریقہ متعدّد بار استعمال کیا ہے اور جن احادیث میں "حاء تحویل" ذکر کیا گیا ہے ان کی تعداد (151) ہے۔

اس کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو: امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدِ بْنِ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما، رَخَّصَ النَّبِيُّ ﷺ ح

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَذِنَ ح

وحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ قَالَ: حَدَّثَنِي نَافِعٌ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما: أَنَّ العَبَّاسَ رضي الله عنه اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ لِيَبِيتَ بِمَكَّةَ لَيَالِيَ مِنًى مِنْ أَجْلِ سِقَايَتِهِ، «فَأَذِنَ لَهُ» تَابَعَهُ أَبُو أُسَامَةَ، وَعُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ، وَأَبُو ضَمْرَةَ.

## طرقِ حدیث میں اختصار کا منہج :

اگر کسی حدیث کے ایک سے زیادہ اسانید یا متن ہوں تو امام بخاری رحمہ اللہ ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں اور باقی طرق کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں، بجائے اس کے کہ ان طرق کو مکمل ذکر کریں، ایسی صورت میں وہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں:

"ورواه فلان عن فلان أيضا"، یا یہ کہتے ہیں "وقد روي من غير وجه عن فلان"، یا کہتے ہیں "مثله"، یا "نحوه"، یا کہتے ہیں "بهذا الإسناد"، یا کہتے ہیں "بمثل حديث فلان"، یا کہتے ہیں "وزاد في الحديث كذا"، یا کہتے ہیں "بمعناه"، یا کہتے ہیں "قال فلان كذا مكان كذا"، یا کہتے ہیں "تابعه فلان"، یا اس جیسے دیگر الفاظ ذکر کرتے ہیں۔

اس کی مثال کے لئے ملاحظہ ہو امام بخاری رحمہ اللہ کا اپنی صحیح میں یہ قول: حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الأَعْمَشِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: " أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ، وَإِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ " تَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ.

## امام بخاری رحمہ اللہ کی مصطلحات خاصہ:

محدثین نے اپنی اپنی کتب میں خاص مصطلحات استعمال کی ہوتی ہیں، جن کا جاننا طالب علم کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے تاکہ کتاب کے مفاہیم و مقاصد کو جان سکے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری میں کوئی خاص اصطلاح نہیں پائی جاتی سوائے ایک کے اور وہ "قال بعض الناس" ہے جو کہ انہوں نے تقریباً 25 جگہوں پر ذکر کی ہے جس سے عموماً وہ ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہ کسی مسئلہ میں امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے کے مخالف رائے رکھتے ہوں۔

تاہم ایک بات غیر محقق طریقے سے پھیلائی گئی ہے کہ اس سے امام بخاری رحمہ اللہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ مراد لیتے ہیں اور ان پر رد کرتے ہیں، جب کہ یہ صراحتاً غلط ہے بلکہ کبھی کبھار وہ اس سے امام شافعی رحمہ اللہ اور محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ پر بھی رد کرتے ہیں۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ اس اصطلاح سے ہمیشہ کسی امام کا رد نہیں کرتے بلکہ کبھی اس سے دیگر امور بھی مراد ہوتے ہیں۔

## امام بخاری پر تنقید اور اس کا رد:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز شرح کے مقدمہ میں ان اعتراضات کو ذکر کیا ہے جو کہ صحیحین پر وارد کئے گئے ہیں۔ اور پھر ان کے جوابات بھی دئے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام مسلم رحمہ اللہ کو اپنے زمانے کے اہلِ علم و محدثین پر صحیح و ضعیف احادیث کی معرفت میں تقدم حاصل ہے، اور امام علی بن المديني رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے تمام علماء سے زیادہ علل الحدیث کو جاننے والے تھے، اور انہی سے امام بخاری رحمہ اللہ نے علل الحدیث کا علم حاصل کیا تھا، یہاں تک کہ امام بخاری رحمہ اللہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنا آپ کسی کے سامنے چھوٹا محسوس نہیں ہوا سوائے علی بن المديني رحمہ اللہ کے۔ اسی طرح امام محمد بن یحیی ذہلی رحمہ اللہ بھی اپنے زمانہ کے علماء میں سے سب سے زیادہ امام زہری رحمہ اللہ کی احادیث کی علتوں کو جاننے والے تھے، اور ان ہی سے امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ نے استفادہ کیا تھا۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد فربری رحمہ اللہ ان سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے صحیح میں کوئی حدیث نہیں لکھی مگر اس سے پہلے اس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور اس کی صحت کا تیقن کرنے کے بعد اسے صحیح بخاری میں جگہ دی۔ تو جب یہ ثابت ہو گیا کہ صحیحین میں صرف وہ احادیث موجود ہیں جن میں کسی قسم کی کوئی علت نہیں ہے یا علت تو ہے تاہم وہ علتِ قادحہ نہیں ہے، تو اگر کوئی محدث ان کی روایات پر تنقید کرتا بھی ہے تو اس کی تضعیف امام بخاری رحمہ اللہ کی تصحیح کے معارض قرار دی جائے گی، اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان کی تصحیح کو دوسرے ائمہ کی تضعیف پر فوقیت حاصل رہے گی کیونکہ وہ اپنی روایات کو دوسروں سے بطریق احسن جانتے ہیں، چنانچہ دیگر ائمہ کے اعتراض کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

## صحیح بخاری کی خصوصیات :

1. امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی شرط رکھی ہے کہ اس صحیح میں وہ احادیث لکھیں گے جن میں راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات ثابت ہو۔
2. امام بخاری رحمہ اللہ راویان حدیث کے بارے میں تمام ائمہ و محدثین میں سے انتہائی سخت ترین واقع ہوئے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اپنی اس صحیح میں صرف ان راویانِ حدیث کی روایات ذکر کرتے ہیں جو کہ ثقات اور متقن ہوں۔
3. صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ تراجمِ ابواب میں بہت زیادہ اہتمام کرتے ہوئے پائے گئے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی جلالتِ شان اور فقہی حیثیت واضح طور سے ابھر کر سامنے آتی ہے، کئی مقامات پر وہ تراجم ابواب کو قرآنی آیات سے مزین کرتے پائے گئے ہیں۔
4. احادیث میں سے فقہی احکام کو انتہائی دقیق نظر اور باریک بینی سے بیان کرتے پائے جاتے ہیں۔
5. اگر کہیں کسی حدیث کے ذکر کرتے وقت اس کے متعدّد طرق ذکر کریں تو پھر متن اس طریق کا ذکر کرتے ہیں جو سب سے اخیر میں ذکر کیا ہو۔
6. اپنی اس صحیح میں امام بخاری رحمہ اللہ نے معلقات بہت بڑی تعداد میں ذکر کی ہیں۔
7. اقوالِ صحابہ اور تابعین کو کثیر تعداد میں نقل کیا ہے۔

## صحیح بخاری کی اہم روایات، شروحات و مختصرات :

امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری کو نقل کرنے والوں میں سے اہم ترین روایت امام "الفربري أبو عبد الله مُحَمَّد بن يوسف بن مطر رحمہ اللہ 320" کی ہے، جنہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے صحیح بخاری کو دو بار سنا ہے۔ پھر ان "الفربري" سے "الكهشميني أبو الهيثم مُحَمَّد بن مكي بن مُحَمَّد المروزي رحمہ اللہ 380" اور "أبو زيد المروزي مُحَمَّد بن أحمد بن عبد الله رحمہ اللہ 371" نے سنا، اور انہی سے اس کتاب کی روایت مشہور ہوئی اور رواج پائی۔

## صحیح بخاری پر لکھی گئی کتب :

### الف: رجالِ بخاری رحمہ اللہ پر کتب

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جن راویانِ حدیث سے روایات نقل کی ہیں ان راویوں کے بارے میں بے شمار کتب لکھی گئی ہیں۔

أ. ان میں سے **بعض** وہ ہیں جو کہ کتب ستہ کے راویوں کے حالات کو جمع کئے ہوئے ہیں جیسا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ کی "المعجم" اسی طرح **عبد الغنی المقدسی** رحمہ اللہ کی "الکمال"، **امام مزی** رحمہ اللہ کی "تهذيب الكمال" کے ساتھ ساتھ **امام ابن حجر** رحمہ اللہ کی "تهذيب التهذيب" قابل ذکر ہے۔

ب. ان کتب میں سے **بعض** صرف امام بخاری رحمہ اللہ **و مسلم** رحمہ اللہ کے راویوں کے حالات لئے ہوئے ہیں، جیسا کہ **امام دارقطنی** رحمہ اللہ نے "رجال البخاري و مسلم" پر کتاب **لکھی**۔ اسی طرح **أبو نصر الکلاباذی** رحمہ اللہ کی "الجمع بين رجال الصحيحين" اور **محمد بن طاہر المقدسی** رحمہ اللہ کی "الجمع بين رجال الصحيحين" سر فہرست ہیں۔

ت. ان میں سے **بعض** وہ کتب ہیں جن میں صرف امام بخاری رحمہ اللہ کے راویوں کے حالات بیان کئے گئے ہیں، **مثلاً**:

- **أبو نصر أحمد بن محمد الکلاباذی** رحمہ اللہ کی "الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد الذين أخرج لهم البخاري في صحيحه".
- **أبو الولید سلیمان بن خلف الباجی** رحمہ اللہ کی "التعديل والتجريح لمن أخرج له البخاري في الصحيح".
- **أبو أحمد عبد اللہ بن عدی الجرجانی** رحمہ اللہ کی "أسماء من روى عنهم البخاري في

الصحيح".

- أبو عبد الله بن مندہ رحمہ اللہ کی "تسمية المشايخ الذين روى عنهم البخاري في صحيحه".
- أبو بكر محمد بن إسماعيل بن خلفون الاندلسی رحمہ اللہ کی "رفع التماري فيمن تكلم فيه من رجال البخاري".
- محمد بن منصور بن حمامہ السجلماسی رحمہ اللہ کی "فك أغراض البخاري المبهمة في الجمع بين الحديث والترجمة".

## (ب): صحیح بخاری کی اہم شروحات وحواشی:

شروحات سے مراد وہ کتب ہوتی ہیں جن میں ان کے مصنفین نے کسی بھی متنِ حدیث کی شرح کی ہو، اس کے غریب الفاظ کی تفسیر بیان کی ہو، اس کے معانی کی توضیح کی ہو، اس کی اسانید پر کلام کیا ہو، اور ان احادیث میں سے فقہی احکام کا استنباط اور فوائد کا ذکر ہو۔

حواشی سے مراد وہ تعلیقات ہوتی ہیں جو کہ کسی بھی صفحہ کے حاشیہ پر یا بین السطور لکھی جائیں، ان سے مراد عمومی طور سے مبہم الفاظ کی تفسیر ہوتی ہے جو کہ متن میں ذکر ہوتے ہیں، اسی طرح محشی کی طرف سے متن پر زیادات وتوجیہات پر بھی مشتمل ہوتی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کی اہم ترین شروحات میں سے:

1. امام ابن الملقن ابو حفص سراج الدین عمر بن علی أنصاری رحمہ اللہ کی "التوضيح لشرح الجامع الصحيح" ہے۔

انتہائی ضخیم شرح ہے جو کہ تقریباً 36 جلدوں پر مشتمل ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی اہم ترین شروحات میں سے شمار کی جاتی ہے، جس میں شارح رحمہ اللہ نے احادیث سے فقہی احکام کا استنباط کیا ہے

اور ان کے دلائل کے طور پر صحابہ و تابعین کی روایات بھی پیش کی ہیں، اس کے ساتھ ساتھ علماء وفقہاء کے اقوال بھی پیش کئے ہیں، جہاں کہیں غریب الفاظ ذکر ہوں تو ان کی بہترین انداز میں شرح کی ہے، اس کے ساتھ ساتھ اہم ترین کام یہ سرانجام دیا ہے کہ صحیح بخاری کے تراجمِ ابواب کی وافی شرح کرنے کے ساتھ ساتھ احادیث کے ساتھ ابواب کا تعلق واضح کیا ہے، اور صحیح بخاری کی احادیث کی صحیح مسلم اور سنن اربعہ سے تخریج کا فریضہ بھی سرانجام دیا ہے۔

2. **امام ابن حجر العسقلانی أبو الفضل شہاب الدین أحمد بن علی** رحمہ اللہ کی "فتح الباري شرح صحيح البخاري" ہے۔

یہ کتاب امام بخاری رحمہ اللہ کی بہترین اور اہم شروحات میں سے ہے، اس شرح میں شارح نے فقہی جوانب کا بہت اہتمام کیا ہے، فقہی احکام کے ساتھ ساتھ فوائد مستفادہ بھی بہت تفصیل سے بیان کئے ہیں، اصولی مباحث کے ساتھ ساتھ طرق حدیث کو بھی جمع کیا ہے، شواہد و متابعات کو بھی کافی تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور ان کی اسانید پر حکم لگانے کا بھی اہتمام کیا ہے، اس شرح کا ایک بہترین مقدمہ ہے جو کافی مفید ہے جسے مصنف نے "هدي الساري" سے موسوم کیا ہے۔

3. عمدة القاري شرح صحيح البخاري **امام عینی بدر الدین محمود بن أحمد** رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے۔

شہرت، اہمیت اور فائدہ میں فتح الباری سے کسی صورت کم نہیں ہے، مختلف موضوعات پر نفیس مباحث موجود ہیں، خصوصی طور سے احادیثِ اَحکام میں فقہی اختلافات پر سیرِ حاصل بحث کی گئی ہے، چونکہ مصنف حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا انہوں نے اختلافی مباحث میں حنفی مسلک کو ترجیح دی ہے۔

4. إرشاد الساري إلي شرح صحيح البخاري **امام قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد**

خطیب رحمہ اللہ کی شرح ہے۔

جو کہ مختصر شرح ہے، طلاب علم کے لئے بہترین شرح ہے، جس میں مؤلف نے کلمات کے اعراب اور ان کے لغوی مدلولات پر سیرِ حاصل گفتگو کی ہے، روایات کے مابین فروق اور مقارنہ کو بہترین طریقے سے بیان کیا ہے۔

**ان مشہور شروحات کے علاوہ:**

5. إعلام السنن في شرح صحيح البخاري **امام خطابي أبو سليمان حمد بن محمد بن أبراہیم البستی** رحمہ اللہ **کی شرح ہے جو کہ** "الإعلام بشرح ما أشكل في البخاري على الأفهام" اور "إعلام المحدث" سے **بھی مشہور ہے۔ یہ شرح صحیح بخاری کی اولین شروحات میں سے** گردانی جاتی ہے۔

6. **امام کرمانی شمس الدین محمد بن یوسف بن علی البغدادی** رحمہ اللہ **کی** "الكوالكب الدراري في شرح صحيح البخاري" **بھی قابل ذکر شرح ہے۔**

7. عون الباري لحل أدلة البخاري **شیخ صدیق حسن خان القنوجی** رحمہ اللہ **کی شرح ہے، اس میں انہوں نے شیخ احمد بن عبد اللطیف الشرجی الزبیدی** رحمہ اللہ **کی کتاب** "التجريد الصريح لأحاديث الجامع الصحيح" **کی شرح کی ہے۔**

8. **اس کے علاوہ شیخ رشید احمد گنگوہی** رحمہ اللہ **کی** "لامع الدراري على جامع البخاري" **بھی کافی مشہور ہے۔**

9. **شیخ محمد أنور شاہ کشمیری** رحمہ اللہ **نے** "فيض الباري على صحيح البخاري" **کے نام سے شرح لکھی۔**

**شیخ فؤاد سیزگن نے اپنی کتاب** "تاريخ التراث العربي" **میں 56 شروحات کا تذکرہ کیا ہے۔ بعض**

ان میں سے تاحال مخطوط ہیں اور بعض کئی کئی مرتبہ مطبوع ہو چکی ہیں۔

اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کے تراجمِ ابواب پر علماء و محدثین نے دادِ تحقیق سمیٹی ہے، مثلاً ابن المنیر رحمہ اللہ نے "المتواري علی تراجم أبواب البخاري" کے نام سے صحیح بخاری کے ابواب کی تشریح کی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے "تراجم أبواب البخاري" کے نام سے تراجم ابواب کی شرح لکھی اور شیخ زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے "شرح تراجم أبواب البخاري" کے نام سے شرح ترتیب دی۔

**ج:** مختصرات سے مراد وہ کتب ہیں جن میں علماء نے کتبِ احادیث نبویہ کو اختصار سے بیان کیا ہو، تا کہ اُمت کے سامنے احادیث کو آسان طریقے سے پیش کیا جا سکے، اہم احادیث کو مختصر انداز میں سامنے لایا جا سکے، خصوصاً جن احادیث پر اسلام کا مدار ہے، صحیح بخاری کی اہم مختصرات میں سے:

أ. "التجريد الصريح لأحاديث الجامع الصحيح" جو کہ امام زبیدی أبو العباس احمد بن عبد اللطیف الشرجی رحمہ اللہ کی ہے، اور صحیح بخاری کی مشہور ترین مختصرات میں سے ہے، جو کہ "مختصر الزبيدي" کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں مؤلف نے مکررات کو حذف کیا ہے، اور اسانید میں سے بھی صرف صحابی رضی اللہ عنہ کو ہی ذکر کیا ہے۔

ب. "مختصر صحيح البخاري" شیخ ألبانی محمد ناصر الدین رحمہ اللہ کی ہے، اس میں انہوں نے اسانید کو مختصراً بیان کیا ہے، مکررات کو حذف کیا ہے، اور روایات کو ایک ہی جگہ جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

ت. ڈاکٹر سعد بن ناصر الشثری رحمہ اللہ کی "مختصر صحيح البخاري" ہے، اس میں سے انہوں نے اسانید، معلقات اور تابعین کے اقوال حذف کئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے حدیث کو پہلی بار ذکر کرنے کے ساتھ ہی اس کی دیگر جگہوں پر مذکور روایات کے اطراف ذکر کئے ہیں، اور غریب الفاظ کی شرح کی ہے۔

منهج الإمام البخاري في صحيحه
ترجمة الإمام البخاري
أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري (١٩٤-٢٥٦هـ) ، ألهم حفظ الحديث وهو ابن عشر سنين، وبدأ رحلة طلب العلم عام ٢١٠هـ، وهو ابن ١٦ سنة. رحل في طلب العلم إلى جميع محدثي الأمصار في خراسان والعراق والحجاز والشام ومصر.
أول كتاب صنفه: «قضايا الصحابة والتابعين وأقاويلهم»، ثم صنف «التاريخ الكبير» في معرفة الرواة، وعمره ١٨ سنة.
قال الإمام أحمد: ما أخرجت خراسان مثل محمد بن إسماعيل.
إحصائية ابن حجر للأحاديث
عدد الأحاديث بالتكرار ٧٣٩٧
عدد الأحاديث بلا تكرار ٢٦٠٢
الأحاديث المعلقة بالتكرار ١٣٤١
الأحاديث المعلقة بلا تكرار ١٥٩
المتابعات ٣٤٤
المجموع الكلي للأحاديث والمتابعات ٩٠٨٢
سبب التأليف
١ كان في مجلس شيخه المحدث إسحاق بن راهويه، فسمعه يقول فيما معناه: «لو جمعتم كتابا مختصرًا لصحيح سنة رسول الله ﷺ»، فوقعت هذه الكلمة في قلب الإمام البخاري، فجمع (الجامع الصحيح).
٢ رأى في المنام أنه بين يدي النبي ﷺ وبيده مروحة يذب بها عنه، فسأل بعض المعبرين، فقال: إنك تذب (تدفع) عنه الكذب، فحمله على إخراجه كتابه (الجامع الصحيح).
اسم الكتاب كاملا
الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه
كيفية تصنيفه
بدأ جمعه وهو المسجد الحرام من نحو ست مئة ألف حديث، وصنفه في ١٦ سنة، ولم يضع حديثًا إلا استخار الله وصلى ركعتين.
ثم عرضه على الإمام أحمد بن حنبل وابن المديني ويحيى بن معين وغيرهم فاستحسنوه، و شهدوا له بالصحة
شرطه في الصحيح
أن يتوفر في الرواة هذه الشروط (عُرفت هذ الشروط بالاستقراء)
١ تمام العدالة
٢ تمام الضبط
٣ اتصال السند
٤ ثبوت اللقاء للروايات المعنعنة
الصناعة الحديثية
طرق التحمل
السماع من لفظ الشيخ
أن يسمع التلميذ من شيخه. ولم يفرّق البخاري بين (حدثنا أو أخبرنا أو أنبأنا)
القراءة والعرض
أن يقرأ التلميذ على شيخه. ولا فرق عنده بين (السماع والعرض)
المناولة والمكاتبة
وهي إعطاء الشيخ الطالب شيئاً من مروياته مع إجازته به صريحًا أو كتابة
الأحاديث المعنعنة
الأحاديث التي فيها(فلان عن فلان)
يرويها البخاري بشرط ثبوت اللقاء، ولا يكتفي بالمعاصرة كمسلم
التكرار
بسند ومتن مختلفين
فيأتي بطرق أخرى وألفاظ أخرى للحديث، وهذا يقع كثيرًا
بنفس السند والمتن
قد يكرر السند والمتن كاملا، وهو قليل، في نحو عشرين موضعًا
سبب تكرار الأحاديث
(فائدة في السند أو في المتن) استنباط فائدة، أو زيادة فيه، أو لرد على مخالف
المعلقات
الأحاديث التي حذف راوٍ أو أكثر من أول السند
إما للاختصار أو أنه ليس على شرطه
أن يوجد موصولًا في موضع آخر
بقي معلقًا ولم يصله في كتابه
أورده بصيغة الجزم، نحو (قال)
أورده بصيغة التمريض، نحو (يُذكر)
فيها الصحيح والحسن والضعيف
المتابعات
الحديث من صحابي واحد، واتفق فيه لفظ المتن، أو معناه، لكن اختلف الرواة عن الصحابي
الشواهد
الحديث من صحابي آخر، واتفق فيه لفظ المتن، أو معناه
سبب إيراد المتابعات والشواهد
لتقوية السند وتأكيده
لتقوية المتن وتأكيد معناه
لتقوية السند والمتن على حدٍّ سواء
الصناعة الفقهية
فقه البخاري في تراجمه
تراجم الأبواب
عدد الكتب ٩٧
عدد الأبواب ٣٩٧٢
أنواعها وصياغتها
تراجم ظاهرة
يدل العنوان على مضموم الباب
تراجم استنباطية
تحتاج إلى إعمال ذهن، وهي كثيرة
تراجم مرسلة
(باب) من دون ترجمة، وهي قليلة
تكون متعلق بالباب السابق له
أو لها صلة بموضوع الكتاب
تراجم بآية قرآنية
تراجم بلفظ الحديث أو بمعناه
تراجم مبهمة (باب ما جاء في قاتل النفس)
تراجم بالأسئلة (باب كم يجوز الخيار؟)
ترجم قاطعًا بالحكم على مسألة فيها خلاف لبيان قوة استدلاله (باب الأذان بعد ذهاب الوقت)
طريق ترتيبها
رتبها حسب أبواب الفقه وذكر أيضًا التفسير والتاريخ وأحاديث الأنبياء والمناقب، والطب والرقائق، وما يتعلق بالتوحيد.
إما يبدأ بالآيات ثم الحديث الذي على شرطه
أو يكتفي بالآيات
أو يكتفي بالأحاديث
أو يكتفي بالأحاديث المعلقة وأقوال أهل العلم
التكرار
يكرر الباب أحيانًا في كتاب آخر (إما بلفظه أو بمعناه) لارتباطه بالكتاب (وهو قليل)
العناية بالمعاني والأقوال
يعتني كثيرًا بذكر معاني الحديث، وشرح غريبه
يعتني بأقوال الصحابة والتابعين
الأحاديث المختلف فيها
الجمع بين الأحاديث التي يمكن جمعها من خلال التبويب لكل حديث، نحو (باب باب الوضوء مرة)، ثم ذكر (باب الوضوء مرتين مرتين) ثم ذكر (باب الوضوء ثلاثا ثلاثا) لبيان الجواز
الحديث منسوخ يصرح بأنه منسوخ أحيانًا، أو يؤخر الناسخ
إعداد وتصميم

# فصل ثانی

# صحیح مسلم

## مبحث أول : حالات امام مسلم رحمہ اللہ

امام أبوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری نیشاپوری رحمہ اللہ نیشاپور میں 206 ہجری میں پیدا ہوئے، اور نیشاپور کے نزدیک قریہ نصر آباد میں 261 ہجری میں فوت ہوئے، بچپن ہی سے علمِ حدیث کی طلب میں مشغول ہوئے، جس کے سلسلے میں حجاز، شام، مصر اور عراق کا سفر کیا۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ سے کافی استفادہ کیا، امام مسلم رحمہ اللہ سے روایت کرنے والے أبو عوانہ رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ اور ابن خزیمہ رحمہ اللہ جیسے ائمہ محدثین سرفہرست ہیں۔

حدیث کے میدان میں انہوں نے کئی قابل قدر تصانیف لکھیں جن میں "المسند الصحیح المختصر"، "المسند الکبیر علی الرجال" قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ "کتاب التمییز"، "العلل والأسماء"، "الکني والوحدان"، "الأفراد المخضرمون"، "الطبقات"، "أوهام المحدثین" اور "سؤالات أحمد بن حنبل" وغیرہ بھی ان کی قابل قدر تصانیف میں شامل ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام "المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن رسول اللہ ﷺ" رکھا، جب کہ یہ کتاب "صحیح مسلم" کے نام سے مشہور ہوئی۔ صحیح بخاری کے بعد یہ کتاب صحیح احادیث کے باب میں انتہائی معتبر ترین کتاب تصور کی جاتی ہے، جس کے مکمل کرنے میں امام مسلم رحمہ اللہ نے 15 سال کا عرصہ لگایا، اور مکمل کرنے کے بعد اسے اپنے زمانے کے محدثین اور ائمہ کے سامنے پیش کیا، اور ہر اس حدیث کو نکال باہر کیا جس پر ان أئمہ محدثین کے اعتراضات تھے، جب کہ صرف ان احادیث کو رہنے دیا جن پر ان ائمہ کا اتفاق تھا۔

## سببِ تالیف

امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کے بارے میں کسی قسم کا سبب تالیف ذکر نہیں کیا گیا ہے کہ کس واقعہ یا سبب کی بناء پر انہوں نے صحیح کی تالیف فرمائی، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں ان کی خواب کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے، یا ان کے شیخ رحمہ اللہ کی خواہش کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ممکن ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ اپنے شیخ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح سے متاثر ہوئے ہوں اور انہوں نے صحیح مسلم کی تالیف فرمائی ہو، اور ان کے منہج کے مطابق چلتے ہوئے صحیح کی ترتیب دی ہو۔

تاہم انہوں نے صحیح کے مقدمہ میں ایک بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے اس بات کا تاثر ملتا ہے کہ وہی بات ان کی تالیف کا سبب بنی، انہوں نے فرمایا کہ اس کتاب کا سبب نبی کریم ﷺ کی احادیث کے بارے میں غیرت وحمیت تھی، جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے زمانے میں بعض محدثین عوام الناس کے سامنے باطل، منکر، موضوعی اور ضعیف احادیث بیان کرنے سے بالکل بھی نہیں چُوکتے، تو انہوں نے صحیح احادیث کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا تا کہ لوگوں کو صحیح احادیث کی طرف راغب کیا جائے، اور ضعیف احادیث سے روکا جائے۔

### کتب، ابواب اور احادیث کی تعداد:

امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق اس کتاب کی تصنیف میں انہوں نے مکررات کے بغیر 4000 احادیث ذکر کی ہیں، اور مکررات سمیت ان کی تعداد 12000 ذکر کی گئی ہے۔ لیکن یہ تعداد تخمیناً ذکر کی گئی ہے۔

محمد فؤاد عبد الباقی رحمہ اللہ کے مطابق صحیح مسلم میں احادیث کی تعداد 3033 بغیر تکرار کے ہیں، جب کہ تکرار سمیت 5770 احادیث ہیں۔ جب کہ شواہد و متابعات سمیت احادیث کی تعداد 7385 بمعہ مکررات ہیں۔ امام سیوطی رحمہ اللہ کے مطابق امام مسلم رحمہ اللہ نے 820 احادیث کی تخریج میں امام بخاری رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مقدمہ کے بعد براہِ راست احادیث سے ابتداء کی ہے، جب کہ ہمیں جو ان کی کتاب میں ابواب کے تراجم ملتے ہیں وہ ان کے اپنے مقرر کئے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ ان کے بعد کے اس کتاب کے شارحین نے ان ابواب کو ترتیب دی ہے، ان میں سے اہم شارح امام نووی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے اپنی مشہور زمانہ شرح "المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج" میں ان ابواب کا تذکرہ کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ کے مطابق انہوں نے جن ابواب کو ترتیب دیا ہے ان کی تعداد 1329 تک پہنچتی ہے، جب کہ بعض دیگر شارحین کے مطابق 1351 تک تعداد پہنچتی ہے۔

ان کے شاگرد أحمد بن سلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تالیف میں 15 سال کا عرصہ لگایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس تمام مدت میں ذخیرہ احادیث کی چھان بین فرمائی اور مکمل سوچ وفکر کے بعد اس کتاب کے لئے احادیث کو منتخب فرمایا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی آسان اور سہل کام ہرگز نہیں تھا۔ اسی بات کی طرف انہوں نے مقدمہ میں اشارہ فرمایا کہ اگر نبی کریم ﷺ کی احادیث کے بارے میں غیرت ایمانی نہ ہوتی تو میں کبھی اس جانب قدم نہ اٹھاپاتا۔ اور تقریباً تین لاکھ احادیث میں سے ان احادیث کو منتخب فرما کر صحیح مسلم میں جگہ دی۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے نقل کرنے والے راوی کثیر تعداد میں ہیں، تاہم ہمیں صحیح مسلم ان کے جن چار شاگردوں کے ذریعہ پہنچی ان کے نام یہ ہیں:

أ. "أبو اسحاق إبراهيم بن مُحَمَّد بن سفيان الفقيه رحمہ اللہ" جنہوں نے امام مسلم رحمہ اللہ سے صحیح مسلم کو مکمل نہیں سنا، بلکہ کچھ احادیث ان سے فوت بھی ہو گئی تھیں، جنہیں "أخبرنا إبراهيم عن مسلم" کے طریقے سے روایت کیا جاتا ہے، اور یہ فوت شدہ روایات "كتاب الحج"، اور "الوصايا" کی ابتداء میں اور "الإمارة"، و"الخلافة" کی بعض احادیث میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اس مؤخر الذکر کتاب (الخلافة) میں کافی تعداد میں یہ احادیث موجود ہیں۔

ب. ''أبو محمَّد أحمد بن علي بن المغيرة القلانسي رحمہ اللہ ''، ان کی سند کو امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے اپنی فہرس میں ''القلانسي عن مسلم'' تک روایت کیا ہے، سوائے اس نسخہ کے آخری تین اجزاء کے، جس کی پہلی حدیث ''حدیثِ عائشہ رضی اللہ عنہا'' ہے جو کہ واقعہ افک سے متعلق ہے۔ اسے وہ ''أبو أحمد الجلوذي عن إبراهيم بن سفيان عن الإمام مسلم رحمہ اللہ'' کے طریق سے روایت کرتے ہیں۔

ت. ''مكي بن عبدان بن محمَّد التميمي النيسابوري رحمہ اللہ'' بھی ان کے شاگرد ہیں۔

ث. ''أبو حامد بن الشرقي أحمد بن محمَّد بن الحسن النيسابوري رحمہ اللہ''.

## مبحث ثانی: امام مسلم رحمہ اللہ کی اپنی کتاب میں شرط:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں صحیح احادیث کے جمع کرنے کا ارادہ فرمایا، اور اس بات کا التزام فرمایا کہ احادیث کی اسانید متّصل ہوں، جو کہ اول تا آخر ثقہ راوی سے ثقہ نے ہی نقل کی ہوں، اور یہ احادیث شذوذ و علت سے محفوظ ہوں تو ایسی صفات سے متّصف روایات کو صحیح میں جگہ دی جائے گی۔ جب کہ حدیثِ معنعن کے سلسلے میں اس بات کا التزام فرمایا کہ دونوں راویوں (راوی اور مروی عنہ) کی معاصرت ثابت ہونے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی توثیق بھی ثابت ہو، اور یہ روایت تدلیس سے محفوظ ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی اس صحیح میں کئی صحیح احادیث میں سے منتخب روایات کو جمع کیا، اور صرف ان روایات کو جمع کیا کہ جن پر ائمہ کا اتفاق تھا، اور تین لاکھ احادیث میں سے اس صحیح کو مرتب فرمایا۔ اس بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح تمام صحیح احادیث کو اکٹھا کرنے کا قصد نہیں فرمایا تھا بلکہ صرف صحیح احادیث کو جمع کرنے کا ارادہ تھا۔

امام ابن طاہر رحمہ اللہ ''شروط الأئمة الستة'' میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین جن کے مناہج ذکر کئے جاتے ہیں، ان ائمہ کے بارے میں کہیں یہ

ذکر نہیں ہے کہ انہوں نے اس بات کا ذکر کیا ہو کہ میں اپنی اس تالیف میں فلاں وفلاں شرط کے مطابق احادیث ذکر کروں گا، تاہم ان کی کتاب کا فرداً فرداً بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کون کون سی شرائط کو مدنظر رکھ کر اپنی کتاب میں احادیث جمع کی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ نے اس بات کی شرط رکھی ہے کہ اپنی کتب میں اُن راویوں سے احادیث نقل کی جائیں جن کی توثیق وتعدیل پر اتفاق ہو اور ابتداءِ سند سے صحابی رضی اللہ عنہ تک تمام راوی اسی قبیل سے ہوں، اور ثقات کے مابین اس حدیث کی بابت کسی قسم کا اختلاف بھی نہ ہو، جب کہ یہ سند متّصل بھی ہو۔ اگر صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے دو یا زیادہ راوی ہوں تو بہتر بات ہے، تاہم اگر ایک بھی راوی صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والا موجود ہو اور اس راوی تک سند صحیح طریق سے موجود ہو تو اس کی روایت کو وہ اپنی اپنی صحیح میں ذکر کرتے ہیں۔

تاہم امام مسلم رحمہ اللہ ان راویوں کی احادیث کو بھی اپنی صحیح میں ذکر کرتے ہیں جن کی روایات کو امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی شک وشبہ کی وجہ سے ترک کیا ہوتا ہے۔ تاہم امام مسلم رحمہ اللہ ایسے راویوں کی روایات کو مطلقاً ذکر نہیں کرتے بلکہ ان سے متعلق شبہات کا ازالہ کرنے کے لئے ان کو ذکر کرتے ہیں، جن میں حماد بن سلمہ رحمہ اللہ، سہیل بن أبی صالح رحمہ اللہ، داؤد بن أبی ہند رحمہ اللہ، أبو الزبیر رحمہ اللہ اور علاء بن عبد الرحمٰن رحمہ اللہ کی روایات شامل ہیں۔

امام حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح کے مؤلفین کا یہ مسلک ہے کہ اپنے شیوخ میں سے عادل راویوں سے روایت کریں اور ان کے شیوخ بھی عدالت کے مرتبہ پر فائز ہوں۔ ان میں سے بعض سے روایات صحیح ہوتی ہیں جس کی بناء پر ان کی روایات کا ذکر کرنا لازم ہوتا ہے، جب کہ بعض روایات صرف متابعات وشواہد کے باب میں ہی ذکر کی جاتی ہیں، اس ضمن میں بہت گہرائی سے مطالعہ کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ راویوں کے طبقات کی معرفت بھی ازحد ضروری ہوتی ہے۔ اس کو ہم مثال سے بیان کرتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تقریبًا پانچ طبقات ہیں، اور ہر

طبقہ کی اپنی الگ خصوصیات ومميزات ہیں۔

توجوراوی پہلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ صحت کے اعلیٰ معیار سے تعلق رکھتے ہیں، اور انھی طبقہ کی روایات امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اولین ہے۔ دوسرے طبقہ کے راوی پہلے طبقہ کے ساتھ عدالت میں مشترک ہیں، تاہم طبقہ اولیٰ کے راوی حفظ وضبط اور اتقان کے ساتھ ساتھ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ مصاحبت ورفاقت سے بھی متّصف ہوتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ سفروحضر میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ جب کہ طبقہ ثانیہ کے شاگرد امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ مصاحبت و رفاقت سے متّصف نہیں ہوتے بلکہ کچھ ہی زمانہ ان کی صحبت میں گزارا ہوتا ہے، توامام زہری رحمہ اللہ کی روایات کے ساتھ زیادہ ممارست نہیں ہوتی، اور اتقان میں بھی طبقہ اولیٰ سے مرتبہ میں کم ہوتے ہیں، اور یہی امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے راوی ہیں۔

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی اپنی صحیح میں احادیث لانے کی شرط یہ ہے کہ ”وہ حدیث اتصالِ سند کے ساتھ ذکر ہو، اور ابتداء سے لے کر آخر تک تمام راوی ثقہ ہوں، اس کے ساتھ ساتھ مذکورہ حدیث شذوذ اور علت سے سلامت ہو“، جب کہ یہی حدیثِ صحیح کی تعریف بھی ہے۔

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ صرف ثقہ اور ضابط راویوں کی احادیث ذکر کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ جن راویوں کے حافظہ میں معمولی سا نقصان ہو توان کی روایات کو بھی وہ ذکر کرتے ہیں، تاہم ان کی روایات کی تخریج میں احتیاط اور سوچ بچار سے کام لیتے ہیں، اور ایسے راویوں سے صرف اِسی صورت میں احادیث روایت کرتے ہیں جب تک ان کے بارے میں محدثین نے یہ بات نہ کہی ہو کہ وہ راوی ان روایات میں کسی قسم کے وہم کا شکار ہوئے ہیں۔

## کیا امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح میں تمام صحیح احادیث جمع کی ہیں؟

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس بات کا بالکل بھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ اپنی صحیح میں تمام صحیح احادیث کو ذکر کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے حدیثِ أبي هريرة رضی اللہ عنہ ”إذا قرأ الإمام فأنصتوا“

کے بارے میں سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ صحیح حدیث ہے، جس پر ان سے پوچھا گیا کہ پھر آپ نے اپنی صحیح میں کیوں یہ روایت ذکر نہیں کی؟ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو اسے اس کتاب میں ذکر نہیں کرتا، بلکہ صرف اس حدیث کو ذکر کرتا ہوں جس کی صحت پر اجماع ہو۔

لہٰذا امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے علاوہ بھی بعض احادیث کو صحیح قرار دیا ہے، تاہم انہیں بوجوہ اپنی صحیح میں ذکر نہیں کرتے جن میں سے ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان روایات پر کلام کیا گیا ہوتا ہے، تو چونکہ صحیح مسلم ایسی کتاب نہیں جس میں متکلّم فیہا روایات پر بحث کی جائے تو اس وجہ سے ان روایات کو وہ ترک کر دیتے ہیں۔

یہاں یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایسی روایات بھی ذکر کی ہیں جن کے بارے میں محدثین نے کلام کیا ہے، تو اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ کو ان روایات کی تعلیل کے بارے میں تیقن تھا کہ وہ علل غیر مؤثرہ ہیں، اس وجہ سے انہیں ذکر کیا۔ تاہم جہاں علل مؤثر تھیں وہاں انہوں نے احادیث سے اجتناب بھی کیا اگرچہ وہاں بھی ترجیح اس بات کو دی جا سکتی تھی کہ احادیث صحیح ہیں، لیکن علل کے قوی ہونے کی وجہ سے وہ احادیث کو اپنی صحیح میں ذکر نہیں کرتے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے بارہ ہزار احادیث کو تین لاکھ احادیث سے منتخب کر کے اپنی صحیح میں جگہ دی، یہاں تعداد سے مراد متون نہیں ہیں بلکہ کثرتِ طرق مراد ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے خود فرمایا کہ میں نے اس کتاب میں جو بھی روایت ذکر کی ہے وہ کسی دلیل کی بناء پر ہی ذکر کی ہے اور جو بھی روایت چھوڑی ہے وہ کسی دلیل ہی کی بنیاد پر چھوڑی ہے۔

## معنعن روایت کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج (سند میں عدم لقاء)

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس بات پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ اس راوی کا عنعنہ جو کہ تدلیس کے عیب سے محفوظ ہو، تو اس کی روایت کے لئے اتصال کا حکم ہو گا اگر "معنعن راوی" معنعن

عنہ راوی کے معاصر ہو، اگرچہ ان کا آپس میں ملنا اور ملاقات ثابت نہ ہو، یعنی اگر ملاقات کا صرف امکان ہو تو اسے متّصل قرار دیا جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ ہر ثقہ راوی جب اپنے جیسے ثقہ راوی سے احادیث روایت کرے تو اس کی روایت جائز ہے اگر ان دونوں کا آپس میں ملاقات اور سماعِ حدیث کا امکان ہو اور دونوں ایک ہی زمانے میں موجود رہے ہوں، اگرچہ اس بارے میں کوئی قطعیت موجود نہ ہو کہ دونوں آپس میں یقیناً ایک جگہ جمع بھی ہوئے ہیں، تو یہ روایت ثابت ہوگی، اور اسے قابلِ احتجاج مانا جائے گا، تاہم اگر اس بات پر قطعی دلیل موجود ہو جائے کہ اس راوی نے اپنے سے اوپر راوی سے روایت نہیں سنی یا ان کی آپس میں کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ تو اس صورت میں ایسی روایت میں انقطاع لازم آئے گا۔

اسی منہج پر امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو تصنیف فرمایا ہے، مثال کے طور پر عبد اللہ بن یزید رحمہ اللہ کی روایت جو انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے: فرماتے ہیں ”حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، ح وحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ حُذَيْفَةَ، أَنَّهُ قَالَ: «أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ...“. جب کہ اپنے مقدمہ میں امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس بارے میں کوئی خبر ایسی نہیں ملی جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ عبد اللہ بن یزید رحمہ اللہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ یا أبو مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی ہے، اور نہ ہی کتب میں اس بات کا تذکرہ موجود ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کو اسی معین روایت کے نقل کرتے ہوئے دیکھا تھا۔

اسی بات کی طرف امام ذہبی رحمہ اللہ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں محدثین کا اجماع نقل کیا ہے کہ احادیثِ صحیحہ میں راویوں کے درمیان معاصرت کافی ہے، اور ملاقات کا حتمی علم ہونا ضروری نہیں ہے۔ جب کہ جن لوگوں نے ملاقات کی شرط لگائی ہے ان پر امام مسلم رحمہ اللہ نے توبیخ بھی فرمائی ہے، جن میں امام بخاری رحمہ اللہ اور علی بن المديني رحمہ اللہ شامل ہیں، جب کہ حقیقت میں انہی کا اسلوب و منہج بہترین ہے۔

## امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج :

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو مقدمہ سے شروع کیا، جس میں انہوں نے وجہ تالیف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی احادیث کی اقسام ثلاثہ بیان کیں، اس کے ساتھ ساتھ ثقات سے روایت کرنے کا وجوب اور احادیثِ نبویہ میں جھوٹ سے اجتناب پر بحث کرتے ہیں، اور ان احادیثِ نبویہ میں جھوٹ کی حرمت کو ابواب میں تقسیم کر کے زیر بحث لاتے ہیں اور اس مقدمہ کو حدیثِ معنعن کے قابل حجت ہونے کے بیان و دلائل پر ختم کرتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اپنی کتاب کے اس مقدمہ میں احادیث ذکر کرنے میں ان کی شرط وہ نہیں ہے جو انہوں نے صحیح مسلم میں قابل اعتناء رکھی ہے، امام حاکم رحمہ اللہ ایک حدیث کی روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کی ہے جب کہ اپنی صحیح میں اس حدیث کو ذکر نہیں کیا، لہذا کتاب میں مذکور احادیث ہی صحیح ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حدیثِ معنعن کو قابلِ حجت ماننے کی بحث کے ضمن میں بعض علماء پر اعتراض کیا ہے جب کہ ان علماء کا نام ذکر نہیں کیا، چنانچہ بعد میں آنے والے محدثین نے اس بارے میں مختلف آراء ذکر کی ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ ان علماء سے کون مراد لیتے ہیں:

أ. بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان سے مراد امام بخاری رحمہ اللہ ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "نزهة النظر" میں فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مطلق معاصرت کو کافی ٹھہرایا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف اس بات کو منسوب کیا ہے کہ وہ عنعنہ کو بالکل قبول نہیں کرتے تھے۔

امام صنعانی رحمہ اللہ "توضيح الأفكار" میں فرماتے ہیں کہ ہم نے امام مسلم رحمہ اللہ کے مقدمہ میں روایاتِ معنعنہ کے بارے میں کافی کلام پایا ہے، روایاتِ معنعنہ کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس بات کی شرط لگائی ہے کہ راوی کی اُس شخص سے ملاقات ضروری ہے جس سے اس نے عنعنہ کیا ہو، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس پر طویل کلام کیا ہے تاہم امام مسلم رحمہ اللہ نے کسی قسم کی تصریح نہیں کی کہ

اس سے مراد ان کی امام بخاری رحمہ اللہ ہیں، لیکن قارئین اس بات پر متفق ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی یہاں مراد امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔

تاہم یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ صرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام صنعانی رحمہ اللہ کا قول نہیں ہے بلکہ ان سے پہلے امام بلقینی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کا تذکرہ فرمایا ہے، کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد امام بخاری رحمہ اللہ ہی ہیں۔

ب. بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد علی بن المدینی رحمہ اللہ ہیں، ان علماء میں سے حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ سر فہرست ہیں۔

امام بلقینی رحمہ اللہ "محاسن الاصطلاح" میں فرماتے ہیں کہ گویا یہاں امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد علی بن المدینی رحمہ اللہ ہیں، امام بقاعی رحمہ اللہ نے "النكت الوفية" میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ایک رائے نقل کی ہے جو کہ "نزهة النظر" میں نقل کی گئی رائے سے بالکل مختلف ہے جس میں وہ یہ کہتے پائے گئے ہیں کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے جب امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس سے امام مسلم رحمہ اللہ کی مراد علی بن المدینی رحمہ اللہ ہیں۔

ت. اس بات کا احتمال بھی ہے کہ اس سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں یا زیادہ افراد بھی مراد ہو سکتے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ "السير" میں امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کے مقدمہ کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مقدمہ میں لقاءِ راوی والی شرط کے بارے میں تفصیلی کلام کرتے ہوئے ان کے قائلین کا ذکر کیا، یہاں امام ذہبی رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کی طرف اس بات کو منسوب کرتے ہیں کہ ان سے مراد امام مسلم رحمہ اللہ کی امام بخاری رحمہ اللہ اور ان کے شیخ امام علی بن المدینی رحمہ اللہ ہیں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح العلل" میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ و علی بن المدینی رحمہ اللہ نے لقاءِ راوی کے بارے میں جو شرط اپنائی ہے وہ شرط در حقیقت امام شافعی رحمہ اللہ، امام

احمد رحمہ اللہ، امام أبوزرعہ رحمہ اللہ اور أبو حاتم رحمہ اللہ کی بھی ہے۔ اس سے اس بات کا احتمال بھی پیدا ہوتا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے کسی معین شیخ کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ ہر اس عالم پر رد کیا تھا جو کہ اس شرط کے قائل تھے۔

تاہم اس بات کا بھی بھرپور احتمال ہے کہ یہاں امام مسلم رحمہ اللہ نہ تو امام بخاری رحمہ اللہ پر رد فرما رہے ہیں اور نہ ہی امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کو زیر بحث لا رہے ہیں، کیونکہ وہ خود امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے پائے گئے کہ آپ سے وہی شخص بغض رکھے گا جو کہ آپ سے حسد کرنے والا ہو، اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ کے مثل کوئی دوسرا عالم موجود نہیں، واللہ اعلم۔

## تراجم ابواب میں امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج:

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں احادیث کو ابواب کے تحت ذکر نہیں کیا، بلکہ وہ احادیث کو فقہی ترتیب کی اساس پر ذکر کرتے چلے جاتے ہیں، جس کے تحت وہ اپنی صحیح کو "كتاب الإيمان" سے شروع کرتے ہیں پھر اس کے بعد "الطهارة" اور اسی طرح "الصلاة" ذکر کرتے ہیں، تاہم ان روایات کو وہ مبوّب نہیں ذکر کرتے، اسی وجہ سے وہ ایسے نہیں ذکر کرتے، "باب كذا وكذا".

تاہم ابھی جو صحیح مسلم میں ابواب ہمیں نظر آتے ہیں وہ در حقیقت صحیح مسلم کے شارحین، مستخرجین اور ملخصین نے بعد کے ادوار میں اپنی طرف سے ترتیب دئے۔ جن میں سے امام نووی رحمہ اللہ اور امام قرطبی رحمہ اللہ کی تبویب قابل ذکر ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کی تلخیص اس طریقے سے ذکر کی ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کی احادیث کو بغیر اسانید کے ذکر کیا، اور ان متون کے لئے انہوں نے بہترین اور خوبصورت انداز سے ابواب ذکر کئے، پھر اس تلخیص کی شرح فرمائی، اس تبویب کو دیکھتے ہوئے ایسا تاثر ابھرتا ہے کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے امام أبو نعیم رحمہ اللہ کی مستخرج سے کہیں کہیں استفادہ کیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح اپنی کتاب میں ابواب کے تراجم ذکر نہیں کئے، بلکہ "کتب" کے نام ذکر کرنے پر اکتفاء کیا۔ امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اس صحیح میں ابواب کے تراجم ذکر نہیں کئے تاکہ کتاب کا حجم زیادہ نہ ہو جائے یا دیگر اس جیسی وجوہات کی بناء

پر امام مسلم رحمہ اللہ صحیح کے ابواب ذکر نہیں کرتے۔ لیکن یہ بات مد نظر رہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے ان ابواب کو ایسی آسان اور سہل ترتیب سے ذکر کیا کہ بعد میں آنے والوں کے لئے ان کے عناوین وضع کرنا آسان ہو گیا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ایک جماعت نے امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کے ابواب کے تراجم ذکر کئے ہیں، جن میں سے بعض تراجم بہترین ہیں اور بعض دیگر اس معیار کے نہیں ہیں، تراجم کی عبارات میں تقصیر کی وجہ سے اور الفاظ کی رکاکت کی بناء پر وہ تراجم معیار پر پورا نہیں اتر پاتے، اور ہم (امام نووی رحمہ اللہ) ان تراجم کو بہترین عبارات کے ساتھ مزین کرنے کی ممکنہ کوشش کریں گے جو کہ ابواب کے ساتھ مکمل ہم آہنگ نظر آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ کی ترتیب علماء کے ہاں متداول اور معروف ہے۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ نے عملی طور سے ایسا کر دکھایا، اور صحیح مسلم کی شرح کے دوران انہوں نے ان ابواب کے تراجم ترتیب دئے، جو کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے ترتیب دئے گئے ابواب سے مکمل مطابقت رکھتے ہیں، جب کہ وہ احادیث پر بھی مکمل دلالت کرتے دکھائی دیتے ہیں، جس کی بناء پر قاری کو اس بات میں قطعاً غور وفکر کرنے کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ وہ ابواب کے تراجم اور احادیث میں وجہ استدلال ڈھونڈتا پھرے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف مسند روایات کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے:

أ. حفاظ متقنین کی روایات کہ جن کی روایات کی تخریج کو امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے۔

ب. وہ راوی کہ جو حفظ واتقان کے اعلیٰ مراتب سے متّصف نہ ہوں، جس کی وجہ سے انہیں صدق جیسے الفاظ سے موسوم کیا جاتا ہے، ایسے راویوں کی روایات کو پہلے مرتبہ کے راویوں کی روایات کے متابعت میں ذکر کیا جاتا ہے۔

ت. وہ راوی جوکہ وضعِ حدیث کے ساتھ متہم ہوں، اور جن کی روایات کا غالب حصہ منکر اور غلط روایات پر مشتمل ہو، تو ایسے راویوں کی روایات کو چھوڑ دیا گیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے جو مذکورہ تقسیم ذکر کی ہے اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں:

اَ. امام حاکم رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کو موت نے مہلت نہیں دی اور وہ قسمِ ثانی کی روایات سے قبل ہی وفات پا گئے، اور صرف پہلی قسم کی روایات ہی ذکر کر پائے، اسی رائے کی طرف حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا میلان پایا جاتا ہے۔

ب. قاضی عیاض رحمہ اللہ اس قول کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب میں دو طبقات کی روایات کو نقل کرتے ہیں، یعنی دوسرے طبقہ کی اسانید کو وہ بطور استشہاد پیش کرتے ہیں، یا اس صورت میں دوسرے طبقہ کی روایات ذکر کرتے ہیں جب انہیں پہلے مرتبہ کی کسی قسم کی سند نہ مل سکے۔

اور ایسے راوی کی روایت بھی ذکر کرتے ہیں کہ جن کے ضعف یا متہم بالبدعت ہونے کے تناظر میں اور ان کی تعدیل و تجریح کے بارے میں ائمہ مختلف آراء رکھتے ہوں، ان کی احادیث کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ اور اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ بھی کرتے پائے گئے ہیں، یعنی امام بخاری رحمہ اللہ طبقاتِ ثلاثہ سے روایت کرتے پائے گئے، اور طبقہ رابعہ کی روایات کو انہوں نے بالکل ہی ترک کر دیا تھا، جیسا کہ انہوں نے اس کی تصریح بھی کی ہے۔

پھر اس کے بعد قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا احتمال بھی ہے کہ طبقاتِ ثلاثہ سے مراد ان کے نزدیک وہ راوی ہوں جو کہ حفاظ متقنین تھے اور پھر اس کے بعد وہ راوی جو ان کے بعد والے مرتبہ کے تھے، اور تیسرے طبقہ کے راوی وہ ہیں جن کی روایات کو انہوں نے چھوڑ دیا۔ امام نووی رحمہ اللہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس قول کی تائید فرماتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے قاضی عیاض رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کرتے ہوئے امام حاکم رحمہ اللہ اور

بیہقی رحمہ اللہ کے قول کو راجح قرار دیا ہے، ان کے قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے تین کتب تصنیف فرمائیں، جن میں سے پہلی کتاب یہی صحیح ہے جو کہ انہوں نے لوگوں کو پیش کی، جب کہ دوسری کتاب وہ تھی جس میں انہوں نے عکرمہ رحمہ اللہ، ابن اسحاق رحمہ اللہ اور ان جیسے دیگر راویوں کی روایات کو ذکر کیا، اور تیسری کتاب میں انہوں نے ضعفاء کو ذکر کیا۔

## صحیح بخاری کی صحیح مسلم پر فضیلت کے اسباب :

علماء و محدثین کے مابین اس بات میں اختلاف ہے کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فضیلت حاصل ہے یا صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت حاصل ہے۔ تاہم جمہور محدثین صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر بعض اسباب کی بناء پر فضیلت دیتے نظر آتے ہیں:

اَ. امام بخاری رحمہ اللہ کی احادیث صحت کے لحاظ سے امام مسلم رحمہ اللہ کی احادیث سے زیادہ قوی ہیں، بعض احادیث ایسی ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ ان کی تخریج پر متفق رہے ہیں، تاہم محدثین اس معاملے میں امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کو دیکھتے ہیں جو کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط سے زیادہ قوی ترین ہے۔

ب. وہ روایات جو کہ صحیح بخاری میں متکلّم فیہا ہیں ان کی تعداد صحیح مسلم کی متکلّم فیہا روایات سے تھوڑی ہیں۔

ت. صحیح مسلم میں امام مسلم رحمہ اللہ نے جن راویانِ حدیث سے احادیث نقل کی ہیں ان میں سے متکلّم فیہم راوی تعداد کے لحاظ سے صحیح بخاری کے متکلّم فیہم راویوں سے زیادہ ہیں، اس کی بناء پر بھی محدثین صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

ث. اگر فقہی ترتیب کے لحاظ سے غور کیا جائے تو بھی صحیح بخاری کو فضیلت حاصل ہے کیونکہ فقہی ترتیب کے لحاظ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کو فقہ کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا ہے، جس کی وجہ سے ان کی کتاب ایک ہی وقت میں حدیث وفقہ دونوں کی کتاب قرار پاتی ہے۔

## مغاربہ کی صحیح بخاری پر صحیح مسلم کو فضیلت :

بعض مغاربہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فوقیت دیتے نظر آتے ہیں، اسی طرح مشارقہ میں سے اَبو علی نیشاپوری رحمہ اللہ سے ایک عبارت ایسی منقول ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح مسلم کو فوقیت دینے کے قائل ہیں۔ تاہم یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہ فضیلت "صحتِ حدیث" کے باب میں ہے یا صحت سے علاوہ دیگر امور میں فضیلت مراد ہے، بعض محدثین یہ سمجھے ہیں کہ یہاں تفضیل دیگر امور کے ساتھ ساتھ صحتِ حدیث کو بھی شامل ہے، لیکن اس کلام کے قبول کرنے میں اہلِ علم کو تامل ہے، کیونکہ جس شخص کو بھی علم الحدیث سے معمولی سا بھی شغف ہو وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم کی احادیث سے زیادہ قوی و صحیح ہیں۔

## امتیازاتِ صحیح مسلم :

کئی اہل علم نے امام مسلم رحمہ اللہ کے صنیع کو انتہائی طور سے پسند کیا ہے اور ان کی پسندیدگی کے اسباب میں سے حسنِ ترتیب، اسانیدِ حدیث کو خلاصہ کے انداز میں ذکر کرنا، اختلافِ سند و متن کی صورت میں اس پر تنبیہ کرنا شامل ہیں۔

1. امام مسلم رحمہ اللہ نے کتاب کو ایسے نفیس مقدمہ سے شروع کیا ہے کہ جس میں علوم الحدیث کے بہترین فوائد و نکات سموئے ہیں۔
2. اگر صحیح مسلم کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ ان روایات پر خصوصی طور سے تنبیہ کرتے پائے جاتے ہیں جن میں راویوں نے سماع کی تصریح کی ہو، اور اسے خصوصی طور سے واضح کرتے ہیں۔

چونکہ انہوں نے حدیثِ معنعن کے قبول کرنے میں امام بخاری رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے تو غالبًا یہی وجہ ہے کہ سماع پر تصریح والی احادیث کو خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ راوی جس نے تصریح بالسماع کی ہو وہ مدلس ہو یا نہ ہو، اگر وہ تدلیس کی صفت سے متّصف ہو تو اس بات میں کوئی ابہام نہیں

رہتا کہ امام مسلم رحمہ اللہ اس کی تصریحِ سماع کو ضرور واضح کرنا چاہتے ہیں، تاہم راوی اگرچہ مدلس نہ ہو تو بھی امام مسلم ایسی صورت میں تصریحِ سماع پر حریص نظر آتے ہیں۔

اس کی بہترین مثال ان کی صحیح میں پہلی حدیث ہی ہے، جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اس میں امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَهْمَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ - وَهَذَا حَدِيثُهُ - حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ-أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ-فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ. ..." امام مسلم رحمہ اللہ اس روایت کے متعدّد طرق نقل کرتے ہیں، اور پھر ان اسانید میں سے اس سند کو سامنے لاتے ہیں جن میں سماع کی صراحت ذکر ہے۔

3. امام مسلم رحمہ اللہ اپنی اس کتاب میں "حدثنا" اور "أخبرنا" میں انتہائی حد تک فرق بیان کرتے پائے گئے ہیں، اور مشائخ سے روایت ذکر کرتے وقت اس بات کا بہت اہتمام کرتے پائے گئے ہیں۔

جیسا کہ ان کے اس قول سے بخوبی واضح ہوتا ہے: "حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، قَالَ عَبْدٌ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ: ابْنُ رَافِعٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ".

جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایسے کسی اہتمام کی طرف توجہ دیتے دکھائی نہیں دیتے، معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ "حدثنا" اور "أخبرنا" کے درمیان کسی قسم کا فرق روا نہیں رکھتے، اور یہ صحیح بخاری کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ "أخبرنا" اور "حدثنا" میں فرق کرتے ہیں۔

**تنبیہ:** "حدثنا" اور "أخبرنا" میں فرق:

محدثین علماء کرام تحمّلِ حدیث کے طرق میں سے "شیخ کا حدیث کو پڑھنا" اور "شیخ کے سامنے حدیث کو پڑھنا" میں فرق کرتے ہیں، چنانچہ اگر شیخ اپنے حافظہ سے یا صحیفہ وکتاب سے احادیث پڑھ رہا ہو اور طلباء اسے سن رہے ہوں اور ان روایات کو شیخ سے سن کر وہ اپنے پاس لکھ رہے ہوں، تو اسے "سماع" کہا جاتا ہے، اور اسے وہ "حدثنا أو حدثني" سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا اگر طالب علم نے ایسی کسی مجلس میں حدیث سنی ہو تو وہ اس حدیث کو بیان کرتے وقت "حدثنا" یعنی جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے، کیونکہ اس نے وہ حدیث تلامذہ کے ایک جم غفیر میں اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے، اور اگر اپنے شیخ سے اکیلے میں روایت کی ہو تو اسے وہ "حدثني" مفرد کے صیغہ سے روایت کرتا ہے۔

اور اگر طالب علم اپنے شیخ کے سامنے احادیث پڑھ رہا ہو جیسا کہ امام مالک رحمہ اللہ کا طریقہ کار تھا کہ اپنی مؤطا کسی ایک طالب علم کو دے دیتے، اور وہ اس صحیفہ سے احادیث پڑھتا جاتا اور امام مالک رحمہ اللہ اسے سنتے جاتے، اگر طالب علم کہیں غلطی کرتا تو امام مالک رحمہ اللہ اسے ٹوکتے اور اصلاح فرماتے، وگرنہ وہ پڑھتا جاتا، اس طریقہ کو محدثین کی اصطلاح میں " العرض والقراءة على الشيخ " کہا جاتا ہے، اس قسم کے تحمّلِ حدیث کے بعد راوی اگر روایت حدیث کرتا تو وہ "أخبرني" کا صیغہ استعمال کرتا، اس سے یہ بتلانا مقصود ہوتا کہ میں نے یہ روایت شیخ کے منہ سے ان کے الفاظ کی صورت میں نہیں سنی، بلکہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے اس شیخ پر یہ حدیث پڑھی اور میں نے سنی۔

اسی دقیق اصول کی بناء پر محدثین "حدثنا" اور "أخبرنا" کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ جب کہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ مذکورہ دونوں طرق برابر ہیں، چاہے وہ شیخ نے خود پڑھی ہوں یا ان کے کسی شاگرد نے شیخ پر روایات پڑھی ہوں۔

لیکن امام مسلم رحمہ اللہ اس کے قائل نہیں، بلکہ وہ دونوں طرق کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر اوقات روایتِ حدیث کے دوران اس فرق کی طرف "قال فلان : حدثنا... وقال فلان: أخبرنا" جیسے الفاظ کے ساتھ اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

4. امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ امتیازی خصوصیت بھی دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ متن یا سندِ حدیث میں راویوں کے اختلاف کی صورت میں اداءِ الفاظ میں حد درجہ احتیاط کرتے نظر آتے ہیں۔ اور ہر راوی کے ذکر کئے گئے الفاظ میں فرق کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔

اگر چہ راویوں کا یہ اختلاف متنِ حدیث کے کسی ایک حرف میں ہی کیوں نہ ہو، یا کسی راوی کی صفت یا نسب میں ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ اس اختلاف کی طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں، اگرچہ اس اختلاف کا کوئی اثر بھی نہ نظر آ رہا ہو۔ جیسا کہ فرماتے ہیں: "حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ، كِلَاهُمَا عَنْ حَفْصٍ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سُلَيْمٍ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، قَالَ"، یہاں أَبُو بَكْرٍ کو دوبارہ ذکر کرنے سے مقصد یہ ہے کہ مذکورہ روایت کا متن أَبُو بَكْرٍ کے ذکر کردہ الفاظ سے عبارت ہے۔ جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح میں ایسا کسی قسم کا اہتمام نظر نہیں آتا۔

اسی خصوصیت کی بناء پر امام بخاری رحمہ اللہ کے اس صنیع کو ان کا عیب گردانا گیا ہے جس میں وہ مختلف راویوں کی روایات کو ایک ہی جگہ ذکر کرتے پائے گئے ہیں، جن کی روایات معناً ایک ہی ہوں، اور الفاظ الگ الگ ہوں جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس قسم کے اختلاف کو واضح بھی نہیں کرتے بلکہ اس سے سکوت اختیار کرتے ہیں۔

5. امام مسلم رحمہ اللہ ان صحائف سے روایات ذکر کرتے وقت جن کی احادیث ایک ہی سند سے منقول ہوں، ان کے بارے میں وضاحت کرتے پائے گئے ہیں، جیسا کہ ہمام بن منبہ رحمہ اللہ کا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے جو احادیث کا صحیفہ منقول ہے اسے وہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم، فَذَكَرَ أَحَادِيثَ مِنْهَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم".

6. مہمل کے بیان کرنے میں بھی امام مسلم رحمہ اللہ بطورِ خاص اہتمام کرتے نظر آتے ہیں جیسا کہ اس سند میں "حدثنا عبد الله بن سلمة حدثنا سليمان يعني بلال" دیکھا جا سکتا ہے۔

7. امام مسلم رحمہ اللہ کی ایک اضافی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسانید میں تحویل کرتے پائے جاتے ہیں اور طرقِ روایات کی تلخیص کرتے ہیں۔

8. حسنِ ترتیب میں امام مسلم رحمہ اللہ کو امتیازی شان حاصل ہے، اس کی مزید تنقیح و تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ دقیق نکات کا استنباط کیا جا سکے، اور علمِ اَسانید و مراتبِ رواۃ کی مزید عمیق مباحث کو اجاگر کیا جا سکے۔ اسی حسنِ ترتیب کی خصوصیت کی بناء پر انہیں امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح پر ترجیح دی جاتی ہے جیسا کہ "عبد الرحمٰن بن علي بن الدَّيبع رحمہ اللہ "فرماتے ہیں:

تنازع قوم في البخاري ومسلم لديَّ وقالوا: أيّ ذين يقدمُ ؟

فقلت: لقد فاق البخاري صحةً كما فاق في حسن الصناعة مسلم

صحیح مسلم کی حسنِ ترتیب کے بارے میں علماء و محدثین فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں سوائے احادیثِ نبویہ کے کسی دوسرے کے قول کی طرف توجہ نہیں دی گئی، یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے حدیثِ نبوی کے ساتھ کسی اور کے قول کو خلط نہیں کیا، گویا کہ یہاں سے وہ محدثین امام بخاری رحمہ اللہ کے صنیع کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جیسے امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیثِ نبویہ کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال کو بھی ذکر کیا ہے، اور ساتھ ساتھ فقہ الحدیث کے زیر اثر اپنے فرمودات بھی ذکر کرتے ہیں، جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ صرف اور صرف احادیثِ نبویہ کو ہی ذکر کرتے ہیں۔

9. اس کے ساتھ ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ بعض روایات میں موجود علل کے بارے میں بھی اشارہ کرتے نظر آتے ہیں۔

اس بارے میں وہ خود مقدمہ میں اس بابت تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں اگر ضرورت محسوس ہو تو احادیثِ معللہ کے ضمن میں ان کی بحث و تشریح کی جائے گی۔ اسی بات کا تذکرہ

کرتے ہوئے قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے احادیث کی علل کے بارے میں بحث کی ہے، جن میں اختلافِ اسانید یعنی ارسال و اتصال یا زیادت و نقصانِ متن جیسے امور شامل ہیں۔

10. اسی طرح یہ بات بھی امام مسلم رحمہ اللہ کی فضیلت میں ذکر کی جاتی ہے کہ انہوں نے کسی بھی حدیث کے تمام طرق ایک ہی جگہ ذکر کئے ہیں۔

جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کسی بھی روایت کے طرق کو متعدّد مختلف مقامات پر ذکر کرتے ہیں اور تقطیع کی بنیاد پر مختلف مقامات پر کسی بھی باب کے مناسب روایت بمعہ طریق الگ الگ ذکر کرتے ہیں، بارہا دفعہ ایسا ہوا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث میں متعدّد فقہی مسائل کی بنیاد پر کسی ایک روایت کو بیس مقامات پر ذکر کیا ہے، اور اسی بناء پر وہ تقطیع احادیث کرتے پائے جاتے ہیں، کبھی وہ اس روایت کو "الصلاۃ" میں ذکر کرتے ہیں اور پھر اسی روایت کو "الطھارۃ" میں لاتے ہیں، پھر اس کے بعد "الزکاۃ" اور پھر "الحج" میں ذکر کرتے ہیں۔ اور پھر "الصیام" میں ذکر کرتے ہیں، اسکے بعد دیگر ابواب میں بھی اسے ذکر کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ہر باب میں اسی ایک حدیث سے مختلف فقہی مسائل کا استنباط کرتے پائے جاتے ہیں۔

جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ ایسی تکرار کے قائل نہیں، تاہم انتہائی قلیل مقدار میں وہ بھی تکرار کرتے دکھائی دیتے ہیں، جہاں کہیں اشد ضرورت ہو تو وہاں وہ تکرارِ حدیث کرتے نظر آتے ہیں۔ اسے انہوں نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں واضح انداز میں ذکر کیا ہے، کہ کسی زائد معنٰی یا سند میں کسی اضافی فائدہ کے سبب تکرارِ حدیث کرلی جاتی ہے، ایسی صورت میں کسی بھی حدیث کو دوبارہ ذکر کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیثِ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو وہ "الأشربة" میں ذکر کرتے ہیں، پھر اسے وہ دوسرے مقام پر بھی ذکر کرتے ہیں، تاہم یہ بات انتہائی قلیل مقامات میں دکھائی دیتی ہے، لہذا نوادر پر کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ کا غالب طریقہ کار یہی ہے کہ وہ کسی بھی روایت کے تمام طرق کو ایک ہی

مقام پر ذکر کرتے ہیں، تو اگر کسی بھی روایت کے متن کا ایک کثیر حصہ اگر "كتاب الطهارة" سے متعلق ہو اور اسے "كتاب الطهارة" میں جگہ دی جا سکتی ہو تو اسے وہ "كتاب الطهارة" میں ذکر کرتے ہیں، اگرچہ اس متن میں بعض کلمات ایسے بھی ہوں کہ جنہیں "كتاب الصلاة" میں بھی ذکر کیا جا سکتا ہو، لیکن وہ اسے وہاں ذکر نہیں کرتے بلکہ اس موضوع سے متعلق جو باب زیادہ لائقِ ذکر ہو وہیں اسے ذکر کر دیتے ہیں۔

اسی بات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے امام أبو محمود المقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ کسی ایک موضوع سے متعلق تمام احادیث کسی ایک خاص مقام پر ذکر کر دیتے ہیں، اور اس کی تمام اسانید بمعہ مختلف الفاظ و متون کے اسی مقام پر ہی ذکر کر دیتے ہیں۔ جس کی بناء پر طالب علم کے لئے کسی بھی حدیث کے تمام طرق کی معرفت اور ان تک رسائی آسان ہو جاتی ہے، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ ایسا کسی قسم کا اہتمام نہیں کرتے پائے جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ اس بات میں مغالطہ کا شکار ہو جاتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فلاں روایت ذکر نہیں کی حالانکہ انہوں نے وہ روایت صحیح بخاری میں ذکر کی ہوتی ہے لیکن وہ ایسے باب کے تحت ہوتی ہے کہ جہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے کسی فقہی غرض کی بناء پر اسے ذکر کیا ہوتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ طرق کے ذکر کرنے میں بھی حسنِ ترتیب کو مدنظر رکھتے ہیں، سب سے پہلے صحیح ترین طرق ذکر کرتے ہیں، اسی طرح ان طرق کو مقدم کرتے ہیں جن میں اجمال ہو پھر اس کے بعد وہ طریق ذکر کرتے ہیں جو کہ اس اجمال کا بیان ہو، اسی طرح طریقِ منسوخ کو پہلے ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد ناسخ طریق کو ذکر کرتے ہیں۔

11. اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ متن میں بھی کسی قسم کی زیادت یا نقصان کی طرف اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں، جب وہ کسی بھی حدیث کی روایت کرتے ہیں تو اس کے بعد وہ حسبِ اصول متابعات و شواہد ذکر کرتے ہیں۔

اگر کسی متابعت یا شاہد میں کوئی لفظ اضافی موجود ہو تو اسے ذکر کرتے ہیں، اور کسی لفظ کا اختلاف ہو تو اس کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں، اسی اسلوب کی بناء پر امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کو علماء نے صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔

12. اسی طرح وہ امور جن کی وجہ سے صحیح مسلم کو ترجیح دی جاتی ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مرفوع ومتّصل روایات ہی پر اکتفاء کیا ہے، جبکہ موقوف ومعلق روایات کو قابل اعتناء نہیں گردانا۔

یہی وجہ ہے کہ پوری صحیح مسلم میں فقط 12 احادیث معلقات ہیں، جن میں سے 6 روایات کو اسی صحیح مسلم میں انہوں نے متّصل ذکر کیا ہے، جب کہ صحیح مسلم میں موقوفات کی تعداد صحیح بخاری کے مقابلے میں انتہائی قلیل ترین ہے۔

13. اس صحیح میں امام مسلم رحمہ اللہ نے چالیس "عوالی" ذکر فرمائی ہیں جس کا مطلب ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے ان کی سند اونچی ہے اور ان عوالی کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک کتابچہ میں ذکر فرمایا ہے جس کا نام "عوالی مسلم" ہے۔

اس تمام تفصیل سے واضح ہوا کہ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح کی وجہ صحت کے لحاظ سے نہیں ہے بلکہ دیگر کئی ایسے امور ہیں جن کی بناء پر صحیح مسلم کو فضیلت دی ہے۔اور کئی محدثین نے اس کے خلاف بھی قول کیا ہے۔

## امام مسلم کا اسانید عالیہ سے عدم اہتمام :

امام مسلم رحمہ اللہ کی بہترین اسانید میں سے وہ اسانید ہیں جن میں ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان چار راوی ہیں، اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ، أبو داؤد رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کی کتب میں ثلاثیات نہیں پائی جاتیں، جیساکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی کتاب میں ثلاثیات پائی جاتی ہیں، اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک ثلاثی روایت ذکر کی ہے اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے پانچ ثلاثیات ذکر کی ہیں، اگرچہ وہ

پانچوں ضعیف ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سندِ عالی کی طرف زیادہ توجہ نہیں دی، حدیثِ عالی اور حدیثِ نازل دو اصطلاحات محدثین کے نزدیک معروف ہیں۔ صاحبِ کتاب اور نبی ﷺ کے درمیان راویوں کی قلت کو حدیثِ عالی کہا جاتا ہے اور راوی جتنے زیادہ ہوں گے سند اتنی نازل ہوگی۔ یعنی مثال کے طور پر امام مسلم رحمہ اللہ نے کوئی ایک روایت متعدّد طرق سے نقل کی ہو، جن میں سے بعض اسانید میں امام مسلم رحمہ اللہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان چھ راوی ہوں اور بعض طرق میں ان راویوں کی تعداد چار ہو، تو چار راویوں والے طریق کو طریقِ عالی کہا جاتا ہے اور دوسرے طریق کو نازل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ محدثین نے "علو" کے مسئلہ کو کافی اہمیت دی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے طبقہ کے محدثین نے احادیثِ عالیہ کے ذکر کرنے میں کافی دلچسپی ظاہر کی ہے۔ بعض محدثین نے ثلاثی اسانید کو ذکر کر کے اپنی کتاب کی اہمیت کو بڑھایا ہے۔ ثلاثی اسانید سے مراد صاحب کتاب اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تین راویوں کا ہونا ہے۔ اس تناظر میں مسند امام احمد میں تقریبًا تین سو احادیث ثلاثیات ہیں۔ اسی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ و ترمذی رحمہ اللہ کی کتب میں بھی ثلاثیات پائی جاتی ہیں۔ اور یہ دونوں ائمہ امام مسلم رحمہ اللہ سے متاخر ہیں، تو جب ان کی کتب میں ثلاثیات موجود ہیں تو امام مسلم رحمہ اللہ نے کیوں نہیں ذکر کیں؟ سب سے عالی سند جو امام مسلم رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں وہ رباعی اسانید ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ کا ثلاثیات ذکر نہ کرنا صحیح اسانید کے اہتمام کی وجہ سے تھا، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان کو جو ثلاثی روایات ملی تھیں وہ ضعیف ہوں تو اس وجہ سے انہوں نے ثلاثیات کو بالکل بھی اہمیت نہیں دی اور اسانید کی صحت کو مد نظر رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض محدثین یہ فرماتے پائے گئے ہیں کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی تمام ثلاثی روایات ضعیف ہیں۔ اسی سبب کی بناء پر امام مسلم رحمہ اللہ نے ثلاثیات سے

اجتناب کرتے ہوئے فقط صحتِ سند کو مرکوز رکھا ہوگا، ورنہ ان کے پاس بھی ثلاثیات کا ذخیرہ ہوتا۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج تھا کہ وہ روایت بالمعنیٰ کو اہمیت نہیں دیتے بخلاف امام بخاری رحمہ اللہ کے، کہ وہ روایت بالمعنیٰ کرتے نظر آتے ہیں بشرطیکہ معانی کے تبدیل ہونے کا خدشہ نہ ہو۔ جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ کسی بھی لفظ کو تبدیل یا تغییر کرنے کے بالکل بھی روادار نہیں تھے۔ اس بناء پر بعض محدثین صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے پائے گئے۔

جب کہ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے اس صنیع پر ان کے لئے عذر موجود تھا کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح کی تصنیف اس اسلوب سے نہیں کرتے تھے کہ شیخ سے سنتے ہی اسے کتاب میں لکھ دیتے، بلکہ کبھی وہ حدیث شام میں کسی شیخ سے سنتے اور پھر اسے خراسان میں لکھنے کی نوبت آتی، تو ایسی صورت میں وہ اپنے حافظہ سے اسے لکھتے وقت اس حدیث کے معانی کو ذہن میں رکھتے ہوئے اسے اپنے الفاظ کا جامہ پہناتے، تاہم اگر بعینہ انہی الفاظ کو ذکر کرسکتے تو وہی الفاظ ذکر کرتے، بصورتِ دیگر اس کے لئے مناسب الفاظ لاتے۔

جب کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کو نیشاپور میں بیٹھ کر لکھا، بلکہ اپنی تمام کتب وصحیفہ جات کی موجودگی میں اسے مکمل کیا، اسی طرح ان کے بعض شیوخ اس صحیح کی تصنیف کے وقت زندہ موجود تھے، تو اگر کسی لفظ کے بارے میں امام مسلم رحمہ اللہ کو کوئی اشکال پیش آتا تو وہ اپنے شیخ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اصلاح فرمالیتے، تو ایسی صورت میں انہیں یہ حق حاصل تھا کہ وہ بعینہ وہی الفاظ ذکر کریں جو کہ انہوں نے اپنے شیخ سے سنے ہوں۔ اسی سبب کی بناء پر بعض مغاربہ ان روایات کو کہ جن کی تخریج کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ دونوں متفق ہوں، ایسی روایات میں امام مسلم رحمہ اللہ کو امام بخاری رحمہ اللہ پر فوقیت دیتے ہیں، کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ الفاظ کی ادائیگی میں انتہائی حد تک احتیاط کرتے پائے جاتے ہیں۔

## امام مسلم رحمہ اللہ پر اعتراض اور اس کا جواب :

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے امام مسلم رحمہ اللہ کو اس بات پر اعتراض کا نشانہ بنایا ہے کہ انہوں نے ضعفاء اور طبقہ ثانیہ کے متوسطین سے منقول روایات کو اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، جو کہ صحیح کی شرائط کے مطابق نہیں ہیں، تاہم امام ابن الصلاح رحمہ اللہ کے مطابق امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ عمل کچھ اسباب کی بناء قابل گرفت نہیں ہے:

أ. اس بات کا امکان موجود ہے کہ جو راوی دوسرے ائمہ کے نزدیک ضعیف ہیں وہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ ہوں، یہاں اس بات کو نہیں دہرایا جائے گا کہ جرح، تعدیل پر مقدم ٹھہرائی جائے گی۔ کیونکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ جرح کرنے والوں نے جرح کی تفسیر نہ کی ہو، اور جرح غیر مفسر کو مقدم نہیں قرار دیا جاتا، اسی طرح اس بات کا بھی احتمال ہے کہ جارح نے مذکورہ راوی پر جرح کا سبب بھی بیان کیا ہو اور امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا سبب قابلِ التفات ہی نہ ہو۔

ب. ان مجروح راویوں سے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہو لیکن وہ روایت شواہد و متابعات کے درجے میں ہو نہ کہ اصول کے درجے میں۔

ت. جس ضعیف راوی سے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کی ہو، اس راوی کا ضعف اسے امام مسلم رحمہ اللہ کی اس سے روایت نقل کرنے کے بعد لاحق ہوا ہو، ایسے اختلاط کی بناء پر کہ جو اس کی گزشتہ دور کی روایات پر کسی قسم کی قدغن ثابت نہ کرتا ہو، جیسا کہ أحمد بن عبد الرحمٰن الوہبی رحمہ اللہ کے بارے میں معاملہ بالکل اسی نوعیت کا ہے کہ ابراہیم بن أبي طالب رحمہ اللہ نے امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ سے فرمایا کہ آپ نے اپنی صحیح میں أحمد بن عبد الرحمٰن الوہبی رحمہ اللہ سے احادیث کثرت سے روایت کی ہیں، جب کہ اس کا معاملہ آپ پر ظاہر ہے، تو امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے مصر سے نکلنے کے بعد اس پر جرح کی گئی اور

اسے مجروح قرار دیا گیا۔

ث. کبھی کسی راوی ضعیف کی وجہ سے سندِ عالی ہوتی ہے اور وہ روایت امام مسلم رحمہ اللہ کے پاس ثقات کے توسط سے سندِ نازل کی صورت میں موجود ہو، اور وہ طوالت کے خوف سے سندِ نازل کو چھوڑ سندِ عالی کی طرف عدول کر جاتے ہیں، کیونکہ سندِ عالی کا محدثین کے نزدیک بڑا مقام و مرتبہ ہے۔

شیخ ربیع بن ہادی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے امام مسلم رحمہ اللہ پر اعتراضات کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

- بعض اعتراضات وہ ہیں جو کہ خاص اسانید کی طرف راجع ہیں، جس کے ضمن میں وہ کسی بھی روایت کی سند میں ارسال یا انقطاع کی علت واضح کرتے ہیں، یا کسی راوی کے ضعف یا عدمِ سماع کی طرف اشارہ کرتے ہیں، یا ثقات کی مخالفت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

جب کہ ان اسانید کی بحث و تمحیض اور ان پر غور و خوض سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے یہ اعتراضات واعلال درست نہیں تھے، اور ان اعتراضات کا مذکورہ اسانید کے متون پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوتا ہے کیونکہ ان علل کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا، اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کے ایسی قسم کے اعتراضات امام مسلم رحمہ اللہ کی تقریباً چالیس احادیث پر وارد ہوتے ہیں۔

- بعض اعتراضات وہ ہیں جو امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بعض اسانید پر کئے ہیں اور ان میں انقطاع یا عدمِ سماع کا نقص بیان کیا ہے، جس میں وہ اپنے اس دعویٰ میں درست بھی ہیں۔

تاہم مذکورہ علت اس معین اسناد و متن میں کسی قسم کی تاثیر سے قاصر ہوتی ہے، کیونکہ یہ متن کسی دوسرے طریق یا دیگر طرق سے صحیح قرار پاتا ہے، اور دیگر شواہد و متابعات کی بناء پر ان کی صحت مزید تقویت اختیار کر جاتی ہے، ایسی قسم کے اعتراضات اور احادیث کی تعداد پینتالیس تک ہیں۔

- بعض اعتراضات کسی متن کی طرف راجع ہوتے ہیں، جن میں امام دارقطنی رحمہ اللہ اس بات

کا دعویٰ کرتے پائے جاتے ہیں کہ مذکورہ حدیث صرف موقوف طریق سے ہی صحیح مروی ہے، اور اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے۔

یا اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ مذکورہ روایت میں کوئی کلمہ یا جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے زائد وارد ہوا ہے، اور اس دعویٰ میں وہ صحیح بھی ثابت ہوتے ہیں، جس کی بناء پر اس علت کا اس متن پر اثر بھی ہوتا ہے، جب کہ متابعات و شواہد کی عدم موجودگی کی وجہ سے مذکورہ روایت پر علت کے اثرات واضح بھی ہوتے ہیں، تاہم ایسی نوع کے اعتراضات کا مصداق صحیح مسلم میں قلیل ترین ہے جو کہ آٹھ احادیث سے بالکل بھی زائد نہیں۔

- امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بعض اعتراضات اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ وہ کسی حدیث کے بارے میں دعویٰ کرتے پائے جاتے ہیں کہ مذکورہ روایت موقوف ہی صحیح وارد ہوئی ہے، یا مرسل طریق سے ہی صحیح ہے۔

جب کہ دراستہ و تفتیش سے واضح ہوتا ہے کہ اس قسم کے اعتراض میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کو محض غلطی لاحق ہوئی ہوتی ہے، اور اسی بناء پر اس علت کا اس مذکورہ متن پر کسی قسم کا اثر نہیں ہوتا، اس قسم کی احادیث کی تعداد دو ہے۔

- امام مسلم رحمہ اللہ پر کچھ اعتراضات اس نوعیت کے ہیں کہ جن میں کہا جاتا ہے کہ اس میں کئی روایات ایسی ہیں جو کہ بطریق "وِجادۃ" منقول ہیں، اور در حقیقت وہ منقطع ہیں۔

مثال کے طور پر امام مسلم رحمہ اللہ کا یہ قول: "حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: إِنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، لَيَتَفَقَّدُ يَقُولُ: أَيْنَ أَنَا الْيَوْمَ؟ أَيْنَ أَنَا غَدًا؟ اسْتِبْطَاءً لِيَوْمِ عَائِشَةَ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ يَوْمِي قَبَضَهُ اللهُ بَيْنَ سَحْرِي وَنَحْرِي......اسی طرح ..حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، ح وحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي عَنْ أَبِي أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ

عَائِشَةَ، قَالَتْ: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ ﷺ لِسِتِّ سِنِينَ، وَبَنَى بِي وَأَنَا بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ...... ".

تاہم شیخ رشید عطار رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "غرر الفوائد المجموعة في بيان ما وقع في صحيح مسلم من الأحاديث المقطوعة" میں اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا تین احادیث اور اس کے علاوہ دیگر احادیث جن کے بارے میں انقطاع کا حکم لگایا گیا ہے، انہیں دیگر مقامات پر ہشام رحمہ اللہ اور أبو أسامہ رحمہ اللہ تک موصول نقل کیا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ ایک لطیف جواب کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ وجادۃ منقطعہ وہ ہوگا جس میں امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے شیخ کی کتاب سے احادیث نقل کی ہوں، اور اگر اپنی کتاب میں سے شیخ سے احادیث نقل کریں تو اسے وجادۃ منقطعہ نہیں کہتے، ان دونوں میں فرق ہے جس پر غور کرنا چاہئے۔

## صحیح مسلم میں معلقات کا حکم:

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں معلقات کی ایک بڑی تعداد ذکر کی ہے، جب کہ محدثین نے امام مسلم رحمہ اللہ کی معلقات کی تعداد کے بارے میں اختلاف کیا ہے، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ کے مقابلے میں ان کی تعداد انتہائی کم ہے، صحیح بخاری میں معلقات کی تعداد 159 تک پہنچتی ہے، جب کہ صحیح مسلم میں اس کی تعداد 14 تک بتائی گئی ہے۔ اسی قلت کو مد نظر رکھتے ہوئے محدثین فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں معلقات نہیں ہیں۔ تاہم ان 14 معلقات کو بھی اگر بغور دیکھا جائے تو وہ 12 تک پہنچتی ہیں۔ کیونکہ ان میں سے ایک مکرر ذکر کی گئی ہے، جب کہ دوسری روایت در حقیقت معلق ہے ہی نہیں، جو کہ "كتاب الصلاة" میں "باب الصلاة على النبي" میں موجود ہے جہاں امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حدثنا صاحب لنا عن إسماعيل بن زكريا عن الأعمش، وعن مسعر وعن بن مغول كلهم عن الحكم-يعني ابن عتيبة عن ابن أبي ليلى عن كعب بن عجرة أنهم قالوا للنبي: "قد عرفنا كيف نسلم عليك، فكيف نصلي عليك؟ فقال عليه الصلاة والسلام: قولوا: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد ....".

یہاں دیکھا جا سکتا ہے کہ مذکورہ روایت اس حیثیت کے ساتھ معلق نہیں ہے، اور اس سند میں انقطاع بھی نظر نہیں آرہا، تاہم یہاں امام مسلم رحمہ اللہ کا شیخ مبہم نظر آرہا ہے، جب کہ یہی حدیث "أبوالعلاء بن ماھان رحمہ اللہ "کی روایت کے ساتھ موجود ہے اور وہ امام مسلم رحمہ اللہ کے راویوں میں سے ہیں۔

اسی طرح اس روایت کا قابل اعتماد طریق "أبو احمد الجلودي النيسابوري رحمہ اللہ " سے مروی ہے، جس میں کوئی بھی مبہم راوی موجود نہیں ہے، اور اس میں شیخ کے نام کی تصریح بھی کی گئی ہے، اور وہی قابل اعتماد روایت ہے۔ اس میں اس طریقے سے روایت موجود ہے: "يقول مسلم : حدثنا مُحَمَّد بن بكار، قال حدثنا إسماعيل بن ذكريا... ثم ذكر الحديث".

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت صحیح مسلم میں معلق نہیں ہے، بلکہ متّصل ہے اور "رواية الجلودي "میں امام مسلم رحمہ اللہ کے شیخ کا نام واضح ہو کر سامنے آتا ہے۔

اب آتے ہیں باقی کی 12 احادیث کی طرف جن کے بارے میں کہا گیا کہ وہ معلق ہیں۔ تو در حقیقت یہ 12 احادیث بھی ایسی ہیں کہ جنہیں امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں دیگر مقامات پر خود ہی متّصل ذکر کیا ہے۔ اور جن کو موصول ذکر کیا ہے ان کی تعداد 5 ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کی معلقات امام بخاری رحمہ اللہ کی معلقات جیسی ہیں تو یہ بات صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح بعض علماء نے امام مسلم رحمہ اللہ کی بعض روایات کو معلق ٹھہرایا ہے تاہم در حقیقت وہ موصول ہیں اور ان کی تعداد 6 تک پہنچتی ہے۔ انہیں بحث و تتبع کے بعد دیگر کتب میں موصول پایا گیا، جیسا کہ ابھی اوپر مثال گزر چکی جس میں مبہم راوی کی وجہ سے روایت کو معلق ٹھہرایا گیا اور اس مبہم شیخ کو دوسری جگہ صحیح کے علاوہ موصول پایا گیا۔

ان معلقات کے بحث و تتبع اور تحقیق کے بعد موصول ذکر کرنے کا سہرا "علي حسن عبد الحميد حلبي رحمہ اللہ " کے سر ہے جنہوں نے اپنی کتاب "تغليق التعليق" میں ان معلق روایات کو موصول ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد ایک حدیث باقی رہتی ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ وہ معلق کے قبیل سے ہے اور

جس کے بارے میں "الحافظ العراقي رحمہ اللہ "فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں معلقات کی تعداد فقط ایک ہے۔ تو امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح میں مکرر 12 ہزار احادیث کے مقابلے میں ایک حدیث کی کوئی خاص اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔

## موقوف و مقطوع احادیث کے لانے میں امام مسلم کا منہج :

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں کثیر تعداد میں موقوف و مقطوع روایات نقل کی ہیں، خصوصًا تبویب وفقہ الحدیث میں انہوں نے موقوفات و مقطوعات کا کافی سہارا لیا ہے۔ جب کہ صحیح مسلم میں ان موقوفات و مقطوعات کی تعداد امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح کے مقابلے میں قلیل ترین ہے، جن میں سے اکثریت امام مسلم رحمہ اللہ نے اسی کتاب کے مقدمہ میں ذکر کی ہیں، ان میں سے بھی اکثریت روایتِ حدیث کے مسائل سے متعلق احادیث ہیں۔ تاہم اگر کہیں صلب الموضوع میں موقوفات و مقطوعات ذکر بھی ہوں تو وہ کچھ فائدہ وغرض کے لئے اور مرفوع احادیث کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے ذکر کی گئی ہیں، جو کہ بعض علماء کے لئے واضح ہوتی ہیں اور بعض دیگر اس کو نہیں جان سکتے۔ ان روایات کے بارے میں امام ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب لکھی جس کا نام "الوقوف على ما في صحيح مسلم من الموقوف "اور انہیں موصول حدیث تک پہنچایا۔

سب سے پہلے موقوف کو لیتے ہیں تو امام مسلم رحمہ اللہ موقوفات کو فہمِ حدیث کے لئے استعمال کرتے ہیں، ان میں سے پہلی موقوف روایت "حدیث جبرئیل" ہے، جس میں جبرائیل علیہ السلام قیامت کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال پوچھتے ہیں۔ اس حدیث کے لانے سے امام مسلم رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی موقوف روایت ابتداء میں ذکر کی جس میں ان سے فرقہ " قدریہ "کی بابت سوال پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: "إذا لقيت أولئك فأخبرهم أني بريئ منهم وهم برءاء مني"، اس کے بعد انہوں نے نبی کریم ﷺ کی مرفوع روایت " حدیثِ جبرئیل "ذکر کی۔

چنانچہ یہاں پر ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول اس حدیثِ مرفوع کے ضمن میں واقع ہوا اور اس سے مراد امام مسلم رحمہ اللہ کی یہ نہیں تھی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کو انفرادی طور سے ذکر کریں، بلکہ حدیثِ جبریل کو سمجھانے کی غرض سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول (موقوف) ذکر کیا۔ اور یہ بتلانا مقصود تھا کہ وہ لوگ جو قدر یہ جیسے عقائد رکھتے ہیں ان سے مسلمانوں کو براءت کا اظہار کرنا چاہیے۔

جہاں تک بات مقطوع روایت کی ہے تو وہ بھی تعداد کے لحاظ سے صحیح مسلم میں قلیل ترین ہیں، اس کی بہترین مثال یحیٰی بن أبي کثیر رحمہ اللہ کا مقولہ ہے جس میں وہ فرماتے ہیں: "لا يستطاع العلم براحة الجسم"، أو "براحة الجسد"، بنابر اختلافِ روایات۔

یہ مقولہ امام مسلم رحمہ اللہ اس وقت ذکر کرتے ہیں جب وہ "كتاب المساجد" میں "باب الصلوات الخمس" کے تحت حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ذکر کرتے ہیں: "أن النبي قال: "إذا صليتم الفجر فإنه وقت إلى أن تطلع قرن الشمس الأول، ثم صليتم الظهر فإنه وقت الى أن يحضر العصر...". جب امام مسلم رحمہ اللہ یہ حدیث ذکر کرتے ہیں تو اس کے بعد ہی یحیٰی بن أبي کثیر رحمہ اللہ کا مذکورہ بالا قول نقل کرتے ہیں، تو یہاں اس قول کے ذکر کرنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی مذکورہ بالا حدیث کا مدارِ سند "قتادة بن دعامة السدوسي رحمہ اللہ" ہیں۔ جو کہ وہ بطریق أبو أیوب رحمہ اللہ.. یحیٰی بن مالک رحمہ اللہ. عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے قتادۃ رحمہ اللہ سے مذکورہ روایت چار طرق سے نقل کی ہے، ہشام الدستوائی رحمہ اللہ اور شعبہ رحمہ اللہ کے طریق سے جس میں وہ قتادۃ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ اسی طرح مزید دو طرق جس میں معاذ بن ہشام الدستوائی رحمہ اللہ اپنے والد ہشام رحمہ اللہ سے بطریق قتادۃ رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں، مزید تین طرق امام شعبہ رحمہ اللہ سے بھی منقول ہیں، تو یہ کل سات طرق ہوئے۔ یعنی مکررات کو ملا کر کل سات احادیث ہوئیں، تو ان تمام طرقِ سبعہ کے اخراج اور مشقت کی بناء پر امام مسلم

رحمہ اللہ کو یحییٰ بن أبي کثیر رحمہ اللہ کا مقولہ یاد آگیا، جس میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ علم کے لئے ہمت و مشقت کی ضرورت پڑتی ہے، اور طالبِ علم کے لئے جائز نہیں کہ وہ طرقِ حدیث کی تخریج میں کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ کرے۔ طلباء کی نشاط اور ہمت بڑھانے کے لئے انہوں نے یہ مقولہ ذکر کر دیا۔

مختصراً یہ کہ صحیح مسلم میں معلقات و موقوفات اور مقطوع کی تعداد صحیح بخاری کی بنسبت انتہائی نہ ہونے کے برابر ہے، اور دیگر وجوہات کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک بڑا سبب ہے کہ علماء نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔

## صحیح مسلم میں تدلیس أبي الزبیر اور دیگر مدلسین کی روایات کا حکم:

أبو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس رحمہ اللہ جو کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بکثرت روایت کرتے پائے جاتے ہیں، اور صحیح مسلم میں انہوں نے کئی احادیث جابر رضی اللہ عنہ سے عنعنہ کے ساتھ نقل کی ہیں، جب کہ یہ محمد بن مسلم بن تدرس رحمہ اللہ تدلیس کی صفت سے متّصف تھے۔

اس بات کی دلیل کے لئے لیث بن سعد رحمہ اللہ کی یہ حکایت کافی ہے جس میں انہوں نے أبو الزبیر رحمہ اللہ سے احادیث نقل کیں، پھر ان سے پوچھا کہ یہ تمام روایات آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست سنی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، ان میں سے بعض روایات میں نے ان سے سنی ہیں اور بعض دیگر روایات مجھے ان سے بیان کی گئی ہیں۔ جس پر لیث بن سعد رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ پھر مجھے ان روایات کی نشاندہی کروا دیں جو آپ نے ان سے براہ راست سنی ہوں، تو أبو الزبیر رحمہ اللہ نے انہیں بعض احادیث بتلائیں، تو لیث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صرف وہی احادیث میں آگے بیان کرتا ہوں۔

لیث بن سعد رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا روایت اس بات پر صراحت ہے کہ أبو الزبیر رحمہ اللہ مدلس راوی تھے، اسی بنیاد پر امام نسائی رحمہ اللہ نے انہیں تدلیس کے ساتھ متّصف فرمایا۔ اور بعد کے آنے والے متاخرین محدثین جیسے امام ذہبی رحمہ اللہ، ابن حجر رحمہ اللہ اور دیگر علماء نے بھی أبو الزبیر رحمہ اللہ کو مدلس ٹھہرایا، اسی طرح بعض محدثین نے ایک قدم آگے بڑھاتے ہوئے أبو الزبیر رحمہ اللہ کی احادیث کو مردود قرار دیا

ہے یہاں تک کہ صحیح مسلم کی وہ احادیث بھی مردود ٹھہرائی ہیں جو کہ تحدیث کی صراحت کے ساتھ مذکور نہیں ہیں، ان محدثین میں ابن قطان الفاسی رحمہ اللہ اور ابن حزم رحمہ اللہ سرفہرست ہیں۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اَبوالزبیر رحمہ اللہ جابر رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح فرمادیں تو ان کی روایات قابل قبول ہوں گی۔ اور اگر سماع کی صراحت نہ ہو تو وہ مردود ہوں گی، تاہم اگر یہی روایات لیث بن سعد رحمہ اللہ نے اَبوالزبیر رحمہ اللہ سے روایت کی ہوں تو وہ قابل قبول ہوں گی کیونکہ لیث بن سعد رحمہ اللہ کی اَبوالزبیر رحمہ اللہ سے روایات میں سماع ثابت ہے۔ یعنی لیث رحمہ اللہ نے اَبوالزبیر رحمہ اللہ سے وہ روایات نقل کی ہیں جو انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست سنی تھیں۔ اس کے علاوہ جتنی بھی احادیث ہوں گی وہ مردود قرار پائی جائیں گی جب تک کہ اَبوالزبیر رحمہ اللہ سماع کی تصریح نہ فرمادیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ خلاصہ امام مسلم رحمہ اللہ رحمہ اللہ کی صحیح پر منطبق ہوتا ہے؟ بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہی قاعدہ صحیح مسلم میں بھی عام ہے جن میں ابن القطان رحمہ اللہ اور ابن حزم رحمہ اللہ شامل ہیں۔

جب کہ بعض دیگر محدثین فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ایسی روایات سے تعرض نہیں کیا جائے گا، بلکہ صحیح مسلم کے علاوہ جو روایات منقول ہوں ان میں مذکورہ بالا قاعدہ کو مدنظر رکھا جائے گا۔

یہاں اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ امام مسلم رحمہ اللہ ان محدثین میں سے ہیں کہ جنہیں علم العلل پر خصوصی معرفت تھی اور احادیث کی علتوں کو بخوبی جانتے تھے، تو انہوں نے اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی بعض احادیث ذکر کیں اور بعض دیگر کو قابلِ اعتناء نہیں جانا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وہی روایات ذکر کی ہیں جو کہ ان کے نزدیک صحیح ثابت ہو چکی تھیں۔

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح اپنی صحیح کو اپنے زمانے کے ائمہ کے سامنے پیش کیا تھا جن میں اَبوزرعہ الرازی رحمہ اللہ اور دیگر نامور محدثین شامل تھے، جنہوں نے ان احادیث پر یقیناً تنقید کی ہو گی تو صحیح مسلم میں احادیث کی موجودگی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام اَبوزرعہ

الرازی رحمہ اللہ نے ان کی تصویب فرمائی تھی جب کہ تعلیلِ احادیث میں ان کی شان کسی سے مخفی نہیں۔

مزید یہ کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے امام مسلم رحمہ اللہ کی روایات پر اپنی کتاب میں اعتراضات کئے ہیں، اور ان روایات میں اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی روایات شامل نہیں ہیں سوائے ایک روایت کے، کہ جس پر انہوں نے اعتراض کیا ہے اور وہ اعتراض بھی اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی تدلیس کی بناء پر نہیں کیا بلکہ اس روایت میں اَبو الزبیر رحمہ اللہ نے حدیث کے مرفوع ہونے میں شک کا اظہار کیا ہے تو اس وجہ سے امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا ہے کہ اَبوالزبیر رحمہ اللہ کے شک کے باوجود امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیوں نقل کی۔ اس کے علاوہ اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی دیگر روایات کے بارے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی خاموشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ احادیث صحیح ہیں۔

اسی طرح امام دارقطنی رحمہ اللہ کے علاوہ بھی بعض محدثین نے امام مسلم رحمہ اللہ کی روایات پر تنقید کی ہے، جن میں ابن عمار رحمہ اللہ، اَبو مسعود دمشقی رحمہ اللہ اور اَبوعلی الجبائی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ ان ائمہ نے بعض احادیث میں علل کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً:

اَ. کسی روایت کے مختلف طرق میں سے مرسل طریق راجح ہو تاہم امام مسلم رحمہ اللہ نے موصول طریق ذکر کیا ہو۔

ب. کسی روایت کے متعدّد طرق میں سے راجح طریق موقوف ہو اور امام مسلم رحمہ اللہ نے مرفوع طریق ذکر کیا ہو۔

ت. یا ان کی سند یا متن میں کسی قسم کی زیادت و نقصان پایا جائے، جس کی بناء پر اسے معلول قرار دیا جائے۔

اس کے علاوہ جو عللِ ظاہرہ ہیں، مثال کے طور پر عنعنہ اَبي الزبیر رحمہ اللہ، عنعنہ سلیمان بن مہران اَعمش رحمہ اللہ اور اس طرح کی دیگر علل، تو اس کے بارے میں ان ائمہ نے کسی قسم کا تعرض نہیں

کیا، کیونکہ انہیں علم تھا کہ صحیح مسلم میں ان کی مذکورہ روایات ان ائمہ کی صحیح روایات میں سے ہیں۔ تو ان ائمہ کا جنہوں نے صحیح مسلم پر تنقید فرمائی ہے، ان کا اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی روایات کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا ان روایات کی صحت پر دلیل ہے۔

اس تفصیل کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ صحیح مسلم میں اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی معنعن روایات سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائے گا، جب کہ صحیح مسلم کے علاوہ کتبِ حدیثیہ میں اس بات کا امکان یقینی موجود ہے کہ ان میں بھی اہل علم کے مطابق اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی صحیح روایات موجود ہوں، تاہم ان کے تمام طرق کو جمع کر کے ان میں سے اصح وارجح طریق کو سامنے لانے کا تحقیقی کام تشنہ ہے۔ لہٰذا اَبوالزبیر رحمہ اللہ کی وہ روایات جس میں انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے سماع کی صراحت نہ کی ہو، ان کی صحت کے بارے میں توقف ہی اختیار کرنا مناسب رائے ہے۔

## مرسل احادیث کے ذکر کرنے میں امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج :

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ اس کتاب میں اتصال سند امام مسلم رحمہ اللہ کی اہم ترین شروط میں سے ہے۔ جب کہ اسی کتاب میں جو احادیث انہوں نے مرسل ذکر کی ہیں ان میں وہ اس شرط کی پاسداری روا نہیں رکھتے۔ کیونکہ مرسل روایات وہ حجت کے طور پر پیش نہیں کرتے، بلکہ انہیں وہ متابعات و شواہد کے ضمن میں پیش کرتے ہیں، تاہم یہ بھی نادر ہی پائی جاتی ہیں، بایں طور کہ 10 سے زیادہ مرسل روایات صحیح مسلم میں نہیں پائی جاتیں۔ اور اکثر وہ حدیثِ مرسل کو حدیثِ مسند سے ثابت کرتے ہیں، تا کہ اس بات کا اظہار کر سکیں کہ مذکورہ مرسل روایت دوسرے طریق سے موصول مروی ہے۔ اس میں ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ حدیث کو مرسل اور موصول دونوں طرق سے ذکر کرتے ہیں، یا وقف و رفع سے ذکر کرتے ہیں، تو اولاً ان میں طریقِ موصول کو ذکر کرتے ہیں پھر اس کے بعد مرسل یا موقوف روایت کو متابعات و شواہد میں ذکر کرتے ہیں۔

## حرف عطف کے ساتھ شیوخ کو سند میں جمع کرنے کا منہج :

امام مسلم رحمہ اللہ کے ہاں اس بات کا اہتمام کافی پایا جاتا ہے کہ وہ جب کوئی ایسی روایت ذکر کرنا چاہیں جو انہوں نے دو یا زیادہ طرق سے حاصل کی ہو، تو اپنے شیوخ کو حرف عطف کے ذریعے جمع کر کے ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد سند کا مشترک حصہ ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہاں وہ دو یا زیادہ روایات ایک ہی سیاق میں ذکر کر دیتے ہیں۔

مثال کے طور پر امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكَّارِ بْنِ الرَّيَّانِ، وَعَوْنُ بْنُ سَلَّامٍ قَالَا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، كُلُّهُمْ عَنْ زُبَيْدٍ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ"، یہاں امام مسلم رحمہ اللہ نے سند کی ابتداء میں محمد بن بکار رحمہ اللہ اور عون بن السلام رحمہ اللہ کو ایک ہی جگہ حرفِ عطف کے واسطے سے ذکر کیا ہے۔

## حاء تحویل کے ساتھ اسانید کو جمع کرنا :

امام مسلم رحمہ اللہ نے اسانید کو حرف "حاء" کے ساتھ ایک جگہ جمع کیا ہے جسے کہ "تحویل" کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، یعنی ایک سند سے دوسری سند کی طرف منتقل ہونا۔ اس تحویل سے ان کا مقصد مدار راوی تک مشترک سند کو تکرار کی وجہ سے نہ ذکر کرنا ہوتا ہے۔ اس حاءِ تحویل کو امام مسلم رحمہ اللہ مدارِ سند سے قبل ذکر کرتے ہیں۔

## طرق حدیث کے اختصار میں امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج :

اگر کسی روایت کے ایک سے زیادہ سند یا متن ہوں، تو امام مسلم رحمہ اللہ ان میں سے بعض کو ذکر کرتے ہیں اور بعض دیگر کی طرف اشارہ کرتے ہیں بجائے اس کے کہ اسے طوالت کے ساتھ ذکر کریں۔

تو کبھی کہتے ہیں کہ "رواه فلان عن فلان أيضا"، اور کبھی "وقد روي من غير وجه عن فلان" کہتے ہیں، یا "مثله" کہتے ہیں، یا "نحوه"، "بهذا الإسناد"، "بمثل حديث فلان"، "وزاد في الحديث

كذا"، "بمعناه"، "قال فلان كذا مكان كذا"، "تابعه فلان"، یا اس جیسے دیگر الفاظ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

## صحیح مسلم کی اہم روایات، شروحات و مختصرات :

### الف : روایات

صحیح مسلم کی مشہور ترین اور اہم روایت "امام ابن سفيان أبو اسحاق إبراهيم بن مُحَمَّد النيسابوري رحمہ اللہ" کی ہے جنہوں نے صحیح کو اس کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ سے براہ راست نقل کیا ہے، اور بطور وجادۃ بھی نقل کیا ہے۔ جب کہ محدثین نے انہیں صحیح مسلم کا راوی بھی قرار دیا ہے۔ اس کے بعد مشہور ترین راوی جنہوں نے ابن سفیان رحمہ اللہ سے روایت کی ہے وہ "أبو أحمد مُحَمَّد بن عيسى الجلودي رحمہ اللہ" ہیں، پھر جلودی سے روایت کرنے والے "أبو الحسن عبد الغافر بن مُحَمَّد الفسوي النيسابوري رحمہ اللہ" ہیں اور انہی سے صحیح مسلم مشہور ہوئی اور شائع ہوئی۔

### ب: شروحات

أ. امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح کی بہترین شرح "المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج" کے نام سے امام نووی أبو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف رحمہ اللہ نے لکھیں

اس میں مؤلف نے فقہی احکام اور احادیثِ نبویہ کے معانی کو اس انداز میں جمع کیا ہے کہ احکامِ فقہیہ اور حدیثِ نبویہ کے الفاظ کی لغوی تشریح کو مد نظر رکھ کر جو موافقت نکلتی ہے اسے بیان کیا ہے۔ اسی طرح اس میں اسماء الرجال کو بھی اہمیت دی ہے، اور ان راویوں کے ناموں کو وضاحت سے بیان کیا ہے جن کے اسماء میں کسی قسم کا ابہام پایا گیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل بھی ملتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس شرح کو ایک انتہائی نفیس مقدمہ سے

شروع کیا ہے جس میں انہوں نے علوم الحدیث سے متعلق اہم مباحث ذکر کی ہیں۔

ب. صحیح مسلم کی ایک اور مایہ ناز شرح "فتح الملهم في شرح صحيح مسلم" ہے جو کہ حضرت شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے لکھی۔

معاصر شروحات میں سے بہترین شرح گردانی جاتی ہے، صحیح مسلم کی احادیث سے متعلق بہترین دقیق علمی نکات، فوائدِ علمیہ پر مشتمل یہ شرح اس کے مؤلف مکمل نہ کر سکے، بلکہ کتاب النکاح تک اسے مکمل کیا، پھر اس کے بعد شیخ محمد تقی عثمانی صاحب نے اسے مکمل کیا، انہوں نے تکملہ میں معاصر فقہی مسائل کو سمونے کے ساتھ ساتھ احادیث پر معاصر شکوک و شبہات کو بھی بہترین اسلوب میں حل فرمایا۔

ت. شیخ موسیٰ شاہین لاشین رحمہ اللہ نے "فتح المنعم شرح صحيح مسلم" کے نام سے بہترین شرح شرح لکھی ہے۔

اس میں شارح نے ہر حدیث کی تشریح کو "المعنى العام" کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے بعد حدیث کے کلمات کی لغوی تراکیب، نحو و بلاغت کو "المباحث العربية" کے عنوان کے تحت ذکر کیا۔ پھر شرعی احکام کا ذکر کرتے ہیں، اور مختلف روایات کو ایک ہی جگہ جمع کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ علماء کی آراء اور دلائل بھی ذکر کرتے ہیں، اور احادیث سے متعلق فقہی احکام کو "فقه الحديث" کے تحت ذکر کرتے ہیں۔

ث. امام مازری أبو عبداللہ محمد بن علی بن عمر رحمہ اللہ نے "المعلم بفوائد المسلم" کے نام سے شرح لکھی جس میں انہوں نے صحیح احادیث سے متعلق علمی فوائد، نکات اور تعلیقات ذکر کیں۔

ج. "إكمال المعلم بفوائد كتاب مسلم" کے نام سے قاضی عیاض أبو الفضل عیاض بن موسیٰ البستی رحمہ اللہ نے شرح لکھی جو کہ پچھلی شرح کی تکمیل ہے۔

ح. "المفهم لما أشكل من تلخيص صحيح مسلم" کے نام سے امام قرطبی أبو العباس ابن المزین أحمد بن عمر أنصاری رحمہ اللہ نے شرح لکھی۔

خ. "إكمال المعلم بفوائد كتاب مسلم" کے نام سے امام أبو عبداللہ محمد بن خلفہ المالکی التونسی رحمہ اللہ نے شرح لکھی جس میں انہوں نے پچھلی شروحات میں سے بعض کو شامل کیا۔

د. "مكمل إكمال الإكمال" کے نام سے امام عبداللہ محمد بن محمد السنوسی الحسنی رحمہ اللہ نے مختصر شرح لکھی۔

ذ. "الديباج على صحيح مسلم بن الحجاج" کے نام سے حافظ سیوطی جلال الدین عبد الرحمٰن بن أبو بکر رحمہ اللہ نے صحیح پر مختصر حاشیہ لکھا۔

ر. شیخ صدیق حسن خان القنوجی رحمہ اللہ نے "السراج الوهاج في كشف مطالب مختصر صحيح مسلم بن الحجاج" کے نام سے شرح لکھی جس میں انہوں نے امام عبد العظیم المنذری رحمہ اللہ کی "مختصر صحيح مسلم" کی متوسط شرح کی ترتیب دی۔

ز. شیخ صفی الرحمٰن بن عبداللہ المبارکپوری رحمہ اللہ نے "منة المنعم في شرح صحيح مسلم" کے نام سے مختصر شرح لکھی۔

س. محمد بن أسماعیل بن محمد أصبہانی کی "شرح مسلم".

ش. عبد الغفار بن اسماعیل الفارسی کی "المفهم في شرح غريب مسلم".

ص. أبو عبداللہ محمد بن علی مازری کی "المعلم بفوائد مسلم".

ض. حافظ أبو عمرو بن الصلاح کی "صيانة صحيح مسلم من الإخلال والغلط وحمايته من الإسقاط والسقط".

## ج: امام مسلم رحمہ اللہ کی صحیح پر کتب

ایسی کتب جن میں امام مسلم کے راویوں کو زیر بحث لایا گیا ہو ان کی تعداد بکثرت ہے، **بعض ان میں سے وہ کتب ہیں جو کہ کتب ستہ کے راویوں کے حالات کو ایک ہی جگہ جمع کئے ہوئے ہیں**، جیسا کہ ابن عساکر رحمہ اللہ کی "المعجم المشتمل" اور عبد الغنی مقدسی رحمہ اللہ کی "الکمال"، اسی طرح امام مزی رحمہ اللہ کی "تهذيب الكمال" نمایاں ہیں۔

**بعض ان میں سے وہ کتب ہیں جو کہ صرف امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کے راویوں کے حالات پر مشتمل ہیں**، جیسا کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کی "رجال البخاري ومسلم" اور أبو نصر الکلاباذی رحمہ اللہ کی "الجمع بين رجال الصحيحين"، اسی طرح محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ کی "الجمع بين رجال الصحيحين" نمایاں ہیں۔

**بعض ان میں سے وہ کتب ہیں جو کہ صرف امام مسلم رحمہ اللہ کے راویوں کے حالات پر مشتمل ہیں**، جیسا کہ أبو بکر أحمد بن علی بن منجویہ رحمہ اللہ کی "رجال صحيح مسلم"، أبو محمد عبد اللہ بن أحمد أشبیلی رحمہ اللہ کی "المنهاج في رجال مسلم بن الحجاج" اور امام ذہبی رحمہ اللہ کی "تسمية رجال مسلم الذين انفرد بهم عن البخاري" قابل ذکر ہیں۔

## د: مختصرات

أ. أبو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ کی "مختصر مسلم".

ب. أبو عبد اللہ شرف الدین محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ کی "مختصر صحيح مسلم".

ت. أبو محمد عبد العظیم بن عبد القوی رحمہ اللہ کی "المختصر الجامع المعلم بمقاصد جامع مسلم".

ث. أبو العباس أحمد بن عمر بن إبراہیم القرطبی رحمہ اللہ کی "تلخيص صحيح الإمام مسلم".

ج. صحیح مسلم کی مستخرجات:

ح. أبو بکر محمد بن محمد بن رجاء اسفرائینی رحمہ اللہ کی ”المسند الصحیح المستخرج علی صحیح مسلم“.

خ. أحمد بن سلمہ نیشاپوری رحمہ اللہ کی ”المستخرج علی صحیح مسلم“.

د. أبو جعفر أحمد بن حمدان الجیری رحمہ اللہ کی ”المستخرج علی صحیح مسلم“.

ذ. أبو عوانہ یعقوب بن إسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ کی ”المسند الصحیح المستخرج علی صحیح مسلم“.

ر. قاسم بن أصبغ القرطبی رحمہ اللہ کی ”الصحیح المستخرج علی صحیح مسلم“.

منهج الإمام مسلم في صحيحه
ترجمة الإمام مسلم
أبو الحسين مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري النيسابوري (٢٠٦-٢٦١هـ) أحد الأئمة الحفاظ، وأعلام المحدثين، فإذا قيل رواه الشيخان فالمقصود البخاري ومسلم.
أقبل على حفظ الحديث وجمعه وهو ابن ١٢ سنة، طاف بلدان عديدة في طلب الحديث في بلده نيسابور، وسافر إلى (الحجاز -أول مرة وعمره ١٤ سنة للحج-، والعراق، ومصر، والشام)، تتلمذ على الإمام أحمد والبخاري، وابن راهويه، وأبي زرعة، وغيرهم، كان ذا همة عالية، فبحث مرة عن حديث ولم يجده، فرجع إلى بيته وأقفل غرفته، فأصبح وقد توفي رحمه الله تعالى.
إحصائية عدد الأحاديث
عدد الأحاديث بالتكرار ٥٧٧٠
عدد الأحاديث بلا تكرار ٣٣٠٣
الأحاديث المعلقة ١٢
المتابعات والشواهد ١٦١٥
أحاديث المقدمة ١٠
سبب التأليف
١ طلبٌ من تلميذه أبي الفضل أحمد بن سلمة النيسابوري أن يصنف في الأخبار المأثورة عن النبي ﷺ، فاستجاب لطلبه.
٢ رغبة منه في حفظ الأحاديث الصحيحة، وتمييزها عن الضعيفة والمنكرة.
مكانة الكتاب
انتقى كتابه من ثلاث مئة ألف حديث، وبدأ تأليفه سنة ٢٣٥هـ، وعمره ٢٩، واستمر في كتابته مدة خمس عشرة سنة.
يقول النووي: «أجمعت الأمة على صحة هذين الكتابين (البخاري ومسلم) ووجوب العمل بأحاديثهما».
شرطه في الصحيح
لم يشترط مسلم في (مقدمته) الصحة، فقد يوجد فيها أحاديث ضعيفة، وعند العزو تقول: (ذكره الإمام مسلم في مقدمته)
أن يتوفر في الرواة هذه الشروط (أستفيد هذا الشرط من مقدمة الصحيح)
١ تمام العدالة
٢ تمام الضبط
٣ اتصال السند
٤ المعاصرة للروايات المعنعنة
٥ قسم الرجال إلى ثلاثة أقسام
الحفاظ المتقنون
المتوسطون في الحفظ والإتقان
الضعفاء
فيروي عن الحفاظ في الأصول، وعن المتوسطين في المتابعات والشواهد، ولا يروي عن الضعفاء
تميز مسلم بفن الإسناد
وفهم منهجه في الإسناد يحتاج إلى دقة
الصناعة الحديثية
الدقة في الرواية
الاعتناء بالألفاظ
إذا روى عن أكثر من واحد، فينبه لمن اللفظ. فيقول: حدثنا فلان، وفلان (واللفظ لفلان)، أو (ألفاظهم متقاربة)
التمييز بين حدثنا وأخبرنا
(حدثنا): لمن سمع من لفظ الشيخ مباشرة، و(أخبرنا): لما قرئ على الشيخ
المرويات من صحيفة همام بن منبه
لما كانت هذه الصحيفة مروية بسند واحد؛ يأتي بعبارة تدل على ذلك، فيقول: «عن همام بن منبه قال: هذا ما حدثنا أبو هريرة عن رسول الله ﷺ (فذكر أحاديث منها)»
الاختصار
الجمع بين شيوخه بالعطف
نحو «حدثنا محمد بن بكار بن الريان، وعون بن سلام» فيكون قد جمع بين روايتين أو أكثر في سياق واحد
جمع الأسانيد بالتحويل
وهذا كثير عنده، نحو «عن شعبة، (ح) وحدثنا محمد بن المثنى»
الإشارة إلى باقي الإسناد
إذا كان للحديث أكثر من إسناد أو متن، فإنه قد يذكر بعضها ويشير إلى باقيها، دون أن يذكرها بطولها
التكرار
بسند مختلف
تميز مسلم بجمع الروايات المتفقة في سياق واحد، فيبدأ بأصح الروايات، ثم يتبعها بالأقل منها كشواهد ومتابعات
بنفس السند والمتن
الأصل أنه لا يكرر السند والمتن، وما وقع فهو قليل لاستنباط فائدة فقهية
الأحاديث المعنعنة
الأحاديث التي فيها (فلان عن فلان)
يرويها مسلم ويكفي عنده المعاصرة مع إمكانية اللقاء، بخلاف البخاري الذي لا بد عنده من ثبوت اللقاء
المعلقات
الأحاديث التي حذف راوٍ أو أكثر من أول السند
قليلة، عددها ١٢ وكلها موصولة في صحيحه إلا واحدًا (حديث أبي الجهم أقبل رسول الله ﷺ من نحو بئر جَمَل)
العناية بالرواة
يبين أسماء الرواة المهملين، إما أثناء السند، أو بعد ذكر المتن. نحو «حدثنا حماد، وهو ابن زيد»
الصناعة الفقهية
مقدمة الصحيح
قدم صحيحه بمقدمة احتوت سبعة أبواب في وجوب الرواية عن الثقات، والنهي عن الكذب على رسول الله ﷺ، وأهمية الإسناد، وأودع فيها نحو ١٠٠ أثر عن الصحابة والتابعين
تقسيم الكتاب
عدد الكتب ٥٤
عدد الأبواب ١٣٥١
الكتب
يعتبر من الجوامع التي حوت أقسام الحديث الثمانية (العقائد، والأحكام، والرقاق، والآداب، والتفسير، والسير، والفتن، والمناقب) وقسمه إلى كتب «كتاب الإيمان.. كتاب الطهارة..»
الأبواب
قسم الكتب إلى أبواب فرعية لكنه (لم يترجم لها)، وعناوين الأبواب إنما وضعها من جاء بعده ومنهم النووي
لذا جاءت ترجمة بعض الأبواب غير مناسبة
الأحاديث المختلف فيها
ما أمكن فيها الجمع أثبتها جميعًا، وأما الناسخ والمنسوخ فإنه كان يكتفي بتقديم المنسوخ وتأخير الناسخ، دون أن يصرِّح بالنسخ بذلك.
المعاني والأقوال
اقتصر الإمام مسلم على ذكر الأحاديث وطرقها، دون التعرض لمعانيها.
ذكر الشيخ العلامة محمد بن علي بن آدم الإتيوبي رحمه الله أن ترقيم صحيح مسلم يحتاج إلى إعادة وضبط من جديد
للمزيد
«قرة عين المحتاج في شرح مقدمة صحيح مسلم بن الحجاج»، للعلامة محمد بن علي الإتيوبي
«الإمام مسلم بن الحجاج صاحب المسند الصحيح» لمشهور حسن سلمان
إعداد وتصميم

# فصل ثالث

# صحیح ابن خزیمہ

## مبحث أول : حالات امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ

امام ابن خزیمہ کا پورا نام "أبوبکر محمد بن اسحاق بن خزيمة بن المغيرة بن صالح بن بكر السلمي النيسابوري رحمہ اللہ " ہے۔ جو کہ 223 ہجری میں نیشاپور کے مقام پر پیدا ہوئے، اور بچپن سے ہی حدیث وفقہ کے علوم میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ علم وتقویٰ میں ضرب المثل بن گئے۔ 2 ذی القعدہ 311 ہجری کو اتوار کی رات امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ فوت ہوئے۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنے پیچھے علمی آثار چھوڑے، جیسا کہ ان کے شاگرد رشید أبو عبداللہ حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی کتب کی تعداد 140 سے تجاوز کرتی ہے، اور یہ تعداد اُن کتب کی ہے جو کہ مسائل کے علاوہ ہیں۔ اور مسائل میں ان کی کتب 100 اجزاء تک پہنچتی ہیں، اور ان کی ایک کتاب "فقه حديث بريرة رضی اللہ عنہا "تین اجزاء میں ہے۔

ان تمام کتب میں سے ہم تک صرف تین تصانیف پہنچی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

1: "كتاب التوحيد".

2: "شأن الدعاء وتفسير الأدعية المأثورة عن رسول الله".

3: "كتاب الصحيح، المعروف بـ "صحيح ابن خزيمة".

## شیوخ واساتذہ :

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے کبار شیوخ میں سے "اسحق بن رَاهُوْيَه و محمود بن غيلان و محمد بن أسلم الطوسي و أحمد المنيع و أبو كريب و محمد بن علاء الهمداني و غندار و محمد بن المثنى

والبخاري ومسلم ويونس بن عبد الأعلى وإسماعيل بن يحيى المزني و مُحَمَّد بن عبد الله بن عبد الحكم الربيع بن سليمان المرادي" قابل ذکر ہیں۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے متعدّد مشہور ائمہ نے کسبِ فیض کیا جن میں سے "الإمام ابن المنذر صاحب الأوسط وأبو علي مُحَمَّد بن عبد الوهاب الثقفي وأبو بكر أحمد بن اسحق الصبغي ودعلج السجزي وابن عدي" قابل ذکر ہیں۔

## مبحث ثانی: امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا صحیح میں منہج

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی صحیح کے مختلف نام منقول ہیں، جن میں سے چند یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

أ. "صحيح ابن خزيمة"، در حقیقت یہ نام اس کتاب کا حقیقی نام نہیں ہے اور نہ ہی مصنف نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے، بلکہ متأخرین ائمہ نے اس کتاب کے لئے یہ نام استعمال کیا اور پھر یہی نام علماء و طلابِ حدیث کے مابین اختصار کی بناء پر مشہور ہو گیا، جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی کتب کے نام "صحيح البخاري" اور "صحيح مسلم" سے مشہور ہو گئے۔

ب. "مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ" یہ نام بھی اس کتاب کے پورے نام کا ایک جزء ہے۔

ت. "مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي ﷺ بنقل عدل من عدل من غير قطع في السند ولا جرح في النقل" اور یہی اس کتاب کا پورا نام ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے خود اس کا یہی نام رکھا تھا۔

"صحیح ابن خزیمہ" الگ سے مستقل کتاب نہیں ہے بلکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے "المسند الكبير" سے مختصر کر کے ترتیب دی، اس مؤقف کی دلائل درج ذیل ہیں:

أ. اس کتاب کے اصل نام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کتاب دوسری کتاب سے مختصر کر کے لکھی گئی ہے جس کا نام ''المسند الکبیر'' ہے۔

ب. امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے اقوال سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ کتاب دوسری کتاب سے مختصر کر کے لکھی گئی ہے، جیسا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنی صحیح میں ہر کتاب کی ابتداء میں فرماتے ہیں: ''المختصر من المختصر من المسند''، مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: ''كتاب الوضوء، مختصر المختصر من المسند الصحيح عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم''۔

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام ''مختصر المختصر'' کیوں رکھا جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے زیادہ ضخیم کتاب ہے، اور اس میں موجود احادیث کی تعداد صحیحین کی احادیث کی تعداد سے زیادہ ہے۔

اس بارے میں بعض محققین فرماتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی دو کتابیں تھیں جن میں سے ایک کا نام ''المسند الکبیر'' تھا، اور یہی اصل کتاب تھی، جب کہ وہ کتاب جو کہ ہمارے پاس موجود ہے وہ اس بڑی کتاب سے مختصر کر کے لکھی گئی۔ تاہم یہ توجیہ درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ ''المسند الکبیر'' میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے صحت کی شرط نہیں رکھی، اور اس بات کی دلیل امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی وہ عبارات ہیں جو انہوں نے صحیح میں جا بجا نقل کی ہیں، مثال کے طور پر ایک حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ''خرّجت طرق أخبار ابن عباس في كتابي الكبير، ولست أحفظ في تلك الأخبار إسناداً ثابتاً من جهة النقل''. یعنی انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے تمام طرق ذکر کئے تاہم انہیں ان تمام طرق میں کوئی سند صحیح نہیں ملی، ان کا مذکورہ قول اس بات کی تصریح ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے تمام طرق کا انہوں نے استعیاب فرمایا لیکن صحیح طریق نہ مل سکا، جو اس بات پر دآل ہے کہ ''المسند الکبیر'' میں صحت کی شرط نہیں رکھی گئی تھی۔ اور یہ اسلوب کئی مقامات پر امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی کتاب میں پایا جاتا ہے جو کہ گواہی دیتا ہے کہ ''المسند الکبیر'' صرف صحیح احادیث پر مشتمل نہیں ہے،

بلکہ اس کتاب میں صحیح اور غیر صحیح دونوں احادیث کا اہتمام رکھا گیا۔

در حقیقت امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا مقصد اس اعتراض سے بچنا تھا جو کہ امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کے اپنی کتب کو ”المختصر“ سے موسوم کرنے سے لازم آتا تھا کہ اہل بدعت یہ کہتے پائے گئے کہ صحیح احادیث صرف اسی قدر ہیں جو ان دو کتب میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کے علاوہ کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے، تو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے یہ سوچا کہ کلمہ ”مختصر“ کافی نہیں ہے بلکہ ”مختصر المختصر“ کہنا چاہئے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ اس بات کا گمان یا دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ تمام صحیح احادیث کا اس کتاب میں حصر کریں گے، بلکہ ان کا مقصد مختصر کتاب لکھنا ہے جن میں احادیثِ صحیحہ جمع ہوں۔ اس بناء پر کتاب کے عنوان میں ابتداء ”مختصر المختصر“ سے کی، جب کہ مسند سے مراد یہ کہ وہ احادیث جو کہ بغیر کسی انقطاعِ سند کے نبی کریم ﷺ تک متّصل پہنچی ہوئی ہوں، اور تمام راوی عادل ہوں۔ اور ان پر کسی قسم کی جرح نہ پائی گئی ہو، جو کہ در حقیقت صحیح کی شرائط میں سے ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ صحیح ابن خزیمہ ہمارے پاس مکمل حالت میں موجود نہیں ہے، بلکہ اس کا اکثر حصہ مفقود ہو چکا ہے، اس کی دلیل امام دمیاطی رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ صحیح ابن حبان کے لئے صحیح ابن خزیمہ میں سے صرف پہلا چوتھائی ہی باقی بچا تھا۔

اسی طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مذکورہ کتاب کے بارے میں ”إتحاف المهرة بأطراف العشرة“ میں فرمایا کہ یہ کتاب 11 کتب پر مشتمل ہے اور اس کا سبب بیان کرتے ہوئے ان کے شاگرد ”ابن فهد المكي رحمہ اللہ “فرماتے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ کی اصل کتاب میں سے صرف چوتھائی حصہ ہی موجود ہے۔

احادیث کی تعداد: کتاب کی احادیث کی تعداد 3970 ہے۔ اور یہ اس جزء کے مطابق ہے جو کہ ہمارے پاس باقی ماندہ موجود ہے یعنی چوتھائی حصہ کے بقدر کتاب جو ہم تک پہنچ سکی ہے۔ جو کہ ”کتاب الوضوء“ سے ”کتاب المناسک“ تک ہے۔ اور اگر یہ کتاب مکمل ہوتی تو ممکن ہے کہ اس کی

احادیث کی تعداد پھر کم از کم 10 ہزار تک پہنچنے کا امکان ہوتا۔ اور یہ دلالت ہے اس بات پر کہ یہ کتاب صحیحین سے بہت زیادہ وسیع کتاب ہے۔

## امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی شرط:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی شرط اس کتاب میں یہ ہے کہ وہ صحیح احادیث جمع کریں گے تاہم ان کے نزدیک صحیح کی شرط درج ذیل ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اپنی کتاب "النكت على كتاب ابن الصلاح" میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی شرط کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب امام ابن الصلاح رحمہ اللہ نے صحیحین کے بعد آنے والے أئمہ کا ذکر کیا جنہوں نے احادیث کی تصحیح کی ہے، اور ان کے احکامات سے جو ہمیں بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی احادیث کے علاوہ صحیح احادیث پر علم حاصل ہوا، ان أئمہ میں امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا نام بھی ذکر کیا ہے، جس کی بناء حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "النكت على كتاب ابن الصلاح" میں ان کے قول کی تعقیب کی ہے، کہ ابن الصلاح رحمہ اللہ کی اس رائے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ابن خزیمہ و صحیح ابن حبان اور ان جیسی دوسری کتب جن کے أئمہ نے صحیح کا التزام رکھا ہے، ان کی روایات کو قبول کر لیا جائے، اور اسی طرح اس کتاب کی روایات کو بھی جو کہ صحیحین کے منہج پر تخریج کی گئی ہیں، لیکن یہ تمام تفصیل محل نظر ہے، یہ حافظ رحمہ اللہ کے کلام کا خلاصہ ہے۔

پہلا اعتراض تو یہ ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی اپنی کتب میں اس بات کا بالکل التزام نہیں کیا کہ یہ دونوں وہ صحیح احادیث ذکر کریں گے جن میں صحیح کی شرائط پائی جائیں، کیونکہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ و ابن حبان رحمہ اللہ ان أئمہ میں سے ہیں جو کہ صحیح اور حسن کے درمیان فرق نہیں رکھتے بلکہ ان کے نزدیک "حسن" درحقیقت "صحیح" کی ہی قسم ہے، نہ کہ اس کے متوازی اس کی قسیم۔

اس بات کی صراحت خود امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کا ماحصل یہ ہے کہ راوی حدیث عادل اور علمِ حدیث کی طلب میں مشہور ہو، اور اس کے ساتھ ساتھ مدلس بھی نہ ہو، اور ہر راوی اپنے

سے اوپر والے راوی سے حدیث کو سننے والا ہو، اگر وہ راوی اپنے حافظہ سے حدیث بیان کر رہا ہو تو اس روایت کے معانی پر بخوبی عالم ہو، عدالت اور اتصال کی شرط کے ساتھ یہاں انہوں نے ضبط کی کوئی شرط نہیں رکھی، اسی طرح عدم شذوذ اور عدم علت کا بھی کسی قسم کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے صحیح کی شرط میں سوائے اتصال اور عدالت کے باقی کسی قسم کی کوئی شرط نہیں ذکر کی، نہ ہی ضبط اور نہ ہی عدم شذوذ و علت۔

تو اگر کوئی روایت امام ابن حبان رحمہ اللہ کو ایسی ملی جس میں یہ تمام شرائط موجود ہوں تو وہ اسے ذکر کرتے ہیں، بصورت دیگر وہ اپنی شرائط پر ہی چلتے نظر آتے ہیں، یعنی اگر یہ صحیح کی تمام شرائطِ خمسہ کسی روایت میں پائی جائیں تو وہ اسے اپنی کتاب میں ذکر کرتے ہیں، اور اگر یہ پانچ شرائط نہ بھی ملیں تو اپنی اصل شرط کے موافق وہ احادیث کی تخریج کرتے پائے جائیں گے۔ کیونکہ کسی بھی روایت میں ان شرائط خمسہ کا وجود امام ابن حبان رحمہ اللہ کی اپنی شرائط کے بالکل منافی نہیں ہے۔

اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی شرط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام "المسند الصحيح المتصل بنقل العدل عن العدل من غير قطع في السند ولا جرح في النقل" رکھا، اور یہ ابن حبان رحمہ اللہ کی شرط کے بالکل عین مطابق ہے، کیونکہ ابن حبان رحمہ اللہ نے ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی متابعت کی ہے۔

یہاں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تاکید کرتے ہیں کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کی طرح عدالت و اتصال کی شرط لگاتے ہیں، اور ضبط، عدم علت و عدم شذوذ کی شرط نہیں لگاتے۔

## امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کا منہج :

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں احادیثِ نبویہ کی تدوین میں "الإملاء" کا منہج اختیار فرمایا ہے، اس کی دلیل "كتاب التوحيد" میں ان کا قول "وقد أمليته في كتاب الإيمان" ہے۔ اسی طرح آگے فرماتے ہیں "قد أمليته في كتاب الدعاء". اس کی مزید بھی کئی مثالیں صحیح ابن خزیمہ میں پائی جاتی

ہیں جو کہ مطالعہ کے دوران دیکھی جا سکتی ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اپنے تلامذہ کو اِملاء کرواتے تھے، اور ان کا اس کتاب کی ترتیب میں منہج "الإملاء" کا تھا۔

## کتاب کی ترتیب:

کتاب کی ترتیب کو ہم مندرجہ ذیل نقاط میں بیان کرسکتے ہیں:

أ. امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر مدون کیا ہے، جو کہ مسانید کے طریقہ سے بالکل مختلف اور علیحدہ ہے۔

ب. اسی طرح انہوں نے اپنی کتاب کو تین فروعات میں تقسیم کیا ہے، یعنی پہلے "أصل" پھر اس کے بعد "فرع" اور اس کے تحت "فروع" ذکر کرتے ہیں، اس ترتیب سے اول وہ "الکتاب" ذکر کرتے ہیں، اس کے تحت وہ "جماع الأبواب" ذکر کرتے ہیں، پھر ان کے تحت "تفاصیل الأبواب" ذکر کرتے ہیں۔

ت. امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کتاب کی ابتداء میں "مختصر من المختصر من المسند الصحیح" کے الفاظ استعمال فرماتے ہیں۔

ث. فقہی نقاط کا استنباط فرماتے ہیں اور ان کے عناوین کو امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح ترتیب دیتے ہیں۔

ج. طویل احادیث کو مختصر ذکر کرتے ہیں۔

ح. بعض راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل بھی ذکر کرتے ہیں۔

خ. بعض اوقات وہ بعض شیوخ سے عدم سماع بھی ذکر کرتے ہیں۔

د. ثقات کے أوہام اور أغلاط کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

ذ. ان کے منہج کی خاص بات یہ ہے کہ وہ مشکل احادیث کا ازالہ کرتے ہیں اور تعارض بھی دور

کرتے ہیں۔

ر. ایک راوی کے نام کا دوسرے راوی کے نام سے التباس کی صورت میں ازالہ کی کوشش کرتے ہیں، اور راوی کا نام مکمل ذکر کرتے ہیں اگر سند میں راوی لقب یا کنیت سے مذکور ہو۔

ز. اسی طرح وہ بعض راویوں کا اپنے شیوخ سے عدم سماع پر بھی اقوال کرتے پائے جاتے ہیں۔

س. احادیث میں علل بیان کرتے پائے جاتے ہیں۔

ش. احادیث میں غرائب الفاظ کی تفسیر بھی کرتے ہیں۔

ص. مدلسین کے روایت کورد کرتے ہیں۔

ض. معلل روایات پر صحت کا حکم لگانے سے احتیاط فرماتے ہیں اور توقف کا اسلوب اپناتے ہیں، اور کبھی کبھار اس کا سبب بھی بیان کرتے ہیں۔

## کتبِ صحاح میں صحیح ابن خزیمہ کا مقام و مرتبہ:

امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے صحیح ابن خزیمہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں صراحت کرتے ہوئے اسے صحیحین اور سنن ثلاثہ "أبي داود والترمذي والنسائي" کے بعد رکھا ہے، تاہم اس سے مقصد بالکل یہ نہیں ہے کہ صحیح ابن خزیمہ کی تصحیحِ احادیث کا مرتبہ ان تمام ائمہ کی تصحیح حدیث کے بعد آتا ہے، کیونکہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ کا مقصد تصحیح کے مراتب کا ذکر کرنا نہیں ہے، بلکہ وہ کتبِ حدیثیہ کی امہاتِ کتب کے بارے میں کلام فرما رہے ہیں، کہ کون سی کتبِ حدیثیہ اہم ہیں؟ اور نہ ہی وہ ان کتب کے تصحیح کے مراتب ذکر کر رہے ہیں۔

بلکہ وہ اہم کتبِ حدیثیہ کا ذکر فرماتے ہوئے ابتداءاً کتب خمسہ کا ذکر فرماتے ہیں، اور سنن ابن ماجہ کا ذکر نہیں فرماتے، کیونکہ ابن ماجہ کو کسی قدر تاخیر کے ساتھ کتب ستہ کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ لہٰذا انہوں نے کتب خمسہ کے ذکر کے بعد صحیح ابن خزیمہ کا ذکر فرمایا، اور اس بات کا ذکر فرمایا کہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں صحتِ احادیث کا التزام کیا ہے۔

صحیح ابن خزیمہ کے بارے میں تحقیقی کاوشیں:

### أ. طباعتی اعتبار سے تحقیقی کاوش:

- یہ اہم کتاب تحقیق کے ساتھ "المكتب الإسلامي" سے طبع ہو چکی ہے، اس کی تحقیق "الشیخ محمّد مصطفى الأعظمي رحمہ اللہ" نے کی ہے، اور شیخ ناصر الدین اَلبانی رحمہ اللہ نے اس پر تعلیقات ذکر کی ہیں، تاہم یہ طبع اغلاط و تصحیفات سے بھری ہوئی ہے۔

### ب. راویانِ حدیث کے اعتبار سے تحقیقی کاوش:

- صحیح ابن خزیمہ کے راویوں کے لحاظ کے امام ابن الملقن رحمہ اللہ کی "اکمال تهذيب الكمال" قابل ذکر ہے، انہوں نے حافظ مزی رحمہ اللہ کی "تهذيب الكمال" کو اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور اس کے تتمہ میں انہوں نے چھ مزید کتبِ حدیثیہ کے راویوں کے حالات بھی ذکر کئے ہیں، جن میں مسند اَحمد، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم اور سنن دارقطنی شامل ہیں۔

### ت. أطرافِ حدیث کے اعتبار سے تحقیقی کاوش:

- صحیح ابن خزیمہ کے اَطراف کے حوالے سے امام ابن حجر رحمہ اللہ کی "اتحاف المهرة بأطراف العشرة" قابل ذکر ہے۔ جس میں انہوں نے کتبِ حدیثیہ میں سے دس کتب کی احادیث کے اَطراف ذکر کئے ہیں، جن میں صحیح ابن خزیمہ بھی شامل ہے۔ درحقیقت ابن حجر رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب میں دیکھا جائے تو صحیح ابن خزیمہ سمیت 11 کتب پائی جاتی ہیں، چونکہ صحیح ابن خزیمہ مکمل طور سے ہم تک نہیں پہنچی ہوئی بلکہ اس کا چوتھائی حصہ ہی پہنچا ہے تو اس بناء پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے گویا مکمل کتاب ہی شمار نہیں کیا۔

### ث. فہارس کے اعتبار سے تحقیقی کاوش:

- فہارس کے حوالے سے دیکھا جائے تو محمد أیمن بن عبد اللہ الشبراوی رحمہ اللہ نے اس کی خدمت "فهارس صحيح ابن حزيمة" کے نام سے فرمائی۔

### ج. أغلاط کے اعتبار سے تحقیقی کاوش:

- أغلاط کی تصحیح کے حوالے سے دیکھا جائے تو عبد العزیز بن عبد الرحمٰن العثیم رحمہ اللہ نے "النقط لما وقع في أسانيد صحيح ابن حزيمة من التصحيف والسقط" کے عنوان سے اسانید میں بحث وتتبع کے بعد اغلاط کی نشاندہی کی اور صحیح وغلط بیان فرمایا۔

## صحیح ابن خزیمہ پر تنقید:

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ پر بعض مجاہیل راویوں کی توثیق کی بناء پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ تاہم اس اعتراض کا مختلف جوانب سے جواب دیا جاتا ہے:

- امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ جرح و تعدیل کے أئمہ میں سے شمار کئے جاتے ہیں، اور راویانِ حدیث کے حالات کے بارے میں کافی شہرت رکھتے ہیں تو اگر وہ کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اسے جانتے ہیں، اور یہ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی طرف سے تراجمِ رجال کے باب میں خدمت سمجھی جائے گی۔
- امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ جب کسی راوی کی توثیق کرتے ہیں تو اسے جہالتِ عین سے نکال دیتے ہیں، جب کہ جہالتِ حال کو زائل کرنے کے لئے دیگر مقررہ امور کی رعایت ضروری ہے۔
- اگر کسی راوی کی توثیق امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ سے ثابت ہو جائے تو وہ اس کے نزدیک مجہول

نہیں رہے گا۔

○ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کی جانب سے کسی بھی مجہول راوی کی توثیق امام کے تجربہ اور مہارت پر دلالت کرتی ہے، نہ کہ اس کی غفلت پر اسے محمول کیا جائے گا، چنانچہ اس کی توثیق قبول کی جائے گی، اور اسے ابن حبان کی توثیق کی طرح نہ سمجھا جائے گا۔

## کیا صحیح ابن خزیمہ کی تمام روایات پر صحت کا حکم لگے گا؟

اس سوال کا جواب دیتے ہوئے امام اعظمی رحمہ اللہ جو کہ اس کتاب کے محقق ہیں وہ فرماتے ہیں:

صحیح ابن خزیمہ رحمہ اللہ صحیحین کی طرح نہیں ہے، کہ اس کے بارے میں کہا جائے کہ اس میں تمام روایات صحیح ہیں، بلکہ اس میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی ہیں اور ضعیف احادیث کے ساتھ ساتھ شدید ضعیف روایات بھی موجود ہیں، تاہم ضعیف روایات کی تعداد صحیح اور حسن کے مقابلہ میں قلیل تر ہے، اسی طرح شدید ضعف والی روایات بھی نادر الوقوع ہیں۔

# فصل رابع

# صحیح ابن حبان

## مبحث أول: حالات امام ابن حبان رحمہ اللہ

امام ابن حبان رحمہ اللہ کا پورا نام "مُحَمَّد بن حبان بن أحمد بن حبان أبو حاتم التميمي البُستي السجستاني رحمہ اللہ" ہے۔امام ابن حبان رحمہ اللہ 270 ہجری سے 280 ہجری کے درمیانی عرصہ میں پیدا ہوئے، اور 354 ہجری میں فوت ہوئے، تقریباً 80 سال کی عمر پائی۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے کثیر تعداد میں تصانیف لکھیں، تاہم ان کی تصانیف میں سے صرف پانچ ہم تک پہنچ سکیں:

1. ان کی مشہور کتاب "المسند الصحيح على التقاسيم والأنواع من غير وجود قطع في سندها ولا ثبوت جرح في ناقلها" جس کے بارے میں آگے تفصیل سے منہج ذکر کیا جائے گا۔
2. دوسری معروف کتاب ثقہ راویوں کے احوال پر "كتاب الثقات" کے نام سے ہے۔
3. تیسری مشہور کتاب ضعفاء و متروک راویوں کے احوال پر "معرفة المجروحين من المحدثين والضعفاء والمتروكين" کے نام سے ہے۔
4. چوتھی اہم کتاب "مشاهير علماء الأمصار" کے نام سے ہے۔
5. پانچویں کتاب "روضة العقلاء" کے نام سے ہے۔

اور یہ مؤخر الذکر کتاب علم الحدیث سے متعلق نہیں ہے، بلکہ أدب کے باب سے متعلق کتاب

ہے۔اگرچہ اس میں بھی اسانید واحادیث موجود ہیں، تاہم کتاب میں ادب واخلاق سے متعلق مباحث ذکر ہیں۔اور اس کے ساتھ ساتھ اشعار وقصص بھی ذکر کئے ہیں،اخلاقِ حسنہ کے بارے میں احادیثِ نبویہ ذکر ہیں جن اخلاق سے کسی بھی مسلمان کو متّصف ہونا ضروری ہوتا ہے۔

## مبحث ثانی: امام ابن حبان کا منہج:

کتاب کا پورا نام جیسا کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے خود اسے موسوم کیا ہے، "المسند الصحيح على التقاسيم والأنواع من غير وجود قطع في سندها ولا ثبوت جرح في ناقلها" ہے۔

**سبب تالیف:** امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں اس کتاب کی تصنیف کا سبب تحریر فرمایا ہے، جس کے مطابق انہوں نے جب لوگوں کا صحیح احادیث کی کتب سے انصراف اور ضعیف، مناکیر وبواطیل احادیث کی طرف رجحان دیکھا، توانہوں نے احادیثِ نبویہ کی غیرت میں آکر صحیح ابن حبان کی تصنیف فرمائی۔اس کے علاوہ مزید فرماتے ہیں کہ صرف یہی کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہم لوگوں کو صحیح احادیث وسنن کے حفظ وضبط پر ابھاریں، اور انہیں منہجِ صحیح کی طرف راغب کریں، جس پر سلف علماء قائم تھے۔

انہوں نے فرمایا کہ اس کتاب میں سے حدیث ڈھونڈنے وقت باحث کو دو امور میں سے ایک کی طرف توجہ دینا انتہائی لازمی ہے:

أ. یا تو کتاب کو ابتداء سے آخر تک مکمل پڑھے۔

ب. یا اس کتاب کو زبانی یاد کرلے، چنانچہ اگر کتاب زبانی یاد ہوگی تو اس صورت میں اسے تمام احادیث مستحضر ہوں گی۔اور مطلوبہ حدیث تک رسائی آسان ہوگی۔

عجیب وغریب بات یہ کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ کتاب ایسے اسلوب ومنہج کے مطابق تصنیف

فرمائی کہ کوئی اس میں سے آسانی کے ساتھ احادیث پر مطلع نہ ہو سکے، اور اس بات کی صراحت فرمائی کہ میں نے اس لئے تصنیف کی تا کہ کوئی آسانی وسہولت کے ساتھ اس کتاب کی احادیث کو نہ پا سکے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ منہج واسلوب کیوں اختیار کیا؟ اُمّت محمدیہ ﷺ کے لئے اس کتاب سے استفادہ کو کیوں مشکل بنایا؟

اس بات کا جواب دیتے ہوئے امام ابن حبان رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا کہ جو شخص اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہے تو اسے پہلے اس کتاب کو مکمل یاد کرنا چاہئے، اور اس کی مثال میں انہوں نے قرآن کریم پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کسی ایسے شخص سے آپ قرآن کی آیت کے بارے میں پوچھیں جس کو قرآن زبانی یاد نہ ہو کہ یہ آیت کہاں ہے تو وہ کہے گا کہ میں نہیں بتا سکتا، جب تک مکمل قرآن میرے سامنے موجود نہ ہو، تاہم اگر وہ حافظ ہو تو فوراً کہے گا یہ آیت فلاں سورت میں موجود ہے اور اس کے آگے پیچھے کی تمام آیات سنا دے گا۔

اس بناء پر میں نے چاہا کہ میری صحیح ابن حبان بھی اسی طرز پر ہو، اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکے جو کہ الف سے یاء تک اسے یاد کرنے والا ہو، اور اس سے یہ بھی مقصود تھا کہ اپنے زمانے کے طلبہ کو حفظ وضبط احادیث کی طرف ابھاریں کیونکہ ان کے زمانے میں طلباء میں حفظ کی طرف رجحان کم ہوتا جا رہا تھا۔

اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے اس اسلوب ومنہج کی بناء پر ان کی کتاب سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد انتہائی قلیل ہے، کیونکہ اب ہمتیں ویسی نہیں رہیں جیسا کہ پہلے ہوتی تھیں، بلکہ ان کے بعد آنے والے اہلِ علم نے امام ابن حبان رحمہ اللہ کی کتاب کو از سر نو ترتیب دی، اور طلباء کی سہولت کی خاطر اسے آسان اسلوب میں مرتب فرمایا، جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ آسان وسہل ہو گیا، اگرچہ استفادہ کرنے والا حافظ نہ بھی ہو۔ الغرض امام ابن حبان رحمہ اللہ کی ترتیب انتہائی مغلق تھی، جو ان سے پہلے کسی نے بھی اختیار نہیں کی تھی، اور نہ ہی ان کے بعد آنے

والوں نے اس اسلوب میں ان کی موافقت فرمائی۔

صحیح ابن حبان میں احادیث کی تعداد تکرار کے ساتھ 7491 تک پہنچتی ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو ''الأقسام'' اور ''الأنواع'' میں تقسیم کیا، جیسے انہوں نے خود فرمایا کہ میری کتاب قرآن کریم کی طرح ہے تو جیسے قرآن میں ''أجزاء و سور'' ہوتی ہیں، اس کتاب میں بھی اقسام و أنواع ہیں چنانچہ ''الأقسام'' بمنزلہ ''الأجزاء'' کے ہیں اور ''الأنواع'' بمنزلہ ''السور'' کے ہیں۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ کے مطابق سنن کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

أ. **قسم اول:** وہ اوامر کہ جن کو پورا کرنے کا اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہو۔

ب. **قسم ثانی:** وہ نواہی جن کے نہ کرنے کا حکم اللہ نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔

ت. **قسم ثالث:** بعض أخبار کہ جن کی معرفت کسی بھی شخص کے لئے ضروری ہے۔

ث. **قسم رابع:** مباح امور کہ جن کے ارتکاب کو مباح کے درجہ میں رکھا گیا ہے۔

ج. **قسم خامس:** وہ افعال نبویہ ﷺ کہ جو نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص تھے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ان پانچ اقسام پر مشتمل احادیث ذکر کی ہیں، ہر قسم کے تحت متعدّد أنواع ذکر کی ہیں۔ جن کی تعداد 400 تک پہنچتی ہے۔ پھر اس کے بعد أنواع کے تحت احادیث ذکر کرتے ہیں۔

## راویان حدیث کے متعلق امام ابن حبان رحمہ اللہ کی شرط:

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں جن راویوں کی احادیث ذکر کی ہیں ان کے لئے پانچ صفات کی شرائط رکھی ہیں:

أ. وہ راوی عادل ہوں۔

ب. حدیث کے معاملے میں سچے/صادق ہوں اور اس میں شہرت کے درجے پر پہنچے ہوں۔

ت. یہ راوی جو احادیث بیان کر رہا ہو ان احادیث کے بارے میں فہم و فراست اور عقل رکھتا ہو۔

ث. احادیث سے مستفاد مختلف معانی پر عالم ہو۔

ج. اس کی روایت تدلیس سے پاک ہو۔

## عمومی منہج:

أ. امام ابن حبان رحمہ اللہ نے راوی کے لئے پانچ شرائط ذکر کی ہیں جو کہ اوپر ذکر کی جا چکی ہیں، فرماتے ہیں: ''ہر وہ راوی جس میں مذکورہ پانچ صفات پائی جائیں تو ان کی روایات ہم قابل احتجاج مانتے ہیں اور اپنی کتاب میں ان روایات ذکر کرتے ہیں، اور جس راوی میں ان صفات میں سے کوئی ایک صفت بھی نہ پائی جائے تو اسے قابل احتجاج نہیں مانا جاتا''۔

ب. امام ابن حبان رحمہ اللہ حدیثِ صحیح اور حدیثِ حسن میں کسی قسم کی تفریق نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک حدیثِ حسن حدیثِ صحیح کی ہی قسم ہے۔

ت. امام ابن حبان رحمہ اللہ احادیث کو بہترین کلام کے ذریعے آسان فہم بناتے ہیں، یعنی اگر احادیث میں کسی قسم کی تشریح کی ضرورت ہو تو اس کے معانی ذکر کرتے ہیں۔

ث. احادیث میں موجود علل بیان کرتے ہیں، اگر اسانید میں رفع و وقف کا تعارض ہو تو مرفوع

روایت کو ترجیح دیتے پائے جاتے ہیں۔

ج. بعض ایسی احادیث کو بھی صحیح کہتے پائے جاتے ہیں جن میں نکارت پائی جاتی ہے، اور اس کی بنیاد ان کا راویانِ حدیث کے بارے میں اپنا منہج ہے جس کے مطابق وہ ہر اس راوی کو ثقہ قرار دیتے ہیں جس کے بارے میں کسی قسم کی جرح وتعدیل نہ پائی جائے۔

## امام ابن حبان کا توثیق میں تساہل اور جرح میں تشدد:

امام ابن حبان رحمہ اللہ جب راویانِ حدیث کے بارے میں اس قسم کی شرائط کا تذکرہ کرتے پائے جاتے ہیں، تو ایسے میں وہ ان محدثین کی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں جو کہ توثیق میں متساہل اور جرح میں متشدد متصور ہوتے ہیں، اس بناء پر وہ راوی کہ جن کے بارے میں کسی قسم کی جرح وتعدیل بیان نہ کی گئی ہو، اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کی توثیق کی ہو، تو ان کی احادیث کے قبول کرنے میں احتیاط لازمی ہے۔

## صحیح ابن حبان کی تحقیقی خدمات:

صحیح ابن حبان کے بارے میں کئی تحقیقی کاوشیں کی گئیں جن میں:

- "الإحسان في ترتيب صحيح ابن حبان لإبن بلبان" (صحیح ابن حبان اسی ابن بلبان رحمہ اللہ کی ترتیب سے متداول ومعروف ہے)۔
- امام ابن الملقن رحمہ اللہ کی "إكمال تهذيب الكمال".
- امام نور الدین الہیثمی رحمہ اللہ کی "موارد الظمآن في زوائد صحيح ابن حبان".
- امام ابن حجر رحمہ اللہ کی "اتحاف المهرة في الفوائد المبتكرة". جو انہوں نے دیگر دس کتابوں کے ساتھ مرتب کی۔

## صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ کا مقارنہ:

علماء و محدثین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح ابن خزیمہ کو صحیح ابن حبان پر مقدم رکھتے ہیں، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ اور شیخ أحمد شاکر رحمہ اللہ نے اس کی تصریح کی ہے، اس بارے میں کسی نے بھی مخالفت نہیں کی سوائے شیخ شعیف أرنووط رحمہ اللہ کے، جنہوں نے صحیح ابن حبان کی تحقیق فرمائی ہے، اور اس کے مقدمہ میں تفصیلی کلام ذکر کیا ہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ صحیح ابن حبان کو صحیح ابن خزیمہ پر تقدم حاصل ہے۔

ان کے کلام پر مندرجہ ذیل نقاط کے ذریعے رد کیا جاسکتا ہے:

أ. احادیثِ صحیحہ کی تعداد کو مد نظر رکھا جائے تو صحیح ابن خزیمہ کو تقدم دینا چاہئے۔

ب. امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ اس راوی کی روایت ذکر نہیں کرتے جس کے بارے میں کسی قسم کی جرح یا تعدیل مذکور نہ ہو، اور نہ ہی اس کی حدیث کی تصحیح کرتے ہیں۔

ت. صحیح ابن خزیمہ کی وہ احادیث جن پر تنقید کی گئی ہے ان کی تعداد صحیح ابن حبان کی تنقید شدہ احادیث سے کم ہے۔

ث. امام ابن حبان رحمہ اللہ علماء و محدثین کے نزدیک توثیق میں متساہل معروف و مشہور ہیں، بخلاف اپنے شیخ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ کے، کہ وہ کسی قسم کے تساہل سے متّصف نہیں ہیں۔
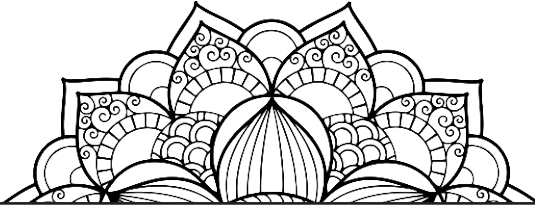
# باب ثانی: کتب سنن اور ان کے مناہج

## فصل اول: سنن ترمذی

مبحث اُول: حالات امام ترمذی

مبحث ثانی: منہج امام ترمذی

## فصل ثانی: سنن أبو داؤد

مبحث اُول: حالات امام اُبوداؤد

مبحث ثانی: منہج امام اُبوداؤد

## فصل ثالث: سنن نسائی

مبحث اُول: حالات امام نسائی

مبحث ثانی: منہج امام نسائی

## فصل رابع: سنن ابن ماجہ

مبحث اُول: حالات امام ابن ماجہ

مبحث ثانی: منہج امام ابن ماجہ

## فصل خامس: سنن دار قطنی

مبحث اُول: حالات امام دارقطنی

مبحث ثانی: منہج امام دارقطنی
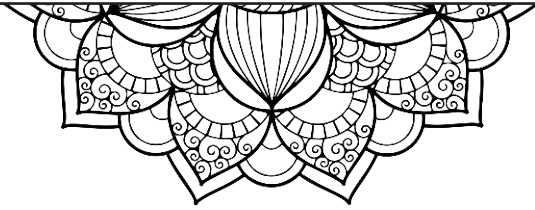
# باب ثانی

# کتب سنن اور ان کے مناہج

## مبحث أول : حالاتِ امام ترمذی رحمہ اللہ

امام ترمذی رحمہ اللہ کا پورا نام "أبو عیسی محمَّد بن عیسی بن سَوْرة بن موسی السُّلمي الترمذي رحمہ اللہ " ہے، مشہور شہر "ترْمذ " کی طرف نسبت کی وجہ سے انہیں "ترمذي" کہا جاتا ہے۔ 209ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ابتدائی عمر سے ہی علم کا حصول شروع کر دیا تھا، علمِ حدیث کے مشہور شیوخ میں سے محمد بن إسماعیل البخاری رحمہ اللہ ، محمد بن بشار رحمہ اللہ ، محمد بن المثنی رحمہ اللہ ، أحمد بن منیع البغوی رحمہ اللہ ، محمود بن غیلان المروزی رحمہ اللہ اور عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

جب کہ ایک معتدبہ جماعت نے امام ترمذی رحمہ اللہ سے علم حدیث حاصل کیا جن میں أبو العباس محمد بن أحمد المروزی رحمہ اللہ ، أبو سعید الہیثم بن کلیب الشاشی رحمہ اللہ ، محمد بن إبراہیم الترمذی رحمہ اللہ ، الحسن بن إبراہیم القطان رحمہ اللہ اور أبو حامد أحمد بن عبد اللہ المروزی رحمہ اللہ شامل ہیں۔

### علماء کے اقوال :

امام بخاری رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے کہ آپ نے مجھ سے جتنا فائدہ حاصل کیا ہے اس سے کئی گنا زیادہ فائدہ میں نے آپ سے حاصل کیا ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں مجہول کا قول کیا ہے تاہم ائمہ محدثین نے ان پر رد کیا ہے، اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محدثین نے امام ترمذی رحمہ اللہ کی توثیق پر اجماع کیا ہے، اور ابن حزم رحمہ اللہ کے قول کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ امام ابن حزم رحمہ اللہ انہیں نہیں جانتے تھے اور نہ ہی ان کی تصانیف سے باخبر تھے۔

قوت حافظہ میں بے مثال تھے، حافظ عمر بن أحمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ فوت ہوئے تو خراسان میں أبو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ جیسا کوئی عالم زاہد نہیں چھوڑا، خوب روئے یہاں تک کہ آنکھ کی بینائی جاتی رہی۔ کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ پیدائشی نابینا تھے تاہم امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی بینائی آخری عمر میں جاتی رہی۔

ان کی مشہور تصانیف میں الجامع، العلل الصغیر، العلل الکبیر، الشمائل المحمدیة، کتاب الزهد، کتاب الأسماء والکنی، کتاب التفسیر اور کتاب التاریخ شامل ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ 13 رجب المرجب 279 ہجری کو ترمذ میں فوت ہوئے۔

## مبحث ثانی: جامع ترمذی:

امام ترمذی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب کے مخطوطہ پر اس کا نام "الجامع المختصر من السنن عن رسول الله ﷺ ومعرفة الصحیح والمعلول وما علیه العمل" لکھا ہوا پایا گیا ہے جسے مختصراً "الجامع" کہا جاتا ہے۔

اس کتاب کو "السنن" بھی کہا جاتا ہے تاہم بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس نام میں معمولی سا اشتباہ ہے کیونکہ جامع ترمذی میں کئی ابواب ایسے ہیں جو کہ فقہی احکام سے متعلق نہیں ہیں، جیسا کہ تفسیر، عقائد، مناقب اور فتن وغیرہ۔

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس کا نام "صحیح الترمذي" رکھا ہے، جب کہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس پر "الجامع الصحیح" کے نام کا اطلاق کیا ہے۔ یہی نام شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کے مطبوعہ نسخہ پر موجود ہے۔ تاہم یہ نام بھی محل اعتراض ہے کیونکہ اس کتاب میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ حسن، ضعیف، منکر بلکہ موضوعی روایات بھی پائی جاتی ہیں۔ بعض علماء نے اسے "الجامع الکبیر" سے موسوم کیا ہے جیسا کہ امام کتانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الرسالة المستطرفة" میں ذکر فرمایا۔

## وجہ تالیف :

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس جامع میں جو کچھ فقہاء کے اقوال اور عللِ حدیث کے بارے میں مباحث ذکر کی ہیں، کیونکہ ہم سے ان مذکورہ امور کے بارے میں پوچھا جاتا تھا، تو ایک عرصہ تک ہم نے ان سوالات کو قابلِ اعتناء نہیں جانا، تاہم اس کے بعد ہم نے عامہ الناس کے فائدہ کے لئے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ اس کتاب میں تین ہزار نو سو چھپن (3956) احادیث ہیں، جن میں سے صرف ایک روایت ثلاثی ہے۔

**امام ترمذی رحمہ اللہ سے جامع ترمذی کو نقل کرنے والے کثیر تلامذہ ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں:**

أبو حامد أحمد بن مُحَمَّد التاجر المروزی رَحِمَهُ ٱللَّهُ ،أبو العباس مُحَمَّد بن أحمد بن محبوب المحبوبي رَحِمَهُ ٱللَّهُ،أبو سعيد الهيثم بن كليب الشاشی رَحِمَهُ ٱللَّهُ ،أبوذر مُحَمَّد بن إبراهيم بن مُحَمَّد الترمذی رحمہ اللہ اورأبو حامد الحسن بن أبراهيم القطان رَحِمَهُ ٱللَّهُ شامل ہیں۔

## کتاب کے بارے میں علماء کی آراء :

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھنے کے بعد میں نے اسے حجاز، عراق اور خراسان کے علماء کے سامنے پیش کیا جس پر انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جس کے گھر میں یہ کتاب موجود ہوگی گویا کہ اس کے گھر میں بولتا ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

اَبو اسماعیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب صحیح بخاری و صحیح مسلم کی کتاب سے زیادہ فائدہ مند ہے، ان سے پوچھا گیا کہ آپ کن وجوہات کی بناء پر اسے فوقیت دے رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہوں علومِ حدیثیہ کے ساتھ مکمل معرفت ہو، جب کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب اس درجہ کی ہے کہ اس میں احادیث کی شرح انہوں نے خود فرمائی ہے، اور خود ہی تمام مغلق احادیث کا بیان فرمایا ہے، جس کی بناء پر اس کے فوائد کو ہر فقیہ اور محدث پالیتا ہے۔

اگر تکرار حدیث کو دیکھا جائے تو اس میں سو احادیث سے زیادہ مکرر روایات نہیں ہیں، اسی طرح فقہاء کے مذاہب اور استدلال کو مد نظر رکھا جائے تو ہر فقہی مذہب کے لئے اس میں دلائل موجود ہیں۔ احادیث کی مختلف انواع اس جامع ترمذی میں پائی جاتی ہیں جیسے صحیح، حسن، ضعیف اور غریب و معلل روایات اس میں پائی جائیں گی۔ اس طرح راویانِ حدیث کے نام، القاب کی وضاحت اور اس کے علاوہ دیگر علومِ حدیثیہ بھی اس کتاب میں بکثرت موجود ہیں۔

## امام ترمذی رحمہ اللہ کی شرط :

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ ان کا ارادہ اُن احادیث کو جمع کرنے کا تھا جو کہ فقہاء کا مستدل رہی ہیں، اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے کتاب العلل میں فرمایا کہ اس جامع میں جتنی بھی روایات موجود ہیں وہ تمام معمول بہا ہیں، اور ان تمام روایات کو اہلِ علم نے قابلِ عمل قرار دیا ہے ماسوائے دو احادیث کے، جن میں سے ایک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ "جَمَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَيْنَ الظُّهْرِ وَالعَصْرِ، وَبَيْنَ المَغْرِبِ وَالعِشَاءِ بِالمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ". اور دوسری روایت "إِنَّ مَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ" ہے۔

امام ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ اور ان کے بعد آنے والے محدثین کی کتب تین اقسام میں تقسیم کی جا سکتی ہیں:

اَ. **قسمِ اول :** پہلی قسم ان کتب کی ہے جن میں وہ احادیث جمع کی گئی ہوں جو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ذکر ہیں، یعنی ان کتب کی صحیح روایات میں سے اکثر روایات وہ ہیں جو کہ بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین میں موجود ہیں تو ان پر کسی قسم کا کلام اسی طرح ہو گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایات پر کلام کیا جا رہا ہو۔

ب. **قسمِ ثانی :** وہ روایات کہ جو اِن کتب کے مصنفین کی شرائط کے مطابق صحیح ہوں، ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اَبو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان

راویانِ حدیث کی روایات ذکر کریں گے جن کے بارے میں ائمہ محدثین نے متروک کا اتفاق نہ کیا ہو، جب کہ حدیث میں اتصالِ سند ثابت ہو بغیر کسی انقطاع و ارسال کے۔اوراس قسمِ ثانی سے متعلق احادیث بھی صحیح ہی گردانی جائیں گی۔

ت. **قسمِ ثالث:** تیسری قسم میں وہ کتب شامل ہیں جن میں روایات کو ان کے مصنفین نے صحتِ حدیث کی قطعیت کے ساتھ نقل نہ کیا ہو، اور ان احادیث کے روایت کرنے والوں نے ان روایات کی علل کو بھی واضح کیا ہو تاکہ اہلِ معرفت ان علل کو پہچان سکیں۔

اس کے بعد ابن طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب چار اقسام میں تقسیم کی جا سکتی ہے:

1. پہلی قسم میں وہ احادیث ہیں کہ جن کی صحت کے بارے میں قطعیت ہو، اور یہ وہ روایات ہیں کہ جن کے بارے میں بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ نے موافقت کی ہو۔

2. دوسری قسم میں وہ احادیث ہیں کہ جو بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین سے کم درجے کی روایات ہوں۔

3. تیسری قسم کی وہ روایات ہیں کہ جن کو بیان کرنے کے ساتھ ان کی علل بھی بیان کی گئی ہوں اور اس سے غفلت نہ برتی گئی ہو۔

4. چوتھی قسم کی وہ احادیث ہیں جن کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں تمام احادیث وہ ہیں جن پر فقہاء نے عمل کیا ہے، اور یہ انتہائی وسیع شرط ہے۔

امام حازمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ کے تلامذہ کو ہم پانچ طبقات میں تقسیم کرتے ہیں، اور ہر طبقہ کی الگ خصوصیات و ممیزات ہیں، جن کی بناء پر ان طبقات کا ایک دوسرے کے ساتھ

تفاوت ثابت ہوتا ہے، تو جو تلامذہ طبقہ اولیٰ میں ہوتے ہیں وہ صحت کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں اور وہی بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ کے راوی ہیں۔

جب کہ طبقہ رابعہ کے راوی عموماً وہ ہوتے ہیں جو کہ طبقہ ثالثہ کے راویوں کے ساتھ جرح و تعدیل میں شریک ہوتے ہیں، اور امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کے ساتھ قلتِ ممارست کی وجہ سے تفرد اختیار کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے امام زہری رحمہ اللہ کی مصاحبت میں زیادہ وقت نہیں گزارا ہوتا، اور یہی امام ترمذی رحمہ اللہ کی اپنی سنن میں مقررہ شرط کے راوی ہیں۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب میں صحیح احادیث بھی موجود ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ حسن روایات بھی ہیں جن میں کسی قسم کا ضعف واقع ہوتا ہے، اسی طرح غریب احادیث بھی اور وہ غرائب جن میں مناکیر در آتے ہیں، خصوصاً فضائل کے باب میں، تاہم عموماً وہ ان غرائب کو بیان کرتے ہیں اور ان کے بیان سے خاموش نہیں رہتے۔

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ اُن راویانِ حدیث کی احادیث ذکر کرتے ہیں جو ثقہ ہوں، یا جن کو وہم لاحق ہوا ہو چاہے کثیر ہو یا قلیل، اسی طرح متہم بالکذب راوی سے بھی روایت نقل کرتے ہیں۔ تاہم حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی کوئی روایت جامع ترمذی میں نہیں پائی جس کے راوی کے اتہام پر ائمہ کا متفق ہونے کے ساتھ ساتھ اس روایت کا ایک ہی طریق منقول ہو، جیسا کہ کثیر بن عبد اللہ المزنی رحمہ اللہ کی روایت جو کہ امام ترمذی رحمہ اللہ سے کچھ اس طریق سے منقول ہے، "حَدَّثَنَا الحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الخَلَّالُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ العَقَدِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ المزَنِيُّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: الصُّلْحُ جَائِزٌ بَيْنَ المسْلِمِينَ، إِلَّا صُلْحًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا، وَالمسْلِمُونَ عَلَى شُرُوطِهِمْ، إِلَّا شَرْطًا حَرَّمَ حَلَالًا، أَوْ أَحَلَّ حَرَامًا"، اس روایت میں کثیر بن عبد اللہ متہم بالکذب راوی ہیں، تاہم امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں قوی قرار دیا ہے، جب کہ اس حدیث کے دیگر کثیر تعداد میں طرق بھی منقول ہیں۔

## امام ترمذی رحمہ اللہ کا منہج :

امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی کو کتب میں تقسیم کیا ہے اور ان کتب کی تعداد 51 ہے، جو کہ "كتاب الطهارة" سے شروع ہوتے ہیں اور "كتاب المناقب" پر ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے جامع ترمذی کے ساتھ ایک دوسری کتاب کو بھی ملحق کیا ہے جس کا نام "العلل الصغير" رکھا ہے۔ اس کے بعد وہ ان کتب کے تحت ابواب ذکر کرتے ہیں، اور ہر باب کے تحت احادیث جمع کی ہیں، جن کی تعداد ہر باب کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔

ابواب کو ایسے عناوین کے ساتھ مزین کرتے ہیں جو کہ عموماً احادیث میں مسائل پر دلالت کرتے ہیں، احادیث کے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بعد فقہاء کے اقوال بھی ذکر کرتے ہیں، اسی طرح حدیث کی استنادی حیثیت کو بھی واضح کرتے ہیں اور اس پر حکم لگاتے ہیں، اور اگر سند میں کسی قسم کی علت ہو تو اسے واضح کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کا اہتمام بھی فرماتے ہیں کہ اس بات کا ذکر کریں کہ مذکورہ حدیث پر کسی فقیہ کا عمل ہے یا نہیں، یعنی کسی فقہی مسلک کی بنیاد اس حدیث پر رکھی گئی ہے یا نہیں۔ اسی طرح حدیثِ مذکورہ کے مختلف طرق بھی ذکر کرتے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ عموماً احادیث ذکر کرکرنے کے بعد "وفي الباب" کے ذریعے تنبیہ کرتے پائے جاتے ہیں، جس سے ان کی مراد کے بارے میں محدثین سے مختلف آراء منقول ہیں :

أ. اس لفظ سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس مذکورہ حدیث کے موضوع سے متعلق دیگر احادیث بھی موجود ہیں، اور اس سے قطعًا یہ مراد نہیں ہوتی کہ دیگر روایات اس مذکورہ حدیث کے لئے شواہد کی حیثیت رکھتی ہیں، بلکہ کبھی کبھی وہ دیگر روایات اس مذکورہ حدیث کے موضوع سے معارض بھی ہوتی ہے اور اس موضوع کے مخالف ہوتی ہے۔

ب. اسی طرح اس سے یہ بھی مراد نہیں ہوتا کہ جو حدیث مسند ذکر کی گئی ہے وہی اس موضوع سے متعلق صحیح حدیث ہے۔

ت. اسی طرح "وفي الباب" سے مراد یہ بھی نہیں ہوتی کہ اس موضوع سے متعلق تمام احادیث کو جمع کیا گیا ہے بلکہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس موضوع سے متعلق دیگر احادیث وطرق موجود ہیں۔

ث. اسی طرح متعدّد مقامات پر وہ "وفي الباب" فرماتے دکھائی دیتے ہیں اور پھر اسی متعیّن صحابی کی دیگر احادیث اس کے بعد ذکر کرتے ہیں، اس سے مراد ان کی اس صحابی کی روایت کے دیگر طرق کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔

اسی طرح "في الباب" کے تحت عموماً امام ترمذی رحمہ اللہ:

أ. مبہم ومہمل راویوں کے نام ذکر کرتے ہیں۔

ب. اسانید میں راویوں کے اختلاف کی طرف بھی اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

ت. اسی طرح متون میں راویوں کے اختلاف کی طرف اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

ث. کبھی کبھار غریب حدیث کے الفاظ کی شرح کرتے پائے جاتے ہیں۔

ج. اسی طرح اس راوی کے نام کو بھی کبھی ذکر کرتے ہیں جسے انہوں نے کنیت کے ساتھ ذکر کیا ہوتا ہے۔

## جامع ترمذی کے ساتھ ملحق کتاب "العلل الصغیر" کن امور پر مشتمل ہے:

- روایات کے مطابق مطابق امام ترمذی رحمہ اللہ سے احادیثِ نبویہ کو جمع کرنے کا کہا گیا جس سے اولاً تو انہوں نے انکار کیا تاہم بعد میں اس کتاب کو لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔

- اسی طرح "العلل الصغیر" میں فقہ الحدیث اور عللِ حدیث دونوں کو ایک جگہ جمع کیا۔

- امام ترمذی رحمہ اللہ حدیث کے احوال بھی ذکر کرتے ہیں، جس کے تناظر میں وہ فرماتے ہیں کہ اس کتاب میں کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس پر عمل نہ کیا جارہا ہو، سوائے دو احادیث

کے، "جَمَعَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ الظُّہْرِ وَالعَصْرِ، وَبَیْنَ المَغْرِبِ وَالعِشَاءِ بِالمدِینَۃِ مِنْ غَیْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ "اور" إِنَّ مَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فَاجْلِدُوہُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَۃِ فَاقْتُلُوہُ".

- فقہاء کے اقوال کے طرق واسانید بھی ذکر کرتے ہیں۔
- راویوں کے حالات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔
- اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ ثقہ راوی کا کسی آدمی سے روایت کرنا اس کی توثیق نہیں گردانی جائے گی، کیونکہ کئی ثقات راوی ایسے موجود ہیں جو کہ ضعفاء سے روایت کرتے پائے جاتے ہیں۔

راویوں کی اقسام ذکر کرتے ہیں:

1. ثقات۔
2. وہ راوی جن کے اوہام قلیل ہوں۔
3. وہ راوی جن کے اوہام کثیر ہوں۔
4. وہ راوی جو کہ متہم بالکذب ہوں۔

- مراسیل احادیث اور اس کے احتجاج کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان کرتے ہیں۔
- احادیث کو حاصل کرنے کے طرق و انواع ذکر کرتے ہیں، یعنی طرق تحمل حدیث واَداء حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔
- غریب احادیث کی انواع ذکر کرتے ہیں جن میں غریب مطلق، غریب نسبی اور بعض راویوں کا کسی بھی لفظِ حدیث کے بارے میں تفرد شامل ہے۔
- اسی طرح کسی بھی راوی کا روایت کرتے وقت اپنے شیخ سے اختلاف کو بھی ذکر کرتے ہیں۔
- اس کے ساتھ ان محدثین کا تذکرہ کرتے ہیں جنہوں نے اسانید کے میدان میں سب سے پہلے قدم رکھا اور راویوں کے بارے میں جرح وتعدیل کا کلام کیا۔

## وہ مصطلحات جوکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جامع میں استعمال کیں:

- اپنی تصنیف میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے متعدّد مقامات پر "الکراھۃ" کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے امام ترمذی رحمہ اللہ وہ معنیٰ ومفہوم مراد لیتے ہیں جو متقدمین نے اس ضمن میں اختیار کیا ہے اور متقدمین اس سے عموماً "التحریم" مراد لیتے ہیں۔
- اسی طرح وہ "المرسل" کی اصطلاح بھی استعمال کرتے ہیں، جس سے مراد "انقطاع" ہوتا ہے۔
- اسی طرح وہ کئی مقامات پر "وبه قال أصحابنا" کے الفاظ استعمال کرتے پائے جاتے ہیں، اس سے مراد ان کی "أهل الحديث" ہوتی ہے۔
- متعدّد مقامات پر وہ دو احادیث ذکر کرنے کے بعد ایک حدیث کے بارے میں فرماتے پائے گئے ہیں کہ "وهذا أصح" یا "هذا أصح ما في الباب". تو اس سے کیا یہ مراد ہوتا ہے کہ ایک حدیث صحیح ہے اور دوسری ضعیف؟ یا ایک حدیث صحیح ہے اور دوسری اس سے زیادہ صحیح یا اصح ہے؟
  - اس کا جواب علماء یہ دیتے ہیں کہ اس سے امام ترمذی رحمہ اللہ عموماً قوتِ صحت مراد لیتے ہیں اور ایک روایت کو دوسری روایت پر تفضیل دینے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔
  - اور کبھی دونوں احادیث ضعیف ہوتی ہیں تو وہاں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ ایک روایت دوسری سے کم ضعیف ہے۔
  - اور کبھی دونوں احادیث صحیح ہوتی ہیں اور کبھی دونوں میں سے ایک صحیح ہوتی ہے اور دوسری ضعیف ہوتی ہے۔
- کبھی کبھار "العلة" کا لفظ استعمال کرتے ہیں تاہم اس سے مراد ان کا مذکورہ حدیث پر عمل کا منسوخ ہونا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر اپنی کتاب "العلل" کی ابتداء میں فرماتے ہیں: "جَمَعَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالعَصْرِ، وَبَيْنَ المغْرِبِ وَالعِشَاءِ بِالمدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ" اور "إِنَّ مَنْ شَرِبَ الخَمْرَ فَاجْلِدُوهُ، فَإِنْ عَادَ فِي الرَّابِعَةِ فَاقْتُلُوهُ"، ان دو روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہم نے ان احادیث کی تعلیل کتاب میں بیان کردی ہیں، جب کہ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں علت سے ان کی مراد ان روایات کا ضُعف مراد نہیں تھا بلکہ اس سے وہ ان روایات پر عمل کی منسوخی بتارہے ہیں۔

- عموماً وہ "الحديث الحسن" استعمال کرتے پائے گئے ہیں، اور اس سے مراد ان کی وہ حدیث ہوتی ہے جس کی سند میں متہم بالکذب راوی نہ ہو، اور اسکے ساتھ ساتھ یہ حدیث متعدّد طرق سے مروی ہو، جب کہ شاذ بھی نہ ہو۔ تو اس سے مراد "الحسن لغیرہ" حدیث ہوتی ہے۔
- اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ "الغریب" کا استعمال بھی کرتے پائے گئے ہیں، اور اسے وہ چار معانی پر منطبق کرتے ہیں:

أ. اس لفظ کا استعمال کرتے ہیں اور اس سے وہ "الغرابة المطلقة" مراد لیتے ہیں، جس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ راویوں کے طبقات میں سے کسی بھی طبقہ کے راوی نے تفرد اختیار کیا ہوا ہے۔

ب. یا اس سے مراد وہ "الغرابة النسبية" لیتے ہیں، یعنی اس شیخ یا اس شہر کی نسبت سے یہ حدیث غریب گردانی جاتی ہے۔

ت. یا اس سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جو کہ کچھ الفاظ کے ساتھ مشہور ہوتی ہے تاہم ان میں سے ایک راوی نے کچھ الفاظ میں تفرد اختیار کیا ہوتا ہے۔

ث. کبھی وہ عموماً "حدیث غریب" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور اس سے مراد مذکورہ حدیث کا ضعف ہوتا ہے۔

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ "حسن غریب "کی اصطلاح بھی بکثرت استعمال کرتے پائے جاتے ہیں:

أ. یہاں "حسن" سے مراد وہی ہے جو امام ترمذی رحمہ اللہ اس سے عموماً مراد لیتے ہیں، جب کہ "حدیث غریب" کے امام ترمذی رحمہ اللہ کے نزدیک کئی درجات ہیں، یعنی یہاں وہ "الغرابة النسبية "مراد لیتے ہیں اور غرابت سے مراد غرابتِ لفظی ہوتی ہے۔

ب. یا یہ حدیث غریب ہوتی ہے یعنی اس سے غرابتِ مطلقہ مراد ہوتی ہے، اور حسن سے مراد "الحسن اللغوي "ہوتا ہے۔

ت. یا اس لفظ سے مراد امام ترمذی رحمہ اللہ کی "حسن لذاته" ہوتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ غرابتِ مطلقہ ہوتی ہے۔

- اسی طرح ایک اور مشہور اصطلاح امام ترمذی رحمہ اللہ استعمال کرتے پائے جاتے ہیں، اور وہ "حسن صحيح "ہے۔اس اصطلاح کے مفہوم کے بارے میں محدثین کی آراء مختلف ہیں:

أ. بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہاں مراد امام ترمذی رحمہ اللہ کی یہ ہے کہ مذکورہ حدیث کسی ایک سند کے اعتبار سے حسن ہے جب کہ یہی حدیث دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہے۔امام ابن الصلاح رحمہ اللہ وامام نووی رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

تاہم اس قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کئی ایسی روایات سننِ ترمذی میں موجود ہیں کہ جن کی صرف ایک ہی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے بارے میں امام ترمذی رحمہ اللہ یہ کہتے ہوئے پائے گئے کہ "حسن صحيح لا نعرفه إلا من هذا الوجه "تو ایسی صورت میں کیسے یہ قول صحیح ہوگا کہ ایک سند کے اعتبار سے صحیح ہے اور دوسری سند کے اعتبار سے حسن، امام عراقی رحمہ اللہ نے اس طرف توجہ دلائی ہے۔

ب. دوسرا قول یہ ہے کہ حسن سے مراد یہاں "لغوي" ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ یہ حدیث معنیٰ کے لحاظ سے مقبول ہے، جس سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، اور خوبصورت و

بھلے محسوس ہوتے ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ و ابن الصلاح رحمہ اللہ نے اس قول کو اختیار کیا ہے، تاہم یہاں بھی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کئی روایات ایسی ہیں جو کہ موضوع اور ضعیف پائی گئی ہیں، جب کہ ان میں سے بعض احادیث کے الفاظ خوبصورت اور حسن ہوتے ہیں، اسی نکتہ کو بیان کرتے ہوئے امام شعبہ رحمہ اللہ کے قول کو منطبق کیا جاتا ہے کہ جب انہیں کہا گیا کہ آپ نے "عبد الملك بن أبي سليمان" کی روایات کیوں چھوڑ دیں، جب کہ وہ "حسن الحديث" تھے، تو امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ان کے "حسن الحديث" کی وجہ سے ہی میں نے راہِ فرار اختیار کی ہے، یعنی در حقیقت وہ روایات منکرہ تھیں۔

ت. تیسرا قول یہ ہے کہ حسن سے مراد قبولیت کی نچلی صفات کے مطابق پورا ہونا ہے یعنی راوی کا صادق ہونا، جب کہ صحیح سے مراد قبولیت کی اعلیٰ صفات پر پورا اترنا ہے، جیسا کہ حفظ و اتقان وغیرہ۔ اس قول کو امام ابن دقیق العید رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے تاہم اس سے یہ لازم ہوتا ہے کہ ہر حدیث کو پھر "حسن صحيح" قرار دیا جائے۔

ث. بعض علماء فرماتے ہیں کہ "حسن صحیح" سے مراد صحیح اور حسن کے درمیان کا درجہ ہوتا ہے، تو جس روایت کے بارے میں "حسن صحيح" کہا جائے تو وہ حدیث صحیح سے کم اور حسن سے اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ تاہم امام عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس قول کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی۔

ج. امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حسن سے "لذاتہ" اور صحیح سے "لغیرہ" مراد ہوتی ہے۔

ح. اسی طرح امام سیوطی رحمہ اللہ یہ قول بھی کرتے پائے گئے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی منشاء یہ ہوتی ہے کہ مذکورہ روایت باعتبارِ سند کے حسن ہے، اور صحیح اس نسبت سے ہے کہ اس باب میں یہ سب سے صحیح ترین حدیث ہے اگرچہ سند کے اعتبار سے اس کا درجہ حسن سے کسی طور اوپر نہیں ہے۔

خ. بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایسی روایات کے بارے میں تردد ہونے کی وجہ سے ان روایات کے بارے میں کوئی مطلق حتمی قول اختیار نہیں کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن۔

اور یہ تردد کا ہونا محدثین و مجتہدین کا آپس میں اس حدیث کے حکم کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تو وہ حدیث کسی ایک علماء کے گروہ کے مطابق حسن ہوتی ہے اور دوسرے گروہ کے مطابق صحیح ہوتی ہے۔ گویا کہ وہ یہ فرما رہے ہیں، "حسنٌ أو صحیح"، جو بعد میں حرف تردد کے حذف کے بعد "حسن صحیح" بن گیا۔ تو جس روایت کے بارے میں "حسن صحیح" کہا گیا ہو تو وہ حدیث اس حدیث سے درجہ میں کم ہوگی جس کے بارے میں کہا گیا ہو کہ "صحیح" ہے۔ کیونکہ قطعیت کا درجہ اولیٰ ہوتا ہے۔

یہ توجیہ اس صورت میں قابل قبول ہے جب کسی روایت کی ایک ہی سند ہو، اگر کسی روایت کی دو اسانید ہوں تو دو صفات کا اطلاق کرنا دو مختلف اسانید کی وجہ سے ہوگا، تو اس صورت میں پھر یہ بات قابلِ غور ہے کہ اگر کسی روایت کے بارے میں "حسن صحیح" کہا جائے تو اس کا درجہ "صحیح" سے اوپر ہوگا۔ کیونکہ کثرتِ طرق اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حدیث تقویت اختیار کر رہی ہے۔ یہ امام ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے۔ جس میں انہوں نے ابن الصلاح رحمہ اللہ و ابن کثیر رحمہ اللہ کے اقوال کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ "حسن صحیح" سے مراد وہ احادیث ہیں کہ جو صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ معمول بہ بھی ہوتی ہیں، اور اگر صرف "صحیح" کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے تاہم معمول بہ نہیں ہے۔

د. بعض علماء فرماتے ہیں کہ امام ترمذی رحمہ اللہ حسن حدیث کو صحت کے ساتھ خلط کرنا چاہتے ہیں، یعنی مذکورہ روایت حسن سے اعلیٰ درجے کی ہے تاہم وہ صحیح کے درجے پر نہیں پہنچتی۔

## سننِ ترمذی کی خصوصیات :

أ. امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی اس کتاب میں احادیث پر حکم لگانے کے ساتھ ساتھ راویانِ حدیث پر بھی حکم لگایا ہے۔

ب. اسانید ومتون کے اختلاف کو نمایاں کرتے ہیں۔

ت. احادیث میں مذکور غریب کلمات کی شرح کرتے ہیں۔

ث. ایسے راوی جن کو القاب وکنیات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہوتا ہے ان کے نام ذکر کرتے ہیں۔

ج. تحویل اسانید کو "ح" کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا طریقہ کار رہا ہے۔

ح. ایک مزید بات جو کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کی سنن کو صحیحین سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا عللِ احادیث کو صراحت کے ساتھ بیان کرنا ہے۔

اس ضمن میں امام ترمذی رحمہ اللہ احادیث بیان کرتے ہیں، اور اس حدیث سے متعلق اہلِ علم کے اقوال کو بھی پیش کرتے ہیں اور عللِ حدیث کے میدان کے ماہرین کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد بسا اوقات ان کے اقوال کو بعینہ اسی طرح رہنے دیتے ہیں اور بسا اوقات ان کے اقوال پر اعتراض کرتے پائے جاتے ہیں اور حدیث کا دفاع کرتے ہوئے اس مذکورہ علت پر تنقید کرتے ہیں اور اسے غیر مؤثر قرار دیتے ہیں۔

خ. اس کے ساتھ ساتھ امام ترمذی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں ان کی فقہی جھلک بھی نمایاں ہوتی ہے، جس میں وہ حدیث ذکر کرتے ہوئے اس میں فقہی آراء کا ذکر کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا ذکر بھی کرتے ہیں کہ اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے یا نہیں؟

د. اختلاف فقہاء کی صورت میں ترجیح کو بھی ذکر کرتے ہیں اور دلائل دیتے نظر آتے ہیں۔

ذ. کسی بھی مسئلہ کے بارے میں فقہاء کے اقوال ذکر کرتے ہیں اور راجح قول کی تائید عموماً "وهذا الذي عليه العمل" جیسے قول سے کرتے پائے جاتے ہیں۔

## سنن ترمذی سے متعلق کتب وشروحات :

### الف: شروحات

امام ترمذی رحمہ اللہ کی سنن کی کئی شروحات مرتب کی گئی ہیں جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

أ. ابن سید الناس رحمہ اللہ کی "النفح الشذي" جو انہوں نے مکمل نہیں کی، تاہم حافظ عراقی رحمہ اللہ نے بعد میں اس کی تکمیل کی پھران کے بیٹے نے اس کی تکمیل کی۔

ب. ابن العربي المالکی رحمہ اللہ کی "عارضة الأحوذي" جس میں فقط متونِ احادیث کی شرح کی گئی ہے۔

ت. حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ کی شرح "شرح الحافظ ابن الملقن" جس میں انہوں نے فقط متون کی طرف توجہ دی ہے۔ اور زوائد ترمذی کی شرح کی ہے۔

ث. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی شرح جس کی تکمیل نہ ہو سکی۔

ج. امام سیوطی رحمہ اللہ کی "قوت المغذي".

ح. امام مبارکپوری رحمہ اللہ کی "تحفة الأحوذي" جس میں انہوں نے سنن کی اسانید و متون کو موضوع بحث بنایا ہے۔

### ب: امام ترمذی رحمہ اللہ کا مشہور و معروف قول "وفي الباب" کے بارے میں علماء کی تحقیقی کاوشیں

أ. شیخ حسن بن حیدر بن محمد الوائلی رحمہ اللہ کی "نزهة الألباب في قول الترمذي: وفي الباب".

ب. "رش السحاب في تخريج ما قال فيه الترمذي: وفي الباب".

ت. شیخ فیض اللہ رحمہ اللہ کی "كشف النقاب فيما قال فيه الترمذي: وفي الباب".

# فصل ثانی

## سنن أبوداؤد

### مبحث أول : حالاتِ امام أبوداؤد رحمہ اللہ

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا نام ”الإمام أبو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير الأزدي السجستاني رحمہ اللہ “تھا۔ جو کہ 202 ہجری میں پیدا ہوئے، علمِ حدیث کی خاطر اسفار فرمائے، احادیث جمع کیں، تصانیف لکھیں اور اپنے میدان میں نمایاں حیثیت حاصل کی۔ امام أبو عبید آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ شوال کی 16 تاریخ کو 275 ہجری میں فوت ہوئے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی عمر کے ابتدائی دور میں ہی طلب علم کے لئے سفر کرنے نکل کھڑے ہوئے، انہوں نے 220 ہجری میں بغداد کی طرف سفر کیا، اس وقت ان کی عمر 18 سال تھی، جب کہ شام کی طرف 222 ہجری میں رختِ سفر باندھا، علوِاسناد کی طرف امام ابوداؤد رحمہ اللہ بہت رغبت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ علوِ اسناد میں وہ امام مسلم رحمہ اللہ سے بڑھے ہوئے ہیں، بلکہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بعض اساتذہ و شیوخ میں شریک ہیں جن کے ساتھ دیگر محدثین میں سے کوئی بھی شریک نہیں رہا۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کئی اہلِ علم سے استفادہ کیا جن میں سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مشہور ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ان کی بہترین ملازمت و مصاحبت اختیار رکھی، یہاں تک کہ وہ امام احمد رحمہ اللہ کے کبار تلامذہ میں سے شمار کئے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی سنن حنابلہ کی کتبِ فقہیہ کی طرز پر مرتب و مدون ہے، اسی طرح انہوں نے امام احمد رحمہ اللہ سے جرح و تعدیل اور فقہ کے مسائل میں سوالات پوچھے جو کہ دونوں مطبوع ہو چکے ہیں، ان کے علاوہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے اساتذہ میں ”علي بن المديني، يحيى بن معين، مُحَمَّد بن بشار، القعنبي، سليمان بن حرب، مسلم بن إبراهيم، عبد الله بن رجاء، أبو الوليد الطيالسي، موسى بن إسماعيل“ بھی شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بصرہ میں بھی کئی

اہلِ علم نے ان سے استفادہ کیا۔

امام أبو داؤد رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے امام ترمذی رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ کے علاوہ "إبراهيم بن حمدان العاقولي، أبو الطيب أحمد بن إبراهيم بن الاشناني البغدادي رحمہ اللہ، امام ابو داؤد رحمہ اللہ کے بیٹے أبو بكر بن أبي داود رحمہ اللہ، ان کے علاوہ أبو بكر بن أبي الدنيا، عبد الرحمٰن بن خلاد الرامهرمزي، أبو بشر الدولابي الحافظ، أبو علي محمد بن أحمد اللؤلؤي، شامل ہیں۔

## علماء کے اقوال:

ابو بکر الخلال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام أبو داؤد رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے اہل علم میں سے سب سے زیادہ علوم کی تخریج کو جاننے والے تھے، کوئی شخص ان سے ان علوم میں بڑھا ہوا نہیں تھا، اس کے ساتھ تقویٰ و پرہیز گاری میں بھی بے مثال تھے، امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد ہونے کے باوجود امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے خود بھی ان سے روایت حاصل کی تھی۔

امام احمد بن محمد بن یاسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ أبو داؤد رحمہ اللہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے حفاظ میں سے ایک تھے، علوم حدیث و علل کے ماہرین میں سے شمار کئے جاتے تھے۔

حافظ موسیٰ بن ہارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤد رحمہ اللہ دنیا میں حدیث کے واسطے پیدا کئے گئے تھے اور آخرت میں جنت کے واسطے پیدا کئے گئے تھے۔

## مبحث ثانی: سننِ أبو داؤد کا منہج

امام أبو داؤد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام اپنے مشہور زمانہ خط "رسالة إلى أهل مكة" میں "السنن" رکھا تھا۔ امام أبو بکر بن داسہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے أبو داؤد رحمہ اللہ سے سنا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی پانچ لاکھ احادیث لکھیں، پھر ان پانچ لاکھ میں سے احادیث منتخب کر کے سنن کو تصنیف کیا، اس سنن میں 4800 احادیث رکھیں، جن میں صحیح بھی ہیں اور صحیح کے مقارب بھی احادیث ہیں، ان 4800 میں سے چار احادیث ایسی ہیں جو کہ کسی بھی انسان کے دین کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔

امام أبوداؤد رحمہ اللہ کا مقصد تھا کہ ایسی کتاب لکھی جائے جو کہ احادیثِ احکام کو حاوی ہو، اس مقصد کو واضح کرتے ہوئے وہ "رسالة إلى أهل مكة" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتابِ سنن میں احکام کے سوا کوئی دوسری روایت نہیں رکھی، اسی طرح میرا مقصد بالکل یہ نہیں کہ میں زہد و فضائلِ اعمال وغیرہ کی احادیث لکھوں، لہٰذا یہ 4800 احادیث تمام کی تمام احکام سے متعلق ہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ سے سنن أبوداؤد کے نقل اور روایت کرنے والے ان کے شاگردوں میں سے "أبو الطيب أحمد بن إبراهيم بن الأشناني البغدادي، نزيل الرحبة" اور "أبو علي مُحَمَّد بن أحمد اللؤلؤي" سرِفہرست ہیں، ان کے علاوہ دیگر راوی بھی ہیں جن میں رواية ابن داسة، رواية ابن الأعرابي، رواية ابن العبد، رواية ابن الصريع، رواية الجلودي قابل ذکر ہیں، ان تمام روایات میں سے "رواية اللؤلؤي" اور "رواية ابن داسة" کافی مشہور ہیں۔

امام لؤلؤی ہی وہ شاگرد تھے جو کہ سنن کی قراءت فرماتے تھے جب امام أبوداؤد رحمہ اللہ طلبہ کے سامنے سنن أبي داؤد پیش کرتے تھے، اور یہ سلسلہ أبوداؤد رحمہ اللہ کی وفات تک اسی طرح جاری رہا۔ "رواية اللؤلؤي" علماءِ مشرق کے ہاں معروف ہے۔

جب کہ "رواية ابن داسة" اہل مغاربہ کے ہاں مشہور ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں "رواية اللؤلؤي" سے زیادہ احادیث ہیں اور اس حیثیت سے وہ اکمل متصور ہوتی ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ ابن داسة کی روایات میں جو زیادات ہیں وہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی آخری عمر میں خود ہی حذف کی تھیں جن کا سبب ان روایات کی اسانید میں کسی قسم کا نقص تھا، اور اس بات کی صراحت أبوعمر ہاشمی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے جو کہ لؤلؤی رحمہ اللہ سے سنن کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔

جب امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے "سنن" تصنیف فرمائی تو امام أبوبکر محمد بن إسحاق الصاغانی رحمہ اللہ اور ابراہیم حربي رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ کے لئے احادیث اس طرح نرم کر دی گئی ہیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم کر دیا گیا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے کتابِ سنن تصنیف فرما کر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی جس کی امام احمد رحمہ اللہ نے تحسین وتعریف فرمائی۔

## امام أبو دوَاد رحمہ اللہ کی شرط:

امام أبوداؤد رحمہ اللہ اپنی کتابِ سنن کے بارے میں "رسالة إلى أهل مكة" میں رقم طراز ہیں:

"آپ (اہل مکہ) نے مجھ سے سنن کی بابت استفسار کیا ہے کہ اس میں مذکور روایات صحیح کے درجہ میں ہیں، تو اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس سنن میں، میں نے صحیح احادیث جمع کی ہیں، تاہم اگر بعض مقامات پر کوئی روایت دو صحیح طرق سے مروی ہو جن میں سے ایک سند عالی ہو جب کہ دوسری سند کے راوی حفظ و ضبط میں نسبتاً قوی اور زیادہ ہوں تو ایسی صورت میں حفظ و ضبط والے کو ترجیح دیتا ہوں، اور تمام سنن میں اس قسم کی روایات کی تعداد 10 سے زیادہ نہیں ہیں، جب کہ مراسیل کے بارے میں میرا منہج یہ رہا ہے کہ اگر مسند روایت نہ ملے تو مرسل قابل احتجاج ٹھہرتی ہے، تاہم وہ متّصل کی طرح قوت نہیں رکھتی، اسی طرح مذکورہ سنن میں ایسے راوی کی روایت موجود نہیں ہے جو کہ متروک الحدیث ہو، اور اگر اس میں کسی قسم کی حدیث منکر ذکر کی ہو، تو اس کے ساتھ اس چیز کو بیان کرتا ہوں کہ یہ حدیث منکر ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کو نبی ﷺ کی سنت کے طور سے کوئی روایت بیان کرے جو میں نے سنن میں ذکر نہ کی ہو تو سمجھ لو کہ وہ حدیث ضعیف ہے، یا یہ کہ میری کتاب میں وہی روایت کسی دوسرے طرق سے مروی ہوگی، کیونکہ طرق کی کثرت کا میں نے اہتمام نہیں کیا، تاکہ طالب علم پر بوجھ نہ ہو، اسی طرح اگر کسی روایت میں شدید قسم کا ضعف ہو تو اسے بھی بیان کیا ہے، تاہم بعض روایات ایسی بھی ہیں کہ جو میں نے ذکر نہیں کیں، لیکن وہ صالح روایات ہیں اور بعض ان میں سے صحیح ترین بھی ہیں"۔

اس تفصیل کے سمجھنے کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے سنن ابی داؤد کی احادیث کو چھ اقسام میں تقسیم کیا ہے:

أ. صحیح۔

ب. حسن لذاتہ۔

ت. حسن لغیرہ۔

ث. وہ ضعیف روایات کہ جن کا ضعف خفیف ہو۔

ج. ایسی روایت کہ جس کا ضعف خفیف ہو اور اس کے مخالف بھی روایت موجود ہو (اگر مخالف روایت اس خفیف الضعف سے بھی ضعف میں زیادہ ہو تو اسے منکر کہتے ہیں)۔

ہ. ایسی روایات کہ جن میں کوئی راوی ضعف شدید سے متّصف ہو، یہ چھٹی قسم کی احادیث وہ ہیں کہ جن کو ذکر کرنے کے بعد ان کے بارے میں امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں سکوت اختیار کیا ہے۔

- ضعفِ شدید پر مشتمل راویوں کی احادیث نقل کرنے کے بعد امام ابو داوٗد رحمہ اللہ کا سکوت مختلف اعتبارات کی وجہ سے ہوتا ہے:

اَ. **اول:** امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ اس وجہ سے کسی حدیث کے ضعفِ شدید پر خاموش رہتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کتاب میں کسی دوسرے مقام پر اس راوی کے بارے میں کلام کیا ہوتا ہے تو یہاں سکوت اختیار کر لیتے ہیں۔

گویا کہ وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے ضعف کو اُس وقت بیان کیا ہے جب میں نے اس راوی پر پچھلے مقام پر اس کتاب میں حکم لگایا تھا۔

ب. **ثانی:** امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ کا سکوت اس وجہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ سے "سنن" مختلف روایات کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

یعنی امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ کی سنن پانچ روایات سے ہم تک پہنچی ہے، تو ان پانچ روایات میں سے

بعض میں کوئی کلام موجود ہوتا ہے اور وہی کلام بعض دوسری روایات میں نہیں پایا جاتا، مثلاً روایت ابن العبد رحمہ اللہ میں احادیث پر کوئی کلام ہوگا جو کہ روایت لؤلؤی رحمہ اللہ میں نہیں پایا جائے گا۔

لہٰذا ایسی صورت میں سنن أبي داؤد کا مطالعہ کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ اس بات میں جلدی کرتے ہوئے کوئی حکم نہ لگائے کہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے فلاں حدیث پر سکوت فرمایا ہے، بلکہ اسے دیگر روایاتِ أبي داؤد کی طرف بھی مراجعت ضرور کرنی چاہئے، ممکن ہے کہ وہاں اس بارے میں امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے کلام کیا ہو۔ اگرچہ یہ مشقت طلب امر ہے تاہم معاملہ اس بات کا مقتضی ہے کہ سنن أبي داؤد کی تمام روایات کو سامنے رکھ کر تحقیق کی جائے۔

ت. **ثالث:** تیسرا سبب اس ضمن میں یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں اس روایت میں امام أبوداؤد رحمہ اللہ کا سکوت غلطی اور خطا کے سبب ہو۔

یعنی ان کا ارادہ تھا کہ اس حدیث پر کلام کروں گا پھر ان سے اس باب میں بھول ہوگئی، یا انہوں نے گمان کیا کہ پچھلے مقام پر انہوں نے اس بابت گفتگو کی ہے لیکن درحقیقت انہوں نے ایسا نہیں کیا تھا، اور طبیعتِ بشری کا تقاضا ہے کہ انسان سے بھول چوک ہوجاتی ہے۔

ث. **رابع:** امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے اس وجہ سے سکوت اختیار کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کے ضعفِ شدید کو دیکھا تو وہ حد درجہ واضح تھا، اور اس پر کسی قسم کے مزید کلام کی ضرورت نہ تھی۔

اس بات سے ان لوگوں کی بھی غلطی واضح ہوتی ہے جو کہ امام أبو داؤد رحمہ اللہ کی کسی حدیث پر ضعفِ شدید کے بارے میں خاموشی کو ان کے قبولِ حدیث پر محمول کرتے ہیں کہ انہوں نے چونکہ سکوت فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک قبول ہے یا انہوں نے اسے شدید ضعف کے درجہ میں نہیں رکھا، بلکہ امام أبوداؤد رحمہ اللہ کا سکوت اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اس روایت کا ضعف بالکل واضح ہوتا ہے اور اس کے مزید بیان کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی۔

## امام اَبوداؤد رحمہ اللہ کی شرط :

امام ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور ان کے بعد آنے والے محدثین کی کتب تین اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہیں:

ث. **قسمِ اول:** پہلی قسم ان کتب کی ہے جن میں وہ احادیث جمع کی گئی ہوں جو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ذکر ہیں، یعنی ان کتب کی صحیح روایات میں سے اکثر روایات وہ ہیں جو کہ بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین میں موجود ہیں تو ان پر کسی قسم کا کلام اسی طرح ہو گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایات پر کلام کیا جارہا ہو۔

ج. **قسمِ ثانی:** وہ روایات کہ جو اِن کتب کے مصنفین کی شرائط کے مطابق صحیح ہوں، ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اَبوداؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان راویانِ حدیث کی روایات ذکر کریں گے جن کے بارے میں ائمہ محدثین نے متروک کا اتفاق نہ کیا ہو، جب کہ حدیث میں اتصالِ سند ثابت ہو بغیر کسی انقطاع و ارسال کے۔اور اس قسمِ ثانی سے متعلق احادیث بھی صحیح ہی گردانی جائیں گی۔

ح. **قسمِ ثالث:** تیسری قسم میں وہ کتب شامل ہیں جن میں روایات کو ان کے مصنفین نے صحتِ حدیث کی قطعیت کے ساتھ نقل نہ کیا ہو، اور ان احادیث کے روایت کرنے والوں نے ان روایات کی علل کو بھی واضح کیا ہو تاکہ اہلِ معرفت ان علل کو پہچان سکیں۔

امام حازمی رحمہ اللہ اس باب میں تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شرائطِ کتاب کو سمجھنے کے لئے راویوں کے طبقات کی معرفت از حد ضروری ہے۔ اس کو ہم مثال سے بیان کرتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تقریبًا پانچ طبقات ہیں، اور ہر طبقہ کی اپنی الگ خصوصیات و ممیزات ہیں، تو جو پہلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ صحت کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں، اور انہی طبقہ کی روایات امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اولین ہے۔

دوسرے طبقہ کے راوی پہلے طبقہ کے ساتھ عدالت میں مشترک ہیں، تاہم طبقہ اولیٰ کے راوی حفظ و ضبط اور اتقان کے ساتھ ساتھ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ مصاحبت ورفاقت سے بھی متّصف ہوتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ سفر و حضر میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ جب کہ طبقہ ثانیہ کے شاگرد امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طول مصاحبت ورفاقت سے متّصف نہیں ہوتے بلکہ کچھ ہی زمانہ ان کی صحبت میں گزارا ہوتا ہے، تو امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کے ساتھ زیادہ ممارست نہیں ہوتی، اور اتقان میں بھی طبقہ اولیٰ سے مرتبہ میں کم ہوتے ہیں، اور یہی امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے راوی ہیں۔

طبقہ ثالثہ میں وہ راوی شامل ہیں جو کہ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ مصاحبت ورفاقت میں پہلے طبقہ کے مماثل ہیں، تاہم یہ راوی کسی قسم کی جرح سے کسی طور پر مامون نہیں رہے ہوتے، تو ایسے راوی قبول و رد کے مابین معلق رہتے ہیں، اور اسی قسم کے راوی امام أبو داوٗد رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کے شرط کے مطابق ہیں۔

امام أبو داوٗد رحمہ اللہ نے اپنی سنن کا منہج ”رسالته إلى أهل مكة“ میں بخوبی بیان کیا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے ہم ان کے منہج کا خلاصہ درج ذیل نقاط میں بیان کرسکتے ہیں:

أ. انہوں نے وہ احادیث ذکر کیں جو ان کی معلومات کے مطابق صحیح ترین تھیں۔

ب. سندِ عالی کی طرف زیادہ رجحان رکھا اگرچہ وہ ضعیف ہو، اور أصح سند کو چھوڑ دیتے ہیں اگر سندِ نازل ہو۔

ت. باب میں حدیث یا دو احادیث ذکر کرتے ہیں، تاکہ اختصار رہے اور فائدہ زیادہ حاصل ہو۔

ث. حدیث کو مکرر ذکر نہیں کرتے تاہم اگر حدیث میں کسی قسم کی زیادت مذکور ہو تو پھر حدیث کو مکرر لاتے ہیں۔

ج. کبھی کبھی طویل حدیث کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، کیونکہ اگر طوالت سے ذکر کریں تو پھر سننے والے کو مقصد واضح نہیں ہوتا، اور نہ ہی فقہی مسائل کی طرف توجہ جاتی ہے۔

ح. اگر کسی باب میں "مسند متّصل" حدیث نہ پائی جائے تو وہاں وہ مراسیل کو بطور دلیل پیش کرتے دکھائی دیتے ہیں، اگرچہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مراسیل قوت کے لحاظ سے اتصال کے درجے تک نہیں پہنچتیں۔

خ. ان راویوں سے احادیث نقل نہیں کرتے جن کے ترک پر علماء محدثین کا اتفاق ہو۔

د. حدیثِ منکر کو بیان کرتے ہیں اور اسے باب میں ذکر کرتے ہیں اگر اس حدیثِ منکر کے علاوہ کوئی حدیث انہیں نہ ملے۔

ذ. اگر سنن میں کسی قسم کی ضعفِ شدید والی روایت نقل کی ہے تو اس کے ضعف کو بھی بیان کیا ہے۔

ر. جن روایات کے ذکر کرنے کے بعد امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا ہے ان کی کئی اقسام ہیں جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزر چکا۔

**اس کے ساتھ ساتھ امام سخاوی رحمہ اللہ مزید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:**

أ. امام أبوداؤد رحمہ اللہ خوبصورت ترتیب و تنظیم کے ساتھ احادیث ذکر کرتے پائے جاتے ہیں۔

اس ضمن میں وہ امام مسلم رحمہ اللہ کی موافقت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ کے الفاظ اور صیغوں کے اہتمام میں کسی قسم کی کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور اس کے ساتھ ساتھ متون کے الفاظ و کلمات بھی امام أبوداؤد رحمہ اللہ نے انتہائی اہتمام کے ساتھ ذکر کئے ہیں۔

ب. اگر امام أبوداؤد رحمہ اللہ " الحارث بن مسكين " سے روایت نقل کریں تو آگے فرماتے ہیں "قرئ عليه وأنا شاهد" تا کہ صورتحال واضح ہو جائے۔ کہ ان کے سامنے میں نے خود روایت نہیں پڑھی بلکہ دوسرے راوی نے پڑھی اور میں وہاں موجود تھا۔

ت. اگر کسی استاد سے حدیث میں کسی قسم کا کوئی کلمہ ساقط ہو گیا ہو تو اس پر تنبیہ کرتے پائے

جاتے ہیں۔

ث. اگر ایک روایت دو شیوخ سے سنی ہو اور ان میں سے ایک دوسرے سے زیادہ ضبط والا ہو، تو اس پر بھی تنبیہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

ج. اسی طرح فقہی مسائل میں سلف کے اقوال نقل کرتے ہیں اور ان فقہاء کے نام بھی ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ مستحاضہ کی نماز کے بارے میں مسئلہ بیان کرتے ہوئے فقہاء میں سے حسن بصری رحمہ اللہ، سعید بن المسیب رحمہ اللہ، عطاء، مکحول رحمہ اللہ اور ابراہیم رحمہ اللہ وغیرہ کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔

ح. کنیت سے مشہور ہوئے راویوں کے نام ذکر کرتے ہیں، اور ناموں سے مشہور ہوئے راویوں کی کنیت ذکر کرتے ہیں، اسی طرح مہمل اور مبہم راویوں کی تعیین بھی کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث "حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ، وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، قَالَا: حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ أَبِي الْغُصْنِ، عَنْ صَخْرِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جَابِرِ بْنِ عَتِيكٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: سَيَأْتِيكُمْ رُكَيْبٌ مُبْغَضُونَ، فَإِنْ جَاءُوكُمْ، فَرَحِّبُوا بِهِمْ، وَخَلُّوا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَبْتَغُونَ، فَإِنْ عَدَلُوا فَلِأَنْفُسِهِمْ، وَإِنْ ظَلَمُوا، فَعَلَيْهَا وَأَرْضُوهُمْ، فَإِنَّ تَمَامَ زَكَاتِكُمْ رِضَاهُمْ، وَلْيَدْعُوا لَكُمْ" کے بعد فرماتے ہیں: "أَبُو الْغُصْنِ هُوَ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ غُصْنٍ".

اسی طرح امام ابو داود رحمہ اللہ اپنی سنن میں معلقات بھی ذکر کرتے ہیں جیسا کہ "قال عمر رضی اللہ عنہ: حَصِيرٌ فِي الْبَيْتِ خَيْرٌ مِنَ امْرَأَةٍ لَا تَلِدُ".

خ. احادیث سے متعلق بعض فوائد خود اپنی طرف سے بھی ذکر کرتے ہیں۔

## اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی قابل ذکر ہے کہ:

أ. امام أبو داود رحمہ اللہ حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اگر حدیث میں کسی قسم کی علت پائی جائے، اور انقطاع و اتصال کے بارے میں بھی تنبیہ کرتے پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر کتاب الزکاۃ میں فرماتے ہیں "حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّقِّيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ

عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ يَزِيدَ الْأَوْدِيُّ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: " لَيْسَ فِيمَا دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ زَكَاةٌ، وَالْوَسْقُ: سِتُّونَ مَخْتُومًا" اس کے فوراً بعد بعد امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أَبُو الْبَخْتَرِيُّ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ".

ب. اسی طرح امام اَبوداوٗد رحمہ اللہ محفوظ و شاذ احادیث کے بارے میں بھی تنبیہ کرتے نظر آتے ہیں، مثال کے طور پر:

"حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ السَّكَنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَهْضَمٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَرَ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا، فَذَكَرَ بِمَعْنَى مَالِكٍ، زَادَ: وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَأَمَرَ بِهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ"، اس کے بعد امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ العمری رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ سے روایت نقل کرتے ہوئے "عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" کا لفظ استعمال کیا، جب کہ سعید الجمحی رحمہ اللہ نے نافع رحمہ اللہ سے بطریقِ عبید اللہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے وقت "مِنَ الْمُسْلِمِينَ" کا لفظ ذکر کیا، تاہم مشہور روایت جو کہ عبید اللہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اس میں "مِنَ الْمُسْلِمِينَ" کا ذکر نہیں۔

## وہ روایات جن کے نقل کرنے کے بعد امام اَبوداوٗد رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا، کیا وہ قابل احتجاج ہیں یا قابل اعتبار؟

اس بارے میں علماء و محدثین کے کلام کا خلاصہ درج ذیل ہے:

اَ. علماء و محدثین کا ایک گروہ یہ فرماتا ہے کہ یہ مسکوت عنہ روایات قابل احتجاج ہیں۔

کیونکہ یہ علماء و محدثین ایسی ایک روایت کو جب ذکر کرتے ہیں جس کے بارے میں امام اَبو داوٗد رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا ہو، تو ایسی روایت کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "ایسی حدیث کے کم تر احوال یہ ہیں کہ اسے "حسن" کے درجے میں رکھا جائے، کیونکہ امام اَبوداوٗد رحمہ اللہ نے اس

سے سکوت اختیار کیا ہے"، یا اس جیسی دیگر عبارات استعمال کرتے ہیں، مثال کے طور پر امام زرکشی رحمہ اللہ "المعتبر في تخريج أحاديث المنهاج والمختصر" میں حدیث "لا تجتمع أمتي على ضلالة" ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ امام أبو داوٗد رحمہ اللہ نے اس حدیث کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے چنانچہ یہ ان کے مطابق قابل حجت ہے۔

ب. جب کہ علماء کا ایک گروہ اس بات کی طرف گیا ہے کہ جن روایات کے بارے میں امام أبو داوٗد رحمہ اللہ سکوت اختیار فرمائیں، وہ قابلِ اعتبار ہوتی ہیں۔

مثال کے طور پر امام ذہبی رحمہ اللہ "ميزان الاعتدال" میں "إبراهيم بن سعيد المدني" کے ترجمہ کے تحت فرماتے ہیں: اس راوی کی ایک حدیث ہے احرام کے بارے میں، جو کہ امام أبو داوٗد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں نقل کی ہے، اور اس پر سکوت اختیار کیا ہے، جب کہ یہ راوی "مقارب الحال" ہے اور یہ اصطلاح تعدیل کے کم ترین مرتبہ پر دلالت کرتی ہے۔

ت. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے وہ روایات جن کے بارے میں امام أبو داوٗد رحمہ اللہ نے سکوت اختیار کیا ہو، ان کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسکوت عنہ روایت "حسن" کے درجے پر نہیں ہوتی بلکہ اس کی مختلف اقسام ہیں:

1: بعض ان میں سے وہ روایات ہیں جو کہ صحیحین میں موجود ہیں یا وہ صحت کی شرائط پر پورا اترتی ہیں۔

2: بعض روایات ان میں سے "الحسن لذاته" کے مرتبہ کی ہیں۔

3: بعض روایات ان میں سے شواہد و متابعات کی وجہ سے "الحسن لغيره" کے مرتبہ میں آتی ہیں۔

4: بعض ان روایات میں سے ضعیف ہیں، تاہم ایسا ضعف کہ جنکے ترک پر علماء و محدثین کا اتفاق نہ ہو۔

اور یہ تمام اقسام ایسی ہیں کہ جو امام أبو داوٗد رحمہ اللہ کے نزدیک قابلِ احتجاج ہیں، جیسا کہ ابن مندہ رحمہ اللہ نے أبو داوٗد رحمہ اللہ سے صراحتاً نقل کیا ہے کہ میں حدیثِ ضعیف اس وقت نقل کرتا ہوں جب کہ

اس مسئلہ میں مذکورہ حدیث کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود نہ ہو، اور کسی بھی شخص کی ذاتی رائے کے مقابلہ میں حدیثِ ضعیف بہرحال قوی ہوتی ہے۔

اسی طرح امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام أبوداوٗد رحمہ اللہ نے جن روایات کو نقل کرنے کے بعد سکوت فرمایا ہے، تو وہ ان کے نزدیک صحیح ہیں، خصوصاً اس وقت جب اس باب/مسئلہ میں اس کے علاوہ کوئی دوسری حدیث موجود ہی نہ ہو۔

## سنن أبوداوٗد کی شروحات و مستخرجات :

**الف: سنن أبوداوٗد کی اہم شروحات میں سے چند درج ذیل ہیں:**

أ. أبوسلیمان حمد الخطابی رحمہ اللہ کی "معالم السنن"۔

ب. عبد العظیم بن عبد القوی المنذری رحمہ اللہ کی "مختصر سنن أبي داود"۔

ت. شمس الدین ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کی "تهذيب السنن"۔

یہ تینوں شروحات أحمد شاکر رحمہ اللہ اور محمد حامد فقی رحمہ اللہ کی تحقیق کے ساتھ مطبوع ہو چکی ہیں۔

ث. اس کے ساتھ ساتھ امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے ایک جزء کی شرح کی ہے۔

ج. اسی طرح "علاء الدين مغلطائي رحمہ اللہ" نے بھی ایک حصہ کی شرح کی ہے۔

ح. جب کہ ایک حصہ کی شرح "ولي الدين العراقي رحمہ اللہ" نے کی ہے۔

خ. أبوالطیب محمد شمس الحق العظیم آبادی رحمہ اللہ نے "عون المعبود شرح سنن أبي داود" کے نام سے شرح لکھی ہے۔

د. خلیل أحمد سہارنپوری رحمہ اللہ نے "بذل المجهود في حل أبي داود" کے نام سے شرح ترتیب دی۔

**ب: مستخرجات**

مستخرجات کے باب میں اس کتاب کی خدمت کرنے والوں میں "مُحَمَّد بن عبد الملك بن أيمن الأندلسي رحمہ اللہ"، "أبو بكر أحمد بن علي بن إبراهيم الأصبهاني رحمہ اللہ" اور "قاسم بن أصبغ

القرطبي رحمہ اللہ "شامل ہیں۔

**ج: امام أبوداؤد رحمہ اللہ کے راویوں کے تراجم کے بارے میں بھی علماء و محدثین نے تحقیقات کی ہیں ان میں قابل ذکر یہ ہیں:**

أ. محمد بن طاہر المقدسی رحمہ اللہ کی "مشايخ أبي داود".

ب. محمد بن إسماعیل أزدی رحمہ اللہ کی "شيوخ أبي داود".

ت. أبوالقاسم علی بن الحسن رحمہ اللہ کی "المعجم المشتمل على ذكر أسماء شيوخ الأئمة النبل".

ث. أبو محمد بن عبد الغنی المقدسی رحمہ اللہ کی "الكمال في أسماء الرجال".

ج. أبوالحجاج یوسف بن عبد الرحمن المزی رحمہ اللہ کی "تهذيب الكمال في أسماء الرجال".

ح. شیخ ناصر الدین اَلبانی رحمہ اللہ نے سنن اَبی داوٗد کی احادیث کی تفصیلی تخریج کر کے ان احادیث کو کتاب میں ذکر کیا ہے، "صحيح سنن أبي داود و ضعيف سنن أبي داود". تاہم وہ مکمل نہ کر سکے، جب کہ انہوں نے ان احادیث پر مختصر حکم لگایا، اور دو مختصر کتب میں انہیں سمویا جوکہ "صحيح سنن أبي داود" اور "ضعيف سنن أبي داود" ہیں۔

**د: سنن أبوداؤد کے متعلق تحقیق کاوشیں**

أ. عبدالوہاب السامرائی رحمہ اللہ کا تحقیقی مقالہ "أبو داود وجهوده في الحديث".

ب. عبدالحمید أزہر الہندی رحمہ اللہ کا تحقیقی مقالہ "ما سكت عنه أبو داود".

ت. محمد بن ہادی المدخلی رحمہ اللہ کا تحقیقی مقالہ "ما سكت عنه أبو داود مما في إسناده ضعف"

ث. معوض بلال العوفی رحمہ اللہ کا تحقیقی مقالہ "أبو داود وأثره في علم لحديث".

ج. محمد لطفی الصباغ رحمہ اللہ کا تحقیقی مقالہ "أبو داود حياته وسننه".

ح. تحقیقی مقالہ بعنوان "المتروكون ومروياتهم في سنن أبي داود"، جوکہ جامعہ ام القریٰ میں لکھا گیا۔

# فصل ثالث
# سنن نسائی

## مبحث أول : حالاتِ امام نسائی رحمہ اللہ

امام حافظ أبو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر الخراسانی النسائی رحمہ اللہ، "نساء" میں 215 ہجری میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے طلبِ علم کے لئے نکل کھڑے ہوئے، امام قتیبہ رحمہ اللہ کے درسِ حدیث کی طرف 230 ہجری میں کوچ فرمایا، اور ایک سال تک وہاں ان کے پاس بغلان میں مقیم رہے۔

کافی شیوخ سے استفادہ کیا جن میں "إسحاق بن راهويه، هشام بن عمار، مُحَمَّد بن النضر بن مساور، سويد بن نصر، عيسى بن حماد زغبة، أحمد بن عبدة الضبي، أبي الطاهر بن السرح، أحمد بن منيع، إسحاق بن شاهين، بشر بن معاذ العقدي، بشر بن هلال الصواف، الحارث بن مسكين، الحسن بن صباح البزار" شامل ہیں۔

ان کے مشہور تلامذہ میں سے "أبو بشر الدولابي، أبو جعفر الطحاوي، أبو علي النيسابوري، حمزة بن مُحَمَّد الكناني، أبو جعفر أحمد بن مُحَمَّد بن إسماعيل النحاس النجوي، أبو بكر مُحَمَّد بن أحمد بن الحداد الشافعي، عبد الكريم بن أبي عبدالرحمٰن النسائي، أبو بكر أحمد بن مُحَمَّد بن السني، أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني" قابل ذکر ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں کثیر تعداد میں تصانیف لکھیں، جن میں سے اہم "السنن الكبرى"، "السنن الصغرى (المجتبى)"، "مسند علي" ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ "عمل يوم وليلة" بھی اہم کتب میں شامل ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ کی دیگر کتب میں "التفسير"، "الضعفاء" اور "الكنى" شامل ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ کی تعریف کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ متقی، فہم وفراست کے مالک، صاحبِ بصیرت، نقدِ رجال کے ماہر اور حسنِ تالیف سے سرفراز شخصیت تھی۔ طلبِ علم کے لئے خراسان، حجاز، مصر، عراق اور شام کا سفر کیا، اور پھر مصر میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں مختلف تشنگانِ علم نے ان کی طرف طلبِ علم کے لئے سفر کیا۔ اس زمانے میں ان کی نظیر کا کوئی عالم موجود نہ تھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ وہ علمِ حدیث اور عللِ حدیث ونقدِ رجال میں امام مسلم رحمہ اللہ أبوداؤد رحمہ اللہ اور أبوعیسیٰ رحمہ اللہ سے زیادہ ماہر تھے۔ اور اس میدان میں وہ امام بخاری رحمہ اللہ اور أبوزرعہ رحمہ اللہ کے ہم پلہ تھے۔

امام حاکم أبوعبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے علی بن عمر رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرما رہے تھے کہ امام أبوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ مصر کے مشائخ میں سے سب سے زیادہ فقیہ آدمی تھے اور احادیث وآثار کی صحت وسقم کے ماہرین میں سے گردانے جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ نقدِ رجال میں بھی یدِ طولیٰ رکھتے تھے، اسی وجہ سے لوگوں نے ان سے حسد شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ رملہ کی طرف نکلے، ان سے فضائلِ معاویہ کی بابت استفسار کیا گیا جس پر خاموشی کی وجہ سے انہیں جامع مسجد میں مارا گیا، جس کے بعد انہوں نے فرمایا کہ مجھے مکہ مکرمہ کی طرف لے جاؤ، انہیں مکہ لے جایا گیا جب کہ وہ بیمار تھے، اور وہاں وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گئے، امام نسائی رحمہ اللہ کے فضائل میں سے ایک فضیلت مزید یہ بھی ہے کہ آخری عمر میں انہیں شہادت نصیب ہوئی۔

## مبحث ثانی: سنن نسائی کا منہج

### کتاب کا نام:

امام ابن مندہ رحمہ اللہ، ابن السکن رحمہ اللہ، أبوعلی النیسابوری رحمہ اللہ، دارقطنی رحمہ اللہ، ابن عدی رحمہ اللہ اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب پر ''الصحیح'' کا اطلاق کیا ہے۔ غالبًا اس سے مراد ان ائمہ کی یہ ہے چونکہ امام نسائی رحمہ اللہ کی شرط دیگر اصحابِ سنن کی شرائط سے زیادہ سخت اور کڑی ہے تو اس بناء پر ان کے مقابلے میں امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب کو ''صحیح'' کا درجہ دیا گیا۔ اسی طرح اس کتاب کو

"السنن الصغری"کا نام بھی دیا گیا تاکہ"الکبری"سے امتیاز ہو سکے۔

اسی طرح اسے "المجتبی" کا نام بھی دیا گیا کیونکہ اس کتاب کو امام نسائی رحمہ اللہ نے "السنن الکبری" سے منتخب کر کے لکھا۔ اسی طرح اسے "المجتنی" سے بھی پکارا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے کہ پھل/میوہ کو درخت سے اکٹھا کرنا، چونکہ اس کتاب کو بھی امام نسائی رحمہ اللہ نے "السنن الکبری" سے احادیث منتخب کر کے ترتیب دیا تھا تو اس بناء پر اس کتاب کو یہ نام دیا گیا۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں فقہ الحدیث پر بہترین کلام کیا ہے، اگر کوئی سنن نسائی کو پڑھے تو ان کے حسنِ کلام کا معترف ہو جائے گا۔

امام ابن رشید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب، سنن پر لکھی گئی تمام کتب میں سب سے زیادہ بہترین کتاب ہے۔ اور اسے امام نسائی رحمہ اللہ نے امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین کے طریقہ کار و اسلوب کے مطابق ترتیب دیا ہے، اور اس کیساتھ ساتھ علل کے بیان میں بھی مکمل رعایت برتی ہے۔ علماءِ مشرق و مغرب نے جن کتبِ حدیثیہ کو قبولِ عام بخشا ہے ان میں سنن نسائی بھی شامل ہے۔

ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ یہ سنن، امام نسائی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے یا امام ابن السنی رحمہ اللہ کی ؟ اس بارے میں دو آراء سامنے آتی ہیں:

**پہلی رائے:** اسے امام ابن السنی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس قول کے قائلین میں امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن ناصر الدین دمشقی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی سنن میں سے ہمیں جو کتاب ملی وہ اَبو بکر ابن السنی رحمہ اللہ کی منتخب کردہ کتاب "المجتبی" ہے۔

**دوسری رائے:** دوسری رائے کے مطابق اس کتاب کو امام نسائی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور یہ کثیر علماء کی رائے ہے، جن میں ابن الاثیر رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ، عراقی رحمہ اللہ اور سخاوی رحمہ اللہ شامل ہیں۔ اور یہی رائے راجح معلوم ہوتی ہے، جس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

أ. حکایت منقول ہے کہ امیرِ رملہ امام نسائی رحمہ اللہ کی سننِ کبریٰ سے جب باخبر ہوئے تو پوچھا کہ کیا اس کتاب میں تمام احادیث صحیح ہیں؟۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ تو امیرِ رملہ نے کہا کہ مجھے اس میں سے صحیح احادیث نکال کر دو، چنانچہ اس کے بعد امام نسائی رحمہ اللہ نے "المجتبی" کو چنا۔

ب. أبو علی الغسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "كتاب الإيمان" اور "الصلح" دونوں کتب مصنف کی طرف سے نہیں ہیں، بلکہ یہ دونوں کتب امام نسائی رحمہ اللہ کی "المجتبی" سے ہیں۔ جو کہ انہوں نے اپنی بڑی کتاب کو مختصر کر کے ترتیب دی۔

ت. قدیم قلمی مخطوطہ/ نسخہ کی موجودگی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ "السنن الصغرى" امام نسائی رحمہ اللہ کی تالیف ہے، اور امام ابن السنی رحمہ اللہ صرف امام نسائی رحمہ اللہ سے اسے روایت کرنے والے تھے۔

ث. امام ابن الأثیر رحمہ اللہ نے جب جامع الأصول میں امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب "المجتبی" کو رکھا تو انہوں نے اپنی سند کو امام نسائی رحمہ اللہ تک ابن السنی رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا۔ یہ اس بات کی وافی دلیل ہے کہ یہ امام نسائی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ اگر امام ابن السنی رحمہ اللہ کی تالیف ہوتی تو امام ابن الأثیر رحمہ اللہ اس طرف اشارہ فرماتے اور سند کو صرف ابن السنی رحمہ اللہ تک موقوف رکھتے۔

## امام نسائی رحمہ اللہ کی سنن کے راوی:

امام نسائی رحمہ اللہ سے ان کی سنن کو نقل کرنے والے کثیر تعداد میں ہیں، جن میں سے ان کے بیٹے "عبد الكريم، أبو بكر أحمد بن إسحاق الدينوري ابن السني، أبو الحسن أحمد بن مُحَمَّد بن أبي التمام، أبو مُحَمَّد الحسن بن رشيق العسكري، أبو مُحَمَّد بن معوية القرشي الأندلسي ابن الأحمر" قابل ذکر ہیں۔

## سنن میں امام نسائی رحمہ اللہ کی شرط :

امام ابن طاہر مقدسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اور ان کے بعد آنے والے محدثین کی کتب تین اقسام میں تقسیم کی جاسکتی ہیں:

أ. **قسمِ اول:** پہلی قسم ان کتب کی ہے جن میں وہ احادیث جمع کی گئی ہوں جو کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ذکر ہیں، یعنی ان کتب کی صحیح روایات میں سے اکثر روایات وہ ہیں جو کہ بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی صحیحین میں موجود ہیں تو ان پر کسی قسم کا کلام اسی طرح ہو گا جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایات پر کلام کیا جارہا ہو۔

ب. **قسمِ ثانی:** وہ روایات کہ جو اِن کتب کے مصنفین کی شرائط کے مطابق صحیح ہوں، ابن مندہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام اَبو داؤد رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ کی شرط یہ ہے کہ وہ ان راویانِ حدیث کی روایات ذکر کریں گے جن کے بارے میں ائمہ محدثین نے متروک کا اتفاق نہ کیا ہو، جب کہ حدیث میں اتصالِ سند ثابت ہو بغیر کسی انقطاع و ارسال کے۔ اوراس قسمِ ثانی سے متعلق احادیث بھی صحیح ہی گردانی جائیں گی۔

ت. **قسمِ ثالث:** تیسری قسم میں وہ کتب شامل ہیں جن میں روایات کو ان کے مصنفین نے صحتِ حدیث کی قطعیت کے ساتھ نقل نہ کیا ہو، اور ان احادیث کے روایت کرنے والوں نے ان روایات کی علل کو بھی واضح کیا ہو تاکہ اہلِ معرفت ان علل کو پہچان سکیں۔

امام حازمی رحمہ اللہ اس باب میں تفصیل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شرائطِ کتاب کو سمجھنے کے لئے راویوں کے طبقات کی معرفت از حد ضروری ہے۔ اس کو ہم مثال سے بیان کرتے ہیں کہ امام زہری رحمہ اللہ کے شاگردوں کے تقریبًا پانچ طبقات ہیں، اور ہر طبقہ کی اپنی الگ خصوصیات و ممیزات ہیں، تو جو پہلے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں وہ صحت کے اعلیٰ معیار پر ہوتے ہیں، اور انہی طبقہ کی روایات امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اولین ہے۔

دوسرے طبقہ کے راوی پہلے طبقہ کے ساتھ عدالت میں مشترک ہیں، تاہم طبقہ اولیٰ کے راوی حفظ و ضبط اور اتقان کے ساتھ ساتھ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طولِ مصاحبت ورفاقت سے بھی متّصف ہوتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ان کے ساتھ سفر و حضر میں بھی شریک ہوتے ہیں۔ جب کہ طبقہ ثانیہ کے شاگرد امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ طول مصاحبت ورفاقت سے متّصف نہیں ہوتے بلکہ کچھ ہی زمانہ ان کی صحبت میں گزارا ہوتا ہے، تو امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کے ساتھ زیادہ ممارست نہیں ہوتی، اور اتقان میں بھی طبقہ اولیٰ سے مرتبہ میں کم ہوتے ہیں، اور یہی امام مسلم رحمہ اللہ کی شرط کے راوی ہیں۔

طبقہ ثالثہ میں وہ راوی شامل ہیں جو کہ امام زہری رحمہ اللہ کے ساتھ مصاحبت ورفاقت میں پہلے طبقہ کے مماثل ہیں، تاہم یہ راوی کسی قسم کی جرح سے کسی طور پر مامون نہیں رہے ہوتے، تو ایسے راوی قبول ورد کے مابین معلق رہتے ہیں، اور اسی قسم کے راوی امام اَبوداؤد رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ کے شرط کے مطابق ہیں۔

حافظ ابن طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سعد بن علی الزنجانی رحمہ اللہ سے ایک راوی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اس کی توثیق کی، جس پر میں نے کہا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی تضعیف فرمائی ہے، انہوں نے جواباً فرمایا کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی راویانِ حدیث کے بارے میں شرائط امام بخاری رحمہ اللہ و مسلم رحمہ اللہ کی شرائط سے سخت ترین ہیں۔

چنانچہ جو امام کسی بھی راوی کے بارے میں متشدد پایا جائے اس کا مطلب ہے کہ وہ امام ”صحیحین“ کے راویانِ حدیث سے بھی اجتناب کرنے والا ہو گا، جیسا کہ اسماعیل بن اَبی اُویس وغیرہ جیسے راوی، بلکہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں وہ راوی جمع کئے ہیں جنہیں امام نسائی رحمہ اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور شیخین نے اُن راویوں کی روایات اپنی صحیحین میں ذکر کی ہیں۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ میں راوی کی حدیث اس وقت تک بیان کرنا نہیں چھوڑتا جب تک اس کے ترکِ روایت پر محدثین نے اتفاق نہ کیا ہو۔ ظاہری طور سے تو اس قول میں وسعت

نظر آتی ہے، جیسا کہ ابن مندہ رحمہ اللہ اس بات کے قائل نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ بات اس طرح نہیں ہے، بلکہ اس سے امام نسائی رحمہ اللہ کا ائمہ محدثین کا خاص اجماع مراد ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راویوں کا ہر طبقہ متشدد و متوسط محدث سے خالی نہیں ہوتا، چنانچہ امام نسائی رحمہ اللہ اُس راوی کی روایت کو اس وقت تک بیان کرنا نہیں چھوڑتے جب تک کہ علماء کا ایک طبقہ اس کے ترک پر متفق نہ ہو۔

مثال کے طور پر امام نسائی رحمہ اللہ "عبد الله بن عثمان بن خثيم" کی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ابن خثیم حدیث کے باب میں قوی نہیں ہیں، جب کہ یحیٰی القطان رحمہ اللہ اور عبد الرحمٰن بن مہدی رحمہ اللہ نے ابن خثیم کو نہیں چھوڑا، تاہم علی بن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن خثیم "منکر الحدیث" ہے۔ تو ابن خثیم ایک مختلف فیہ راوی ٹھہرا، اس بناء پر امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی روایت کو سنن میں ذکر کیا، کیونکہ سب نے اس راوی کے ترک پر اتفاق نہیں فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام نسائی رحمہ اللہ کے حالات ذکر کرتے ہوئے اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ وہ جرح و تعدیل میں متشددین میں سے تھے۔

## سنن میں امام نسائی رحمہ اللہ کا منہج :

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صاحبِ تدبر و تفہم کے لئے سنن نسائی ایک ندرت و جدت رکھتی ہے، اس میں کئی قسم کے فن پارے پائے جاتے ہیں جو کہ تشنگانِ علم کے لئے سیرابی کا درجہ رکھتے ہیں۔

ان فن پاروں میں سے چند یہ ہیں:

- غریب الفاظ کی تفسیر کی جاتی ہے مثال کے طور پر حدیثِ أعرابي میں مذکور کلمات "لا تزرموه" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "لا تقطعوا عليه" جب کہ دوسری بار فرماتے ہیں "لا تقطعوه".

- مہمل اسماء کی تعیین کرتے ہیں جیسا کہ ان کا قول "رواه من جهة بكر" اس کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد "بن مُضر" ہے۔ اسی طرح "رواه من جهة عبد الله" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ "ابن القِبطية" ہیں۔ تاہم کبھی کبھار مہمل کی تعیین میں خود بھی شک کا شکار ہوئے پائے جاتے ہیں۔

- مبہم راوی کا نام ذکر کرتے ہیں:

– کبھی تو اصل سند میں ابہام کی تعیین ذکر کرتے ہیں جیسا کہ حدیث "محمّد بن عبد الرحمٰن عن رجل عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعا" ذکر کرتے ہیں پھر اسی روایت کو "محمد" کے طریق سے ذکر کرتے ہیں اور اس طرح ذکر کرتے ہیں "محمّد بن عبد الرحمٰن عن محمّد بن عمرو بن حسن عن جابر" تو اس طریق سے مبہم راوی کا نام ذکر کرتے ہیں۔

– اسی طرح متن میں بھی ابہام کا وضوح کرتے ہیں جیسا کہ حدیث ذو الیدین ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "فقام إليه رجل يقال له: الخِرباق" تو متن میں اس راوی کا نام خرباق ذکر کر کے اس کے ابہام کو رفع کر دیا۔

- اسی طرح ایسا راوی جس کی کنیت ذکر کی گئی ہو اس کے نام کو بھی واضح ذکر کرتے ہیں جیسا کہ "من جهة أبي مُعَيد" تو ان کی کنیت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، "حفص بن غيلان". اسی طرح "جهة أبي هشام" کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "المغيرة بن سلمة".

- اسی طرح اگر کوئی راوی اپنے نام سے ذکر ہو تو اس کی کنیت ذکر کرتے ہیں اگر وہ کنیت سے مشہور ہو، جیسا کہ "أخبرنا زكريا بن يحيى" کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "هو أبو كامل". اسی طرح "ذكوان" کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "أبو صالح". اس کے ساتھ ساتھ متفق اور مفترق کا اہتمام بھی کرتے پائے جاتے ہیں۔

- اسی طرح ان امور کا بھی اہتمام کرتے پائے جاتے ہیں کہ جس کے ذریعے دو جگہ پر مذکور کسی ایک راوی کے بارے میں اس بات کا احتمال ہو کہ وہ دو راوی ہیں جیسا کہ ”هارون بن أبي وكيع“ کے بارے میں صراحت فرماتے ہیں کہ وہ ”هارون بن عنترة“ ہی ہیں۔

- اسی طرح ایسے الفاظ بھی ذکر کرتے ہیں جس سے التباس دور ہو سکے، جیسے سند ذکر کرتے وقت فرماتے ہیں، ”ابن المبارك عن أبي جعفر عن أبي سلمان“ اس کے بعد جعفر کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ”وليس بأبي جعفر الفرّاء“.

- امام نسائی رحمہ اللہ بکثرت منقطع روایات کو مرسل کہتے پائے گئے ہیں، اسی طرح بغور دیکھا جائے تو بکثرت وہ مراسیل کو متّصل اسانید پر قرائن و دلائل کی بنیاد پر ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

- امام نسائی رحمہ اللہ کسی بھی باب میں صحیح حدیث کو ذکر کرنے میں پس و پیش سے کام نہیں لیتے اگر صحیح حدیث انہیں مل جائے۔

تاہم اگر صحیح حدیث نہ مل سکے تو ان راویوں کی ضعیف احادیث نقل کرتے ہیں جن کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ کا یہ گمان ہوتا ہے کہ ان کے ضعف و ترکِ حدیث پر ائمہ کا اتفاق نہیں ہے۔ اسی طرح بسا اوقات صحیح احادیث ذکر کرتے ہیں اور پھر ضعیف احادیث اس کے بعد ذکر کرتے ہیں، اس بناء پر کہ اس ضعیف روایت میں کچھ ایسی زیادت پائی جاتی ہے جو کہ صحیح حدیث میں نہیں پائی جاتی۔ اور اس زیادت کو وہ ”أصح ما في الباب“ کے عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں۔

اس کی مثال کے لئے حدیث ملاحظہ ہو: ”أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ قُدَامَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ الْحَكَمِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُكَيْمٍ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنْ لَا تَسْتَمْتِعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ بِإِهَابٍ، وَلَا عَصَبٍ“، اس کے بعد وہ ذکر فرماتے ہیں ”أَصَحُّ مَا فِي هَذَا الْبَابِ فِي جُلُودِ الْمَيْتَةِ، إِذَا دُبِغَتْ حَدِيثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ“.

امام نسائی رحمہ اللہ فقہی جوانب کا بھی خاص اہتمام کرتے پائے جاتے ہیں، ان کی مذکورہ کتاب فقہی وحدیثی دونوں جوانب کا احاطہ کئے ہوئے ہے جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا طریقہ کار رہا ہے۔

## فقہی جوانب کے اہتمام کے دلائل کے لئے ملاحظہ ہو:

اَ. **تکرارِ احادیث:** امام نسائی رحمہ اللہ متعدّد مواقع پر احادیث کو مکرر ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا طریقہ کار واسلوب تھا۔

امام نسائی رحمہ اللہ کے اس طریقہ کار کا سبب ان کا ایک ہی باب میں تفصیلات وتفریعات کی کثرت ہے، یہاں تک کہ سنن نسائی کا مطالعہ کرنے والا یہ سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی فقہی کتاب موجود ہے اور وہ فقہاء کے اقوال و آراء کو پرکھ رہا ہے، مثال کے طور پر مشہور حدیث "إنما الأعمال بالنيات" کو انہوں نے سنن نسائی میں 16 بار ذکر کیا ہے۔

ب. کبھی وہ حدیث کا وہ ٹکڑا/ جزء ذکر کرتے ہیں جہاں سے ان کا مدعیٰ ثابت ہوتا ہے اور متون کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں، اور یہ طریقہ کار فقہی طریقہ کار کے زیادہ قریب ہے۔

ت. متعدّد مقامات پر وہ حدیث کے تحت اپنی رائے بھی ذکر کرتے ہیں جو کہ فقہ الحدیث پر دلالت کرتی ہے۔

ث. امام نسائی رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ کسی ایک باب میں متعارض روایات بھی ذکر کرتے ہیں، اگر دونوں احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوں، جس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ دونوں روایات پر عمل جائز اور صحیح ہے۔

مثال کے طور پر "بسملة" کے اونچی اور پست آواز سے پڑھنے کے بارے میں احادیث وارد ہیں۔ تو امام نسائی رحمہ اللہ دونوں قسم کی روایات ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح فجر کے اوقات کے بارے میں "الإسفار" اور "التغليس" دونوں طرح کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

ج. امام نسائی رحمہ اللہ کی کتاب فقہاء کے اقوال سے خالی نہیں ہے، اگرچہ قلیل تعداد میں ہیں۔ جیساکہ اس میں مسروق رحمہ اللہ کے فتاویٰ منقول ہیں۔

## سنن نسائی کا حدیثی جوانب پر مشتمل ہونے کے دلائل :

اَ. امام نسائی رحمہ اللہ احادیث کی علل بیان کرتے پائے جاتے ہیں، اور ظاہری طور سے صحیح نظر آنے والے متون پر نقد کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں، ان کی کتاب میں کئی ایسی مباحثِ علل اور راویانِ حدیث کے اوہام پر تنبیہات پائی جاتی ہیں جو کہ کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتیں، مثال کے طور پر:

"أَخبَرنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ: حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: " نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيهَا﴾ الْآيَةُ كُلُّهَا بَعْدَ الْآيَةِ الَّتِي نَزَلَتْ فِي الْفُرْقَانِ بِسِتَّةِ أَشْهُرٍ "، پھر اس کے بعد فرماتے ہیں " مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو لَمْ يَسْمَعْهُ مِنْ أَبِي الزِّنَادِ ". اسی طرح فرماتے ہیں کہ قتیبہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث ہمیں دوبار ذکر کی ہے، ممکن ہے کہ ان سے اس حدیث میں سے کوئی حصہ ساقط ہوگیا ہو۔

ب. منقطع حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر "مخرمة بن بُكير عن أبيه "کی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "مَخْرَمَةُ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا ". اسی طرح مرسل کے بارے میں بھی فرماتے ہیں جیساکہ حدیث "أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ، عَنْ بَعْضِ، أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: «لَا تَقَدَّمُوا الشَّهْرَ حَتَّى تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ أَوْ تَرَوْا الْهِلَالَ، ثُمَّ صُومُوا وَلَا تُفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْا الْهِلَالَ أَوْ تُكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ" کے بارے میں ان کا قول ملاحظہ ہو: "أَرْسَلَهُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَرْطَاةَ عن منصور بدون حذيفة".

ت. نقدِ رجال کو بھی اہمیت دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور عموماً وہ ضعیف راوی کے بارے میں بالکل بھی خاموش نہیں رہتے، بلکہ اس کے ضعف کو بیان کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر "عمرو" کے بارے میں فرماتے ہیں: "ليس بالقوي في الحديث" اگرچہ اس سے امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح "محمّد بن الزبير الحنظلي" کی حدیث "لَا نَذْرَ فِي غَضَبٍ، وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ" نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، "مُحَمَّدُ بْنُ الزُّبَيْرِ ضَعِيفٌ لَا يَقُومُ بِمِثْلِهِ حُجَّةٌ، وَقَدِ اخْتُلِفَ عَلَيْهِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ". پھر اس کے بعد مذکورہ روایت کے مختلف طرق، اسانید و متون کو ذکر کرتے ہیں، جس سے وہ روایت مضطرب ثابت ہوتی ہے۔

جرح و تعدیل میں امام نسائی رحمہ اللہ نے کافی کلام کیا ہے، اور راویوں کے بارے میں أئمہ نے ان کی سنن اور دیگر کتب سے جرح و تعدیل کے اقوال کو نقل کرتے ہوئے کافی اہمیت دی ہے، کیونکہ وہ کلامِ جرح و تعدیل میں کافی تعمق اور سوچ بچار سے کام لیتے ہیں۔ جب کہ یہ چیز یعنی "جرح و تعدیل" نہ ہی صحیح بخاری میں موجود ہے اور نہ ہی صحیح مسلم میں اس کا اہتمام پایا جاتا ہے۔ تاہم امام ترمذی رحمہ اللہ کی سنن میں اس کی موجودگی پائی گئی ہے لیکن وہ بھی قلیل مقدار میں ہے، اسی طرح سنن أبي داوٗد و سنن ابن ماجہ میں بھی نادر الوقوع ہے۔

ث. کنیت سے ذکر ہوئے گئے راویوں کا نام ذکر کرنا، اور نام سے ذکر کئے گئے راویوں کی کنیت ذکر کرنا، بھی امام نسائی رحمہ اللہ کا طرہ امتیاز ہے جس کی بناء پر اسانید میں التباس پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ سند ذکر کرتے وقت فرماتے ہیں "أَبُو عَمَّارٍ اسْمُهُ عَرِيبُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَعَمْرُو بْنُ شُرَحْبِيلَ يُكْنَى أَبَا مَيْسَرَةَ".

ج. امام نسائی رحمہ اللہ احادیث کو اس کی اسانید کے ساتھ ذکر کرنے کا انتہائی اہتمام فرماتے ہیں،

انتہائی نادر الوقوع امر ایسا ہوتا ہے جہاں وہ **معلق** حدیث ذکر کرتے ہیں، غالباً "المجتبی" میں دو مقامات پر وہ معلقات ذکر کرتے ہیں، تاہم وہاں بھی اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ ان دو معلقات کو اتصال پر محمول کر دیا جائے۔

ح. احادیث پر حکم لگانے سے بھی امام نسائی رحمہ اللہ نہیں چوکتے، امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے کی معروف مصطلحات کو بکثرت استعمال کیا ہے۔

ان اصطلاحات میں "هذا حديث منكر" یا "غير محفوظ"، "ليس بثابت"، "أخطأ فيه فلان"، "هذا حديث صحيح" شامل ہیں۔ امام نسائی کے احادیث پر لگائے گئے احکامات کو دیگر ائمہ نے بھی نقل کیا ہے اور ان احکامات پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

خ. امام نسائی رحمہ اللہ حدیثِ منکر، غریب اور موقوف کی طرف اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

اسی طرح ایسے اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سند اور متن میں تلازم ضروری نہیں، جیسا کہ وہ سند کو حسن کہتے پائے گئے اور متن کو نکارت سے موصوف کرتے پائے گئے۔ اسی طرح ادراج کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں، تدلیس اور انواعِ تدلیس کو ذکر کرتے ہیں، علتِ حدیث اور اس کے دوافع کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر راویانِ حدیث کسی روایت میں اختلاف کرتے پائے جائیں تو راجح جانب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ عموماً امام نسائی رحمہ اللہ اسانید و متون کے مابین اختلافات کی صورت میں اَحفظ اور کثرت تعداد کو ترجیح دیتے نظر آتے ہیں۔

## امام نسائی رحمہ اللہ اور صحیحین کے منہج میں مشابہت کے اسباب/علامات :

أ. امام نسائی رحمہ اللہ استنباطِ مسائل کی تدقیق اور تبویبِ احادیث میں امام بخاری رحمہ اللہ کے منہج سے بہت مشابہت رکھتے ہیں، اسی لئے انہوں نے تکرارِ احادیث بکثرت کی ہے۔ جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع تک پیچھا کرنے والی حدیث کو ذکر کرتے ہوئے انہوں نے متعدّد مسائل کا استنباط کیا اور مختلف ابواب کے تحت یہ روایت ذکر کی، جن میں سے :

- جنازہ میں مؤمنین کے لئے استغفار کے حکم کے ضمن میں۔
- اسی طرح مذکورہ روایت کو انہوں نے ”الغيرة من النكاح“ کے عنوان کے تحت باب میں دوبارہ ذکر کیا ہے۔ جس میں سند و متن دونوں ایک ہی ہیں تاہم اپنے شیخ کے نسب میں کچھ زیادت ذکر کی ہے۔ اسی طرح یہاں متن میں کسی قسم کا معمولی اختصار آخر میں ذکر کیا ہے، مزید یہ کہ اسی سند حدیث کے دو طرق مزید بھی ذکر کئے ہیں۔

ب. اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ کی طرح سندوں کے درمیان ”حاء للفصل“ کے لانے میں بھی انہوں نے تقلیل کا اسلوب اپنایا ہے اور یہ رویہ انتہائی قلیل مقدار میں سنن نسائی میں موجود ہے۔

ت. روایت بالمعنیٰ کے جواز میں امام بخاری رحمہ اللہ کی موافقت کرتے پائے گئے ہیں۔

اس کی مثال کے لئے سنن نسائی میں مذکور اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ کی روایت کافی ہے جو انہوں نے أیوب رحمہ اللہ، ابن عون رحمہ اللہ، سلمہ بن علقمہ رحمہ اللہ اور ھشام بن حسان رحمہ اللہ کے واسطے سے نقل کی ہیں، جس کے ذکر کرتے وقت وہ ایک راوی کی روایت کو دوسرے راوی کی روایت میں داخل کرتے پائے گئے، جب کہ یہ تمام راوی محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے مذکورہ روایت نقل کرتے ہیں۔

ث. اسی طرح أصح الأسانيد کے ذکر کرنے میں بھی وہ امام بخاری رحمہ اللہ کے منہج کی موافقت کرتے پائے گئے ہیں، تاہم اس کے بعد وہ تراجمِ رجال کا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

**اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے منہج کی بھی موافقت کرتے پائے گئے ہیں :**

اَ. امام نسائی رحمہ اللہ مختلف اسانید ذکر کر کے صاحبِ متن کے نام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مختلف راویوں سے منقول ہے تاہم مذکورہ متن فلاں راوی کے الفاظ سے عبارت ہے۔

اس سلسلے میں وہ کبھی ایک راوی کے الفاظ ذکر کرتے ہیں اور کبھی دونوں راویوں کے الفاظ کی طرف اشارہ کرتے پائے جاتے ہیں، مثال کے طور پر امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أَخْبَرَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، وَرَوْحٌ هُوَ ابْنُ عُبَادَةَ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُسَافِعٍ، أَنَّ مُصْعَبَ بْنَ شَيْبَةَ أَخْبَرَهُ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: مَنْ شَكَّ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ، قَالَ حَجَّاجٌ: بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ، وَقَالَ رَوْحٌ: وَهُوَ جَالِسٌ".

ب. اسی طرح امام نسائی رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح تحدیث کے صیغوں کا انتہائی طور سے اہتمام کرتے پائے گئے ہیں، تو جس راوی نے جس طریقہ تحمل کے ذریعے حدیث نقل کی ہو اسی طریقہ کو بعینہ نقل کرتے ہیں مثال کے طور پر: "أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ سُلَيْمَانَ وَأَيُّوبُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَا: حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: أَيُّوبُ حَدَّثَنَا، وَقَالَ حَسَنٌ: أَخْبَرَنِي شُعْبَةُ".

ت. امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح وہ عام کے لئے مخصص، مجمل کے لئے مبین بالنص، اور منسوخ کے لئے ناسخ کو ذکر کرتے ہیں۔

## شروحاتِ سنن نسائی :

- أبوالعباس أحمد بن أبوالولید بن رشد رحمہ اللہ کی شرح۔
- سراج الدین ابن الملقن رحمہ اللہ کی شرح، جس میں انہوں نے صحیحین اور سنن أبي داوٗد و ترمذی کے زوائد ذکر کیے۔
- امام سیوطی رحمہ اللہ کی شرح جو انہوں نے مختصر کی اور اس کا نام ”زهر الربی علی المجتبی“ رکھا۔
- أبوالحسن محمد بن عبدالهادی السندی رحمہ اللہ کا حاشیہ جو کہ ”زهرالربی“ کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔
- محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی ”التعلیقات السلفیة علی سنن النسائي“.

امام نسائی رحمہ اللہ کے شیوخ کے اسماء کے بارے میں أبو محمد عبد اللہ بن محمد بن أسد الجهنی رحمہ اللہ نے کافی اہتمام کیا ہے۔ اسی طرح أبوعلی الحسین بن محمد الجیانی رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں تحقیقی کاوش فرمائی ہے۔ أبو محمد الدورقی رحمہ اللہ نے اس ضمن میں ”رجال النسائي“ تالیف کی۔ اس کے علاوہ أبوبکر محمد بن إسماعیل بن خلفون رحمہ اللہ نے ”شیوخ النسائي“ کے نام سے کتاب ترتیب دی۔

اس کے علاوہ امام ناصر الدین ألبانی رحمہ اللہ نے سنن نسائی کی صحیح وضعیف احادیث کے مابین تمیز کے لئے ”صحیح النسائي“ اور ”ضعیف النسائي“ کے نام سے دو کتابیں تالیف فرمائیں۔ معاصر محقق قاسم علی سعد رحمہ اللہ نے پانچ جلدوں میں سنن نسائی کی تحقیق کی ہے۔

# فصل رابع

## سنن ابن ماجہ

### مبحث أول : حالات امام ابن ماجہ رحمہ اللہ

امام ابن ماجہ کا نام ”أبو عبد الله محمّد بن يزيد بن ماجه القزويني “تھا، جوکہ 209 ہجری میں پیدا ہوئے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے کبار محدثین سے احادیث نقل کیں جن میں ”علي بن محمّد الطنافسي الحافظ، أبي بكر بن أبي شيبة، محمّد بن عبد الله بن نمير “سرفہرست ہیں۔امام ابن ماجہ رحمہ اللہ سے احادیث کی روایت کرنے والے کثیر تعداد میں ہیں جن میں ”محمّد بن عيسى الأبهري، محمّد بن عيسى الصفار، إسحاق بن محمّد القزويني، علي بن سعيد بن عبدالله العسكري “قابل ذکر ہیں۔

امام خلیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ حدیث کے میدان میں انفرادی حیثیت رکھتے تھے، حدیث کی معرفت میں اپنے زمانے میں امتیازی شان رکھتے تھے، حفظ وضبط میں اپنی مثال آپ تھے، روایتِ حدیث کے واسطے کوفہ اور بصرہ کی طرف اسفار فرمائے، اس کے علاوہ مکہ، شام اور مصر کی طرف بھی سفر کئے، اور علمِ حدیث حاصل کیا، اور سنن، تاریخ اور تفسیر میں کتب تصنیف فرمائیں۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ قزوین کے مقام پر رمضان 273 ہجری میں فوت ہوئے۔

### مبحث ثانی : سنن ابن ماجہ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی یہ کتاب ”السنن “کے نام سے مشہور ہوئی، اور اس کا یہ نام امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی زبان سے ہی صادر ہوا جیساکہ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے فرمایاکہ میں نے یہ ”سنن“ امام اَبوزرعہ الرازی رحمہ اللہ کے سامنے پیش کی، جنہوں نے اسے دیکھا اور فرمایا: اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھ میں آگئی تو اس کی وجہ سے تمام جوامع یا ان

کا اکثر حصہ تعطل کا شکار ہو جائے گا، پھر فرمانے لگے کہ اس میں تقریباً تیس روایات بھی ایسی نہیں ہیں کہ جن کی سند میں ضعف ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ ابن ماجہ رحمہ اللہ کی مذکورہ کتاب "سنن" سے زیادہ اس بات کی لائق ہے کہ اسے "جامع" کہا جائے، کیونکہ یہ احادیث کی 37 کتب پر مشتمل کتاب ہے، جن میں سے اُحکام، اَدب، فتن، زہد قابل ذکر ہیں، اس کے علاوہ ایسا مقدمہ بھی شامل ہے جو کہ علوم الحدیث کی مباحث کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

سنن ابن ماجہ کو باقی کتب خمسہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے، جس کی بناء پر یہ کتبِ ستہ سے معروف ہے، اور اسے کتبِ ستہ میں شامل کرنے کا سہرا "محمد بن طاهر المقدسي رحمہ اللہ" کے سر ہے۔ جنہوں نے اپنی شہرہءآفاق کتاب "شروط الأئمة الستة" تصنیف فرمائی۔

انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے "الحافظ عبد الغني بن عبد الواحد المقدسي رحمہ اللہ" نے بھی اسے کتب ستہ میں شامل فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی کتاب "الكمال في أسماء الرجال" میں کتبِ ستہ کے راویوں کے حالات میں سنن ابن ماجہ کے راویوں کے حالات بھی ذکر فرمائے۔

اس کے بعد کتبِ اَطراف اور کتبِ رجال کے مصنفین نے اسی منہج کو اختیار کئے رکھا، سنن ابن ماجہ کو مؤطا امام مالک پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کتبِ خمسہ کے زوائد جو سنن ابن ماجہ میں تھے وہ تعداد میں زیادہ تھے، بنسبت مؤطا امام مالک کے، کہ مؤطا کی تمام روایات کتبِ خمسہ میں موجود ہیں۔

ابن ماجہ سے روایت کرنے والوں میں "أبو الحسن بن القطان"، "أبو جعفر محمد بن عيسى"، "أبو جعفر حامد الأبهري"، "سليمان بن داؤد"، "سعدون" اور "إبراهيم بن دينار" شامل ہیں۔

## سنن ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی شرط :

سنن ابن ماجہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی کسی بھی راوی کی روایت ذکر کرنے میں دو شرائط ہیں:

- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اس راوی سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر علماء کا اجماع واتفاق منقول نہ ہو۔
- اسی طرح امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اس بات کا بھی اہتمام نہیں فرمایا کہ وہ سنن میں راویوں کے علل کے بارے میں کسی قسم کا حکم لگائیں۔

## سنن ابن ماجہ میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا منہج :

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو اَبواب میں تقسیم کیا، کتاب کی ابتداء انہوں نے مقدمہ سے کی ہے، جس میں انہوں نے "كتاب العلم"، "كتاب الاعتصام بالكتاب والسنة"، اور "الإيمان والفضائل" جیسے موضوعات کو زیر بحث لایا۔ تاہم مقدمہ میں کسی قسم کے خاص منہج کے بارے میں تذکرہ نہیں فرمایا کہ جس سے سنن میں ان کے منہج کا اندازہ ہوتا ہو، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کے مقدمہ سے مترشح ہوتا ہے یا جس طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کے آخر میں اس بات کا التزام فرمایا۔ گویا کہ ان کا یہ مقدمہ کتاب کے لئے بطور تمہید کے ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو کتب اور ابواب میں تقسیم کیا ہے، ان کی کتاب میں ابواب کی تعداد 1500 تک پہنچتی ہے جیسا کہ ان کے شاگرد " ابن القطان رحمہ اللہ " نے اس کی صراحت فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ رحمہ اللہ کی کتاب بہترین جامع کتاب ہے، جس میں کثیر تعداد میں ابواب ہیں اور غرائب پر مشتمل ہے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے ابواب کے عناوین ایسے طور سے مرتب فرمائے ہیں کہ ان سے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا تفقہ اور ایجاز ٹپکتا ہے۔ اگر تکرارِ حدیث ہو تو اسے اسی باب میں ذکر کرتے

ہیں، جس کے ذریعے سے وہ سند یا متن میں موجود کسی قسم کے اختلاف کی طرف اشارہ فرماتے ہیں، اور یا اس تکرار کے ذریعے وہ کسی ایک موضوع سے متعلق مختلف احادیث کو تقویت دیتے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر "باب المحافظة علی الوضوء" میں وہ تین روایات ذکر کرتے ہیں:

أ. "حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ، عَنْ ثَوْبَانَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اسْتَقِيمُوا، وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ خَيْرَ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ".

ب. "حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبٍ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: اسْتَقِيمُوا، وَلَنْ تُحْصُوا، وَاعْلَمُوا أَنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةَ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ".

ت. "حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ: حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ أَسِيدٍ، عَنْ أَبِي حَفْصٍ الدِّمَشْقِيِّ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ، يَرْفَعُ الْحَدِيثَ قَالَ: اسْتَقِيمُوا، وَنِعِمَّا إِنِ اسْتَقَمْتُمْ، وَخَيْرُ أَعْمَالِكُمُ الصَّلَاةُ، وَلَا يُحَافِظُ عَلَى الْوُضُوءِ إِلَّا مُؤْمِنٌ".

اس باب سے مندرجہ ذیل امور کا اظہار ہوتا ہے:

- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے وقت "حدثنا" کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔
- تینوں روایات صحابہ رضی اللہ عنہم پر جا کر ختم ہوتی ہیں، پہلی "ثوبان رضی اللہ عنہ"، دوسری "ابن عمر رضی اللہ عنہما" اور تیسری "أبي أمامة رضی اللہ عنہ" تک پہنچتی ہے۔
- تینوں روایات کی اسانید کسی قسم کے کلام سے خالی نہیں ہیں، پہلی سند میں منصور رحمہ اللہ اور سالم بن أبي الجعد رحمہ اللہ کے درمیان انقطاع ہے، جب کہ سند ثانی میں لیث بن أبي

سلیم رحمہ اللہ ضعیف راوی ہیں، اور سند ثالث میں اِسحاق بن اُسید رحمہ اللہ بھی ضعیف ہیں اور اَبو حفص دمشقی رحمہ اللہ مجہول ہیں۔

اور یہ ضعفاء و مجاہیل راوی ایسے نہیں ہیں کہ جن کے بارے میں علماء و محدثین کا اتفاق ہو کہ انہیں ترک کر دیا جائے، یا ان کی روایات رد کر دی جائیں۔

بالجملہ ان اسانید سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی اسانید ضعفِ خفیف کے مرتبہ میں ہوتی ہیں، اور اسی سے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کا منہج بھی واضح ہوتا ہے کہ وہ تقریبًا ان اسانید پر مشتمل روایات ذکر کرتے ہیں جن میں عموماً ایسے راوی ہوں جن کی روایات قابل کتابت ہوتی ہیں، لیکن قابلِ احتجاج نہیں ہوتیں اور انہیں "اعتبار" و "تقویت" کے لئے قبول کیا جاتا ہے۔

سنن ابن ماجہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ضعیف احادیث کی کثرت ہے، اسی بات کو امام ذہبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سنن کا مرتبہ اس کتاب میں موجود مناکیر اور کچھ موضوع روایات کی بناء پر کم ہو جاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں ناقابلِ احتجاج روایات بہت زیادہ ہیں جن کی تعداد تقریبًا 1000 تک پہنچتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سنن ابن ماجہ میں ضعیف روایات بہت زیادہ ہیں، یہاں تک کہ سنن ابن ماجہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جن روایات کے نقل کرنے میں انہوں نے تفرد اختیار کیا ہو ان میں سے غالب اور اکثر روایات ضعیف ہیں۔ اسی طرح سنن ابن ماجہ میں کثیر تعداد میں منکر روایات بھی موجود ہیں۔

اسی طرح اَبو الحجاج المزی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی منقول ہے کہ "کل ما انفرد به ابن ماجه فهو ضعيف". اس سے مراد وہ روایات ہیں جو کہ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باقی کتبِ خمسہ سے تفرد کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ تاہم اس جملہ کو راویانِ حدیث پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے بنسبت احادیث پر محمول کرنے سے، کیونکہ وہ روایات جن کے ذکر میں باقی ائمہ خمسہ سے امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے تفرد اختیار کیا ہے ان

میں احادیثِ صحیحہ اور حسنہ بھی ہیں۔ تو اس قول کو رجالِ حدیث پر محمول کرنا زیادہ اولیٰ ہو گا کہ وہ راوی جن کے ذکر میں امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے باقی ائمہ خمسہ سے تفرد اختیار کیا ہے وہ ضعیف ہیں۔

## سنن ابن ماجہ کے امتیازات :

أ. امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کو عظیم الشان مقدمہ سے شروع فرمایا، حس میں انہوں نے اتباعِ سنت اور فضائلِ صحابہ جیسی مباحث ذکر فرمائیں اور اس میں تقریبًا 266 احادیث ذکر کیں۔

ب. امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی کتاب حسنِ ترتیب اور اختصارِ احادیث کی بناء پر ایک شاہکار ہے جس میں تکرار نہیں پائی جاتی۔

ت. اپنی کتاب میں کثرت سے زوائد ذکر کئے، یہاں تک کہ ان کی تعداد 1339 تک پہنچتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی کتاب کو کتبِ ستہ میں شمار کیا گیا۔

ث. اپنی سنن میں انہوں نے صرف احادیث کے جمع کرنے پر اکتفاء کیا، جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ کا منہج رہا۔

## سننِ ابن ماجہ کی شروحات :

أ. علاء الدین المغلطائی رحمہ اللہ کی "الإعلام بسنته ﷺ".

ب. "مصباح الزجاجة على سنن ابن ماجه".

ت. حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی رحمہ اللہ کی "شرح".

ث. امام سندی رحمہ اللہ کی "كفاية الحاجة".

ج. "إنجاح الحاجة".

ح. "ما تمس إليه الحاجة لمن يطالع سنن ابن ماجة".

خ. معاصر شروحات میں سے محمد محمود حسن نصار رحمہ اللہ کی تحقیق قابل ذکر ہے۔

# فصل خامس

# سنن دارقطنی

## مبحث أول : حالاتِ امام دارقطنی رحمہ اللہ

**نام و نسب:** امام دارقطنی رحمہ اللہ کا پورا نام ”أبو الحسن علي بن عمر بن أحمد بن مهدي بن مسعود بن النعمان بن دينار بن عبد الله البغدادي المقرئ المحدِّث رحمہ اللہ “ ہے۔ بغداد میں دار القطن کے محلہ میں 306 ہجری میں پیدا ہوئے اور جمعرات کے دن 385 ہجری میں فوت ہوئے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کئی کبار اساتذہ سے کسب فیض کیا، جن میں ”أبو القاسم البغوي، يحيى بن مُحَمَّد بن صاعد، أبو بكر بن أبي داود أبو علي مُحَمَّد بن سليمان المالكي، مُحَمَّد بن القاسم بن زكريا المحاربي، أبو عمر مُحَمَّد بن يوسف بن يعقوب القاضي، أبو بكر بن زياد النيسابوري، الحسن بن علي العدوي البصري، يوسف بن يعقوب النيسابوري“ شامل ہیں۔

امام دراقطنی رحمہ اللہ علم کے سمندر کہلائے جاتے تھے، ضبط و حفظ، علل کی معرفت اور نقدِ رجال میں انتہائی مشہور تھے، اس کے ساتھ ساتھ قراءات اور ان کے طرق سے بھی معرفت رکھتے تھے، فقہ، اختلافِ اسانید و متون، معازی اور تاریخ پر بھی دسترس رکھتے تھے۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ حفظ، فہمِ حدیث اور تقویٰ میں اپنے زمانہ میں ثانی نہیں رکھتے تھے، امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے امام تھے، عللِ حدیث اور تراجمِ رجال میں رسوخ کے ساتھ ساتھ عقیدہ میں پختگی اور قراءات میں امامت کے منصب پر فائز تھے، مجالسِ علوم میں حاضر ہوتے تھے جب کہ ان کی عمر تیس سال سے کم ہوتی تھی اور حفاظ میں شمار کئے جاتے تھے۔ عمر کے ابتدائی مرحلہ میں ہی انہوں نے شام و مصر کے اسفار کئے، اور کافی شیوخ سے استفادہ کیا۔

## مبحث ثانی: سنن دار قطنی

علماء محدثین اور ائمہ جرح و تعدیل کے نزدیک سنن دار قطنی کافی اہمیت کی حامل کتاب ہے، سنن کو امام دار قطنی رحمہ اللہ نے فقہی اَبواب کی ترتیب پر تصنیف کیا، اس بناء پر ان کی کتاب چوتھی صدی ہجری میں ابواب کی طرز پر لکھی جانے والی کتب کے لئے نموذج و مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ سنن میں فقہی مذاہب کی معرفت کے ساتھ ساتھ احادیثِ صحیحہ و ضعیفہ بھی موجود ہیں جب کہ انتہائی نادر تعداد میں موضوع احادیث بھی موجود ہیں۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو کتبِ صحیحہ میں سے شمار کرتے ہوئے فرمایا کہ صحیح احادیث کو معتمد سنن کی کتب میں پایا جا سکتا ہے، جیسے سننِ اَبي داوٗد، سننِ ترمذی، سننِ نسائی، صحیح ابن خزیمہ، سننِ دار قطنی، مستدرکِ حاکم اور سننِ بیہقی جیسی کتب میں صحیح احادیث مل سکتی ہیں۔

امام دار قطنی رحمہ اللہ سے سنن کے روایت کرنے والے کثیر تعداد میں راوی ہیں:

أ. "الشيخ العالم أبو بكر مُحَمَّد بن أبي القاسم عبد الملك بن مُحَمَّد البغدادي"، رحمہ اللہ ان کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سنن دار قطنی کے راوی ہیں۔

ب. "الإمام المحدث الفقيه أبو طاهر مُحَمَّد بن أحمد بن مُحَمَّد بن عبد الرحيم الأصبهاني رحمہ اللہ"، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے امام دار قطنی رحمہ اللہ کی طرف سفر کیا اور ان سے سنن حاصل کی۔

ت. "الإمام أبو منصور مُحَمَّد بن مُحَمَّد بن أحمد رحمہ اللہ".

ث. "الإمام أبو الحسين مُحَمَّد بن علي الهاشمي العباسي البغدادي المعروف بابن الغريق رحمہ اللہ".

ج. "القاضي أبو الطيب طاهر بن عبد الله بن طاهر الطبري الفقيه الشافعي رحمہ اللہ".

## سنن میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کا منہج :

امام دارقطنی رحمہ اللہ چونکہ علمِ حدیث و علل میں امتیازی شان رکھتے تھے، اس بناء پر سنن میں ان کا منہج دو قسم کے اسالیب کو احاطہ کئے ہوئے ہے، ایک طرف تو وہ "سنن" کے معروف اسلوب و منہج کے مطابق احادیث کو ذکر کرتے ہیں، تو دوسری طرف وہ کتبِ علل کے منہج کی بھی پیروی کرتے نظر آتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ فقہی ابواب و ترتیب میں وہ انتہائی حد تک مہارت استعمال کرتے پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی کتاب دوسری کتب کے لئے نمونہ کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ اور یہی کتاب ان کے فقہ و احکام میں ماہر ہونے کی وافی دلیل ہے۔

کتبِ سنن کے منہج کی طرح اس کتاب کو بھی انہوں نے "کتاب الطھارة" سے شروع فرمایا ہے، پھر اس کے بعد وہ أبواب اس کتاب کے تحت ذکر کئے ہیں جو "الماء" سے متعلق ہیں۔ کیونکہ طہارت در حقیقت پانی سے ہی حاصل ہوتی ہے، اسی طرح یہ بات بھی حقیقت ہے کہ سنن دارقطنی کتبِ علل کی فہرست میں بھی جگہ بناتی نظر آتی ہے، اگرچہ اسلوب میں کتبِ علل کے منہج سے تقریبًا مختلف ہی ہے۔

سنن دارقطنی کے مطالعہ سے چند نقاط سامنے آتے ہیں:

أ. کبھی امام دارقطنی رحمہ اللہ کسی بھی حدیث میں موجود علل کو مختصر کلمات کے ساتھ بیان کرتے نظر آتے ہیں مثال کے طور پر: "ھذا مرسل"، یا "فلان مجھول".

ب. کبھی وہ علت کو اپنی کسی خاص اصطلاح کے ساتھ ذکر کرتے ہیں جیسا کہ "ھو حدیث حسن".

ت. امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سند میں کسی قسم کے ضعف اور علت کو بیان کرنے کا التزام نہیں کیا، تاہم کبھی روایات اس طریقے سے ذکر کرتے ہیں جو کہ علت میں موجودگی کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ث. کبھی کبھار ضعیف روایات ذکر کرتے ہیں، اور ان کے ضعف کی طرف اشارہ بھی نہیں فرماتے، گویا کہ ایسے مواقع پر ان کا مقصد فقط فقہی احکام سے متعلق تمام روایات کو جمع کرنا تھا۔

## روایتِ حدیث میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کی شرط :

علماء کے کلام اور امام دارقطنی رحمہ اللہ کے اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے وہ احادیث ذکر کی ہیں جو کہ فقہاء کے نزدیک قابلِ احتجاج تھیں، چاہے غریب، اَفراد، مناکیر اور ضعیف کے قبیل سے ہی کیوں نہ ہوں، تاہم اس کے ساتھ ساتھ وہ ان میں سے بعض روایات کی علل بھی بیان کرتے ہیں، اور کبھی کبھار اپنے اس منہج سے وہ خروج کرتے ہوئے احادیثِ صحیحہ وحسنہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں صحت وحسن کی شرط نہیں رکھی، بلکہ اس میں انہوں نے صحیح، ضعیف، حسن اور معلل روایات ذکر کی ہیں، جن کے مراتب درج ذیل ہیں:

- سنن دارقطنی میں ایسی صحیح احادیث پائی جاتی ہیں جو کہ صحیحین میں موجود نہیں ہیں۔
- سنن دارقطنی میں حسن احادیث بھی ذکر کی گئی ہیں اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں صراحتاً حکم بھی لگایا ہے۔
- سنن میں احادیثِ ضعیفہ وموضوعہ کی کثرت بھی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں تمام اَصناف کی احادیث بیان کی ہیں اور پھر ان احادیث کا مقام ومرتبہ بھی ذکر کیا ہے۔

شیخ عادل اَحمد رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق سنن دارقطنی 4794 احادیث پر مشتمل کتاب ہے، جب کہ شیخ مجدی بن منصور رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق 4790 احادیث ہیں۔ اسی طرح شیخ اِرشاد الحق اَثری رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق 4545 احادیث ہیں۔

- امام دار قطنی رحمہ اللہ اختلافِ اسانید و متون اور احادیث کے مختلف طرق کا انتہائی اہتمام کرتے پائے جاتے ہیں، اور تمام طرق کا استیعاب کر کے انہیں ذکر کرتے ہیں، یہاں تک کہ بعض اوقات وہ ایک حدیث کے پچاس طرق بھی ذکر کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے "حديث القلتين" میں ذکر کئے۔
- امام دار قطنی رحمہ اللہ طرق کو جمع کرتے ہیں اور ان تمام طرق پر تفصیلی کلام بھی ذکر کرتے ہیں، کہ وہ قوی ہیں یا ضعیف، صحیح وحسن اور اس کے علاوہ دیگر احکامات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔
- سنن دار قطنی میں راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل بھی بیان کی گئی ہے۔
- راوی کا نام، کنیت اور اس کے شہر کا نام بھی ذکر کرتے ہیں۔
- سنن میں موقوف اور مقطوع روایات بھی ذکر کی گئی ہیں۔
- اُصول حدیث کی مباحث بھی ذکر کی ہیں۔
- چونکہ سنن دار قطنی چوتھی صدی میں لکھی گئی ہے اس لئے اس کی بہترین سند "خماسي" ہے اور "ثلاثیات" اس میں نہیں پائی جاتیں۔

## سنن دار قطنی پر تحقیقی کاوشیں :

**الف:** سنن پر تعلیقات

- شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ کی "التعليق النغني على سنن الدارقطني".
- مجدی بن منصور الشوری رحمہ اللہ کی تعلیق۔
- شیخ عادل أحمد رحمہ اللہ اور شیخ علی محمد معوض رحمہ اللہ کی تعلیق۔

**ب:** سنن دار قطنی پر دیگر علمی تحقیقات

- أبو محمد الجزائری رحمہ اللہ کی "تخريج الأحاديث الضعاف من سنن الدارقطني".
- شیخ یوسف المرعشلی رحمہ اللہ کی "معجم المفهرس لألفاظ الحديث النبوي في سنن الدارقطني".
- قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ کی "زوائد سنن الدارقطني".
- ابن حجر رحمہ اللہ کی "اتحاف المهرة بالفوائد المبتكرة من أطراف العشرة".
- "رجال سنن الدارقطني".
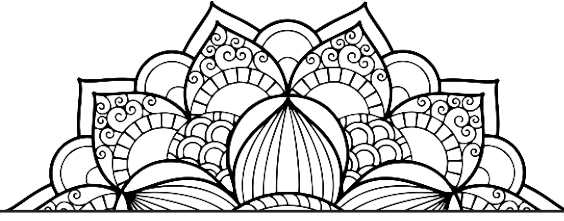
# باب ثالث: کتب مسانید اور ان کا منہج

## فصل اول: مسند امام أحمد بن حنبل

مبحث أول: حالات امام أحمد بن حنبل

مبحث ثانی: منہج امام أحمد بن حنبل

## فصل ثانی: مسند أبی داؤد طیالسی

مبحث أول: حالات امام أبو داؤد طیالسی

مبحث ثانی: منہج امام أبو داؤد طیالسی

## فصل ثالث: مسند أبو یعلیٰ

مبحث أول: حالات امام یعلیٰ

مبحث ثانی: منہج امام أبو یعلیٰ

## فصل رابع: مسند بزار

مبحث أول: حالات امام بزار

مبحث ثانی: منہج امام بزار
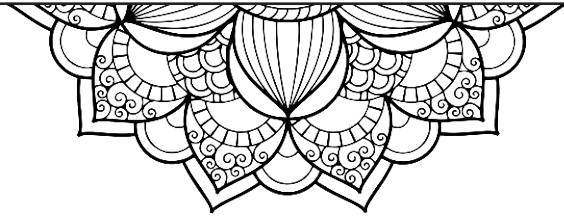
# باب ثالث

# کتب مسانید اوران کا منہج

## فصل اول: مسند امام أحمد بن حنبل

### مبحث أول : حالاتِ امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ

امام أحمد رحمہ اللہ کا پورا نام ”أحمد بن مُحَمَّد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني أبو عبد الله المروزي ثم البغدادي رحمہ اللہ “ ہے۔ امام أحمد رحمہ اللہ بغداد میں ربیع الأول 164 ہجری میں پیدا ہوئے، اور وہیں پلے بڑھے، 179 ہجری میں وہ طلبِ حدیث کے لئے نکلے، مختلف علاقوں کے اسفار فرمائے، کوفہ، بصرہ، حجاز، یمن، شام اور جزیرۃ العرب کا سفر کیا، اور مشہور ومعروف محدثین سے کسب فیض کیا جن میں ”إبراهيم بن سعد، إسماعيل بن علية، بهز بن أسد، بشر بن المفصل “شامل ہیں۔اس کے علاوہ امام احمد رحمہ اللہ سے علماء کی ایک بڑی تعداد نے استفادہ کیا جن میں ”البخاري، مسلم، أبو داود، إبراهيم الحربي “شامل ہیں۔امام احمد رحمہ اللہ جمعہ کے دن 18 ربیع الأول 241 ہجری کو فوت ہوئے۔

امام أحمد بن سلمہ نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے أحمد بن سعید دارمی رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نوجوانوں میں سے امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ نبی کریم ﷺ کی احادیث کا حافظ، ان کے معانی وفقہی مسائل پر عبور رکھنے والا نہیں دیکھا۔امام ابن أبي حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن ہارون المخرمی رحمہ اللہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی برائی کررہاہے تو جان لو کہ وہ شخص مبتدع ہے۔

ہلال بن العلاء الرقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس اُمّت پر چار آدمیوں کی پیدائش کے ذریعے احسان فرمایا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ جو کہ آزمائش میں ثابت قدم رہے، اگر وہ نہ ہوتے تو تمام لوگ کافر ہو چکے ہوتے، امام شافعی رحمہ اللہ کی پیدائش کے ساتھ کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ

کی احادیث میں تفقہ اختیار کیا، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کی پیدائش کے ساتھ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی احادیث سے جھوٹ کو دور کیا، اور اسی طرح أبو عبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ کی پیدائش کے ساتھ کہ جنہوں نے احادیثِ نبویہ میں سے غریب کلمات کو دور کیا، اگر یہ نہ ہوتے تو تمام لوگ احادیثِ نبویہ میں غلطی میں مبتلا ہوتے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کئی تصانیف ترتیب دیں، جن میں "كتاب التفسير"، "كتاب طاعة الرسول"، "كتاب الأشربة"، "كتاب الإيمان"، "كتاب الرد على الجهمية"، "كتاب الزهد"، "كتاب العلل"، "كتاب الفرائض"، "كتاب الفضائل"، "كتاب المسند"، "كتاب المناسك"، "كتاب الإمامة"، "كتاب الفتن"، "كتاب فضائل أهل البيت" اور "كتاب الناسخ والمنسوخ" شامل ہیں۔

## مبحث ثانی: مسند امام أحمد اور اس کی ترتیب:

حافظ أبو موسى المديني رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام أحمد کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ نے اپنے والد سے "المسند" کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ اس کتاب کو میں نے اسلام کے لئے بحیثیت اصل اور بنیاد قرار دیا ہے جس کی طرف عمومی لوگ رجوع کرتے ہیں، جو حدیث اس میں نہ پائی جائے تو وہ صحیح نہیں ہوگی۔

امام أحمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اس کتاب کو میں نے جمع کیا اور سات لاکھ پچاس ہزار احادیث میں سے منتخب شدہ احادیث اس میں جمع کیں، چنانچہ جب مسلمان نبی کریم ﷺ کی کسی حدیث کے بارے میں اختلاف کرتے پائے جائیں تو اگر اس کتاب میں مذکورہ حدیث پائی جائے تو اس کتاب کی طرف رجوع کریں، اور اگر اس میں نہ پائی جائے تو وہ حدیث قابلِ حجت نہ ہوگی۔

در حقیقت مسانید میں سے سب سے عظیم الشان اور رفیع القدر مسند "مسند الإمام أحمد" ہی ہے، جس کے بارے میں متقدمین و متاخرین محدثین گواہی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کتبِ حدیثیہ میں

سے یہ سب سے زیادہ جامع و محفوظ ترین کتاب ہے، جس کی طرف ہر مسلمان اپنی دین و دنیا کے مسائل میں احتیاج رکھتا ہے، امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کوئی بھی مسند کثرتِ احادیث و بہترین ترتیب میں "مسند أحمد" کے مساوی نہیں ہو سکتی"۔

امام أحمد رحمہ اللہ نے مسند کی ابتداء تقریبًا 200 ہجری میں شروع کی جب وہ عمر کے چھتیسویں (36) سال میں تھے، اور سات لاکھ احادیث میں سے روایات کا انتخاب کیا، جو کہ انہوں نے 280 شیوخ سے نقل کیں، خود امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کی روایات سات لاکھ پچاس ہزار احادیث سے نقل کیں، اس کی طرف رجوع کرو اگر کوئی حدیث پاؤ ورنہ وہ قابل حجت نہ ہوگی۔ تاہم امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول غالب روایات کے تناظر میں ہے، ورنہ کئی قوی احادیث ایسی ہیں جو صحیحین اور سنن میں پائی جاتی ہیں لیکن مسند میں وہ نہیں پائی جاتیں۔

امام احمد رحمہ اللہ ان احادیث کو الگ الگ اوراق پر لکھتے تھے اور مختلف اجزاء میں انہیں ترتیب دیا کرتے، اور اپنے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ کو نسخے اور اجزاء کی روایت کرتے تھے، اور اسے حکم دیتے تھے کہ مذکورہ روایت فلاں مسند میں درج کرو، فلاں روایت فلاں مسند میں درج کرو، اور اپنی آخری عمر تک اس میں نظر ثانی کرتے رہے۔

اس منہج کے مطابق سب سے پہلے لکھنے والے امام أبو داود طیالسی رحمہ اللہ تھے جب کہ اس منہج میں سب سے عظیم الشان کتاب "مسند الإمام أحمد بن حنبل" ہے۔

## امام احمد رحمہ اللہ کا منہج:

امام أحمد رحمہ اللہ نے ارادہ کیا کہ ایسی کتاب ترتیب دیں جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات اس ترتیب سے درج ہوں کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کے نام کے تحت صرف اسی کی احادیث ہوں، جو اس صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوں، اس بناء پر انہوں نے اس کتاب کا مواد سات لاکھ احادیث سے منتخب کیا، جو انہوں نے اپنے شیوخ سے سنیں، اس تناظر سے اس مسند میں روایات کی تعداد تقریبًا تیس ہزار تک

پہنچتی ہے، احادیث کے انتخاب میں انہوں نے مندرجہ ذیل منہج کو سامنے رکھا:

أ. کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کو متعدّد اسانید کے ساتھ مختلف مقامات پر ذکر کرتے ہیں۔

ب. کبھی کبھار کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی روایات کو کسی دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کی روایات کے ضمن میں ذکر کرتے ہیں۔

ت. ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی روایات ونصوص کے ذکر کرنے میں کسی قسم کی معین ترتیب کا لحاظ نہیں کرتے، اور پھر ان احادیث کے ذکر کرنے میں بھی کسی قسم کا ربط ملحوظ نہیں کرتے، بلکہ ہر حدیث الگ مستقل حیثیت رکھتی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کی مسند اٹھارہ مسانید پر مشتمل ہے:

**مسند أول:** ”مسند العشرة المبشرين بالجنة“.

**مسند ثانی:** ”مسند أهل البيت“.

**مسند ثالث:** ”مسند ابن مسعود“.

**مسند رابع:** ”مسند ابن عمر“.

**مسند خامس:** ”مسند عبد الله بن عمرو بن العاص وأبي رمثة“.

**مسند سادس:** ”مسند العباس وأبنائه الكرام“.

**مسند سابع:** ”مسند عبد الله بن عباس“.

**مسند ثامن:** ”مسند أبي هريرة“.

**مسند تاسع:** ”مسند أنس بن مالك خادم رسول الله“.

**مسند عاشر:** ”مسند أبي سعيد الخدري“.

**مسند حادی عشر:** ”مسند جابر بن عبد الله الأنصاري“.

**مسند ثانی عشر:** ”مسند المكيين“.

**مسند ثالث عشر:** ”مسند المدنيين“.

**مسند رابع عشر:** ”مسند الكوفيين“.

**مسند خامس عشر:** ”مسند البصريين“.

**مسند سادس عشر:** ”مسند الشاميين“.

**مسند سابع عشر:** ”مسند الأنصار“.

**مسند ثامن عشر:** ”مسند عائشة مع مسند النساء“.

### احادیث کے ذکر کرنے میں امام احمد رحمہ اللہ کی شرط:

شیخ نجم الدین طرفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض متعصب متاخرین یہ کہتے پائے گئے ہیں کہ مسند احمد میں موجود احادیث کو قابلِ حجت نہیں مانا جائے گا جب تک کہ ان روایات کو کسی دوسرے صحیح طریق سے نہ ذکر کیا جائے، جب کہ أبو العباس بن تیمیہ رحمہ اللہ مسند احمد کی اکثر روایات کو امام أبو داؤد رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق پاتے ہیں، اور امام أبو داؤد رحمہ اللہ کی شرط یہ تھی کہ وہ ان روایات کو ذکر کرتے تھے جن کے راویوں کے بارے میں ائمہ نے ترک پر اتفاق نہ کیا ہو، اگر حدیث اتصالِ سند کی صفت کی بناء پر صحیح ہو، نہ اس میں انقطاع ہو اور نہ ہی اِرسال پایا جائے۔ اور یہی شرط امام نسائی رحمہ اللہ کی بھی ہے۔

اس بارے میں امام احمد رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے یہ مسند 7 لاکھ احادیث میں سے منتخب کر کے لکھی ہے، اس میں ان کی روایات ذکر نہیں کیں جن کے بارے میں محدثین نے ترک پر اتفاق کیا ہو، اور اس کتاب کو میں نے اپنے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے مابین حجت رکھا ہے، اگر کسی روایت کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف ہو تو اس مسند کی طرف رجوع کریں اگر اس میں پائیں، ورنہ وہ روایت بے اصل ہو گی۔

حافظ عبد القادر الرہاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں چالیس ہزار احادیث کی تعداد سے تیس یا چالیس احادیث کم ہیں، "الرسالۃ المستطرفۃ" میں بھی اسی عدد کا ذکر ہے۔

مسند احمد کی احادیث کے بارے میں علماء کی آراء کو ہم تین اقسام میں تقسیم کر سکتے ہیں:

**اول:** اس مسند میں تمام احادیث قابلِ حجت ہیں۔

**ثانی:** اس میں صحیح احادیث کے ساتھ ساتھ ضعیف اور موضوع احادیث بھی ہیں، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں مسند کی 29 احادیث ذکر کی ہیں، جب کہ امام عراقی رحمہ اللہ نے اس تعداد پر نو احادیث مزید ذکر کی ہیں۔

**ثالث:** تیسری رائے یہ ہے کہ اس میں صحیح روایات کے ساتھ ساتھ وہ ضعیف روایات ہیں جو کہ حسن کے قریب تر ہے، جب کہ اس میں موضوع احادیث نہیں پائی جاتیں، اس قول کے قائلین میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ذہبی رحمہ اللہ، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور امام سیوطی رحمہ اللہ شامل ہیں، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ کی شرط "المسند" میں امام أبو داؤد رحمہ اللہ کی "السنن" میں شرط سے زیادہ قوی ہے۔

امام أبو داؤد رحمہ اللہ نے کئی ایسے راویوں سے احادیث روایت کی ہیں جن سے امام احمد رحمہ اللہ نے اِعراض کیا، جب کہ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ شرط رکھی ہے کہ وہ اس قسم کے راویوں سے روایت نہیں ذکر کریں گے جو جھوٹ بولنے سے معروف ہوں، اگرچہ مسند میں ضعیف روایات موجود ہیں، اس کے بعد ان کے بیٹے عبد اللہ رحمہ اللہ اور أبو بکر القطیعی رحمہ اللہ نے بھی مسند میں زیادات ذکر کی ہیں، جن میں احادیث موضوعہ کی کثرت پائی جاتی ہے، تو جسے اس بات کا علم نہیں ہوتا وہ سمجھتا ہے کہ یہ بھی امام احمد رحمہ اللہ کی روایات میں سے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان تینوں آراء کے مابین موافقت دیتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جو یہ کہتا ہے کہ اس میں صحیح اور ضعیف روایات پائی جاتی ہیں، ان کا قول ان علماء کے قول کے بالکل

منافی نہیں ہے جو کہ یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں تمام احادیث قابلِ حجت ہیں، کیونکہ اگر ضعیف روایت حسن لغیرہ کے درجے پر پہنچ جائے تو وہ قابلِ حجت ہو جاتی ہے، اور جو یہ کہتے ہیں کہ اس میں موضوع روایات پائی جاتی ہیں، تو ان کی مراد ”زيادات عبد الله وأبي بكر القطيعي“ ہوتی ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کتاب لکھی جس کا نام ”القول المسدد في الذب عن المسند“ رکھا، اس میں انہوں نے وہ احادیث ذکر کیں جس پر امام عراقی رحمہ اللہ نے وضع کا حکم لگایا تھا، اور ان روایات کے علاوہ پندرہ مزید روایات ذکر کیں، جو کہ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ذکر کی تھیں، پھر ہر حدیث پر انہوں نے کلام فرمایا اور ان ائمہ کے اعتراضات کا جواب دیا، اس کے بعد امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ باقی ماندہ احادیث جن کی تعداد چودہ تک پہنچتی تھی، ان کے بارے میں ”الذيل الممهد“ کے نام سے کتاب لکھی۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد کی اس بات پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے مسند میں صحیح کی شرط رکھی ہے، حافظ عراقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ امام احمد رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ اگر مسند میں روایت موجود نہ ہو تو وہ قابل حجت نہیں ہے، اس جملہ سے اس بات کی صراحت نہیں ہوتی کہ اس مسند میں ذکر کردہ ہر روایت قابلِ حجت ہے، بلکہ یہ کہا کہ جو اس میں نہیں ہے وہ قابل حجت نہیں ہے، اور ان دونوں جملوں میں لطیف فرق ہے۔

پھر فرمایا کہ اس مسند میں ضعیف روایات بھی موجود ہیں بلکہ اس میں ضعیف روایات بھی موجود ہیں، اور عبد اللہ رحمہ اللہ نے زیادات ذکر کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوع ہر قسم کی روایات ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ”تعجيل المنفعة في رجال الأربعة“ میں فرماتے ہیں کہ ”المسند“ میں کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس کی کوئی اصل نہ ہو، ماسوائے تین یا چار احادیث کے، جن میں سے حدیث عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ”أنّه يدخل الجنّة زحفًا“ شامل ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے کہا گیا کہ اس کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے خود اسے مٹانے کا حکم دیا تھا، تاہم وہ سہواً رہ گئی۔

## مسند احمد کے بارے میں تحقیقی کاوشیں

### الف: مسند احمد سے استفادہ میں آسانی کے اعتبار سے:

أ. حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کی "ترتيب أسماء الصحابة الذين أخرج حديثهم أحمد بن حنبل في المسند".

ب. حافظ أبو بکر محمد بن عبد اللہ رحمہ اللہ کی "ترتيب المسند"، یہ کتاب معجم صحابہ کی ترتیب سے لکھی گئی۔

ت. أبو بکر محمد بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ کی "ترتيب مسند أحمد على حروف المعجم".

ث. علی بن الحسین بن عروۃ رحمہ اللہ کی "الكواكب الدراري"، انہوں نے مسند احمد کو صحیح بخاری کے ابواب پر مرتب کیا۔

ج. شہاب الدین أحمد بن محمد رحمہ اللہ کی "تهذيب المسند وترتيبه على الأبواب".

ح. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "إطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي".

خ. أحمد بن عبد الرحمٰن البناء الساعاتی رحمہ اللہ کی "الفتح الرباني لترتيب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشيباني". اس کا تتمہ انہوں نے اس کی شرح کر کے "بلوغ الأماني من أسرار الفتح الرباني" کے نام سے لکھا۔

### ب: مسند احمد کی دو بہترین فہارس ترتیب دی گئیں:

أ. شیخ حمدی سلفی رحمہ اللہ نے "مُرشد المحتار" کے نام سے تیار کی۔

ب. عبداللہ ناصر رحمانی رحمہ اللہ نے چار جلدوں میں "المنهج الأسعد في ترتيب أحاديث

مسند الإمام أحمد" کے نام سے مرتب کی، اس کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اس میں مسند احمد کے تین طبعات کی فہارس ذکر کیں:

- طبعہ قدیم کی فہرست جوکہ چھ مجلدات میں 1313 ہجری میں طبع ہوئی۔
- شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ کی طباعت کی فہارس۔
- شیخ ساعاتی رحمہ اللہ کی ترتیب دی گئی طباعت "الفتح الرباني بترتيب مسند أحمد ن حنبل الشيباني" کے مطابق فہرست۔

## ج: مسند احمد کے بارے میں کتب

مسند احمد کے بارے میں علماء و محدثین نے کئی کتب تالیف کیں جن میں سے اہم ترین درج ذیل ہیں:

أ. أبو عمر محمد بن عبد الواحد رحمہ اللہ کی "غريب الحديث"، جس کو اختصار کے ساتھ امام سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن رحمہ اللہ نے ذکر کیا، اس پر امام سیوطی رحمہ اللہ نے تعلیق لکھی جس کا نام "عقود الزبرجد" رکھا۔

ب. حافظ أبو موسیٰ المدینی رحمہ اللہ نے "خصائص المسند" لکھی۔

ت. ابن الجزری رحمہ اللہ کی "المصعد الأحمد في ختم مسند الإمام أحمد".

ث. امام محمد إسماعيل بن عمر رحمہ اللہ کی "تجريد ثلاثيات المسند"، اس کی شرح محمد بن أحمد بن سالم بن سليمان السفاريني رحمہ اللہ نے "نفثات صدر المكمد وقرّة عين المسعد بشرح ثلاثيات مسند الإمام أحمد" کے نام سے لکھی۔

ج. محمد بن السید علی بن الحسین بن حمزة بن محمد الحسینی أبو المحاسن الدمشقی رحمہ اللہ نے "الإكمال

في تراجم من له رواية في مسند الإمام أحمد ممن ممن ليس لهم ذكر في تهذيب الكمال" کے نام سے کتاب ترتیب دی۔

ح. حافظ نور الدین الہیثمی رحمہ اللہ نے "غاية المقصد في زوائد المسند" کے نام سے زوائد ترتیب دی۔

خ. حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "القول المسدد في الذب عن مسند الإمام أحمد". اس کی تعقیب کرتے ہوئے امام سیوطی رحمہ اللہ نے "الذيل الممهد" لکھی۔

د. علامہ محمد صبغۃ اللہ المدراسی الہندی رحمہ اللہ نے "ذيل القول المسدّد" لکھی۔

ذ. امام ابو الحسن بن عبد الہادی السندی رحمہ اللہ نے مسند کی شرح فرمائی، جو کہ مسند پر ایک بہترین حاشیہ ہے، اس کا اختصار شیخ زین الدین عمر بن أحمد الحلبی رحمہ اللہ نے کیا اور اس کا نام "الدر المنتقد من مسند أحمد" رکھا۔

# فصل ثانی

## مسند أبي داؤد

### مبحث أول : حالات أمام أبوداؤد طیالسی رحمہ اللہ

امام أبو داؤد طیالسی رحمہ اللہ کا مکمل نام "سليمان بن داود بن الجارود أبو داود الطيالسي البصري رحمہ اللہ " ہے، قریش کے موالی میں سے تھے، ڈاکٹر محمد بن عبدالمحسن الترکی رحمہ اللہ کے مطابق تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ان کی ولادت 133 ہجری میں ہوئی، اور 204 ہجری میں 80 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

اپنے زمانے کے مشہور علماء و محدثین سے کسبِ فیض کیا جن میں "إبراهيم بن سعد، إسرائيل بن يونس، أشعث بن سعيد أبي الربيع السمان، أيمن بن نابل المكي، بسطام بن مسلم، شعبة بن الحجاج" قابل ذکر ہیں۔

ان سے استفادہ کرنے والوں میں کئی نامی گرامی محدثین شامل ہیں جن میں "أحمد بن سنان القطان، أحمد بن عبد الله بن علي بن سويد بن منجوف السدوسي، أحمد بن عبدة الضبي، أبو الجوزاء أحمد بن عثمان النوفلي" سر فہرست ہیں۔

امام فلاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام طیالسی رحمہ اللہ سے زیادہ حفظ و ضبط والا کوئی نہیں دیکھا، عامر بن إبراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے أبوداؤد رحمہ اللہ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میں نے ایک ہزار شیوخ سے احادیث لکھیں، علی بن المدیني رحمہ اللہ بھی ان کے حفظ و ضبط کے معترف تھے، تاہم بعض علماء نے ان کے بارے میں تین امور کو بطور عیب کے ذکر کیا ہے:

أ.   ان کی احادیث میں اغلاط وخطا کے لحاظ سے ان پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

امام أبو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کثیر الخطأ تھے، تاہم یہی أبو حاتم رحمہ اللہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ وہ أبو أحمد الزبیری رحمہ اللہ سے زیادہ حفظ وضبط والے تھے، جب کہ أبو أحمد الزبیری رحمہ اللہ محدثین و علماءِ جرح وتعدیل کے نزدیک ثقہ اور ثبت تھے۔ اس لحاظ سے أبوداؤد طیالسی رحمہ اللہ ثقہ امام تھے۔

ب.   بعض علماء نے ان کی تدلیس کے ساتھ توصیف کی ہے، جب کہ ڈاکٹر محمد الترکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وجہ بھی قابل التفات نہیں ہے۔

کیونکہ جنہوں نے أبو داؤد طیالسی رحمہ اللہ کو تدلیس کی صفت سے متّصف کیا ہے ان میں ابن المنہال رحمہ اللہ سب سے اونچے درجہ کے ہیں، جب کہ محققین نے انہیں قبول نہیں فرمایا۔ تاہم اگر دیکھا جائے تو أبوداؤد طیالسی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے نزدیک مدلسین کے طبقہ ثانیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اور طبقہ اولیٰ وثانیہ کے مدلسین کی تدلیس حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق محمول ہوتی ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی احادیث سے اجتناب کیا ہے۔

لیکن علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا أبو داؤد طیالسی رحمہ اللہ سے حدیث نہ لینا اس بات کو مستلزم نہیں کہ انہوں نے اس کی جرح کی ہے، اور نہ ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کی شرط کے مطابق نہیں تھے، بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے امام طیالسی رحمہ اللہ کے کئی معاصرین سے احادیث کا سماع کیا تھا جیسے "ابن الجعد" اور "أبو الوليد الطيالسي"، تو اس بناء پر انہیں أبو داؤد طیالسی رحمہ اللہ کی روایات کی احتیاج نہ رہی۔ اور نہ ہی امام بخاری رحمہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ وہ وہ اپنے تمام مشایخ کو ذکر کرتے ہیں، اگر وہ کوئی سند صحیح پاتے ہیں تو اسے ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو أبو داؤد طیالسی رحمہ اللہ کی سند کے علاوہ صحیح و ثابت احادیث مل گئی تھیں تو ان طرق کو ذکر کردیا اور طیالسی کے طریق کی طرف توجہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔

## تعارف مسند أبو داؤد طیالسی :

امام أبو دؤد رحمہ اللہ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ اس کتاب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو جمع کریں، اس حیثیت سے کہ تمام صحابہ کی روایات الگ الگ ذکر ہوں، یہ طریقہ عام طور سے محدثین کے نزدیک "طريقة التصنيف على المسانيد" کہلاتا ہے، یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کے مطابق روایات کو ذکر کرنا۔ اس کتاب میں مصنف کا منہج مندرجہ ذیل نقاط کے ذریعے واضح کیا جاسکتا ہے:

أ. در حقیقت یہ مسند امام طیالسی رحمہ اللہ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ یہ مختلف مجالسِ حدیث سے لکھی گئی احادیث ہیں جو کہ امام طیالسی رحمہ اللہ سے یونس بن حبیب رحمہ اللہ نے سن کر لکھیں، جو کہ اس کتاب کے راوی ہیں۔ اور یہی وہ مسند ہے جو کہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے روایت کی، پس یہ مسند امام أبو داؤد رحمہ اللہ کی احادیث میں سے کچھ اجزاء ہیں نہ کہ ان کی تمام احادیث۔

ب. اس مسند میں "يونس بن حبيب" کی امام طیالسی رحمہ اللہ کے علاوہ شیوخ سے بھی روایات ہیں، تاہم وہ قلیل ہیں۔

ت. امام طیالسی رحمہ اللہ نے عشرہ مبشرہ کی مسانید سے ابتداء فرمائی ہے، اس کے بعد باقی صحابہ کی مسانید کو ذکر کیا ہے۔

اور ہر مسند کی ابتداء میں صحابي کا نام ونسب ذکر کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے روایت کرنے والوں کے نام ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد ان طرق میں سے جو اسانید انہیں ملیں ان کا تذکرہ کرتے ہیں، جب وہ اسانید مکمل ہو جائیں تو دوسرا طریق ذکر کرتے ہیں، اسی طرح احادیث کی ابتداء ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے کرتے ہیں جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے احادیث دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنی ہوں، اس کے بعد تابعین کی روایت جو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنی ہوں۔

ث. مسانید کی ابتداء رجال سے کرتے ہیں اور عورتوں کی مسانید کو آدمیوں کی مسانید کے وسط میں ذکر کرتے ہیں، عورتوں کی مسانید کو "مسند فاطمة بنت النبي رضي الله عنها" سے شروع

کرتے ہیں۔

ج. مسند أبوداؤد طیالسی میں مسند احادیث کی تعداد 2882 ہے۔

جیسا کہ عام طور سے معلوم ہے کہ مسانید میں احادیث کے ذکر کرتے وقت صحابہ کی مسانید میں کوئی خاص طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا، اور نہ ہی کسی خاص ترتیب کی رعایت رکھی جاتی ہے، بلکہ ہر امام کا اپنا الگ منہج اور طریقہ کار ہوتا ہے جس کی وہ پیروی کرتے پائے جاتے ہیں، تاہم غالب اوقات میں وہ عموماً افضلیت کو مدنظر رکھتے پائے جاتے ہیں، خصوصاً خلفاءِ اربعہ کی ترتیب سے، تو ان کی روایات کو مقدم ذکر کیا جاتا ہے، اس کے بعد باقی عشرہ مبشرہ کی روایات کو ذکر کرتے ہیں، اور اسی طرح کبھی کبھی مکثرین صحابہ کی روایات کو تقدم حاصل ہوتا ہے جیسا کہ ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ کا منہج ہے۔

امام أبوداؤد طیالسی رحمہ اللہ کی کتاب کو اس حیثیت سے امتیازی خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے کئی ایسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید ذکر کی ہیں جو کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ذکر نہیں کیں، اس کے علاوہ مکررات کی تعداد بھی انتہائی قلیل ہے، جب کہ علماء نے اس مسند پر کافی اعتماد کا اظہار کیا ہے جیسا کہ ان علماء کا اپنی کتب میں مسند طیالسی کی روایات کے ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ، ابن عدی رحمہ اللہ، أبونعیم رحمہ اللہ، طحاوی رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ کی کتب سے واضح ہوتا ہے، جب کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اپنی کتب میں مسند کی اکثر روایات کو ذکر کیا ہے۔

## خصوصیات مسند أبی داؤد طیالسی:

أ. مسند أبي داؤد طیالسی حدیث کے "مسند" مصادر میں شمار ہوتی ہے۔

ب. أبوداؤد طیالسی رحمہ اللہ کی مسند "شعبة بن الحجاج رحمہ اللہ" کی روایات کی معرفت کا بہترین مصدر شمار کی جاتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایات میں اختلافات کا بھی مصدر گنی جاتی ہے۔

ت. عللِ احادیث کی معرفت اور راویانِ حدیث کے اختلافِ اسانید و متون کے حوالے سے بھی مسند طیالسی کو مصدر کی حیثیت حاصل ہے۔

ث. معرفتِ صحابہ کی بخوبی وضاحت ہوتی ہے۔

ج. کتبِ ستہ پر زوائد اس کتاب میں پائی جاتی ہیں۔

## مسند أبو داوٗد کے بارے میں تحقیقی کاوشیں:

الف. زوائد کی حیثیت سے جن علماء نے مسند أبو داوٗد طیالسی میں زوائد پر کتب تصنیف فرمائی ہیں ان کتب میں:

- حافظ شہاب الدین البوصیری رحمہ اللہ کی "إتحاف الخير المهرة بزوائد المسانيد العشرة".
- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی "المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية"، شامل ہیں۔

ب. أطراف کی حیثیت سے کتاب کی خدمت:

- حافظ بوصیری رحمہ اللہ کی "أطراف المسانيد العشرة".

ج. مسند طیالسی کی فقہی ابواب کے مطابق ترتیب:

- شیخ أحمد بن عبد الرحمٰن بن محمد البناء الساعاتی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي أبي داؤد" میں اس کتاب کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔

د. ثلاثیات کے اعتبار سے خدمتِ علمی:

- ایک نسخہ جو کہ کسی نامعلوم مصنف کے نام سے پایا گیا ہے، اس میں مسند أبي داوٗد طیالسی کی ثلاثیات کا استخراج کیا گیا ہے۔

"دائرة المعارف النظامية" حیدرآباد ہند کی پریس سے اسے طبع کیا گیا ہے، تاہم اس میں غلطیاں زیادہ تھیں، جب کہ نسخہ خدابخش اول الذکر طباعت سے کافی بہتر ہے۔

# فصل ثالث

# مسند أبو یعلیٰ

## مبحث أول : حالاتِ امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ :

امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ کا پورا نام ”أحمد بن علي بن المثنى بن يحيى بن عيسى بن هلال التميمي صاحب المسند الكبير أبو يعلى الموصلي الحافظ الثقة محدث الجزيرة رحمہ اللہ “ ہے، جو کہ شوال 210 ہجری میں پیدا ہوئے، اور 307 ہجری میں فوت ہوئے۔

15 سال کی عمر میں ہی انہوں نے علمی اسفار شروع کر دیئے، اور اپنے زمانے کے کبار علماء سے کسبِ فیض کیا جن میں ” علي بن الجعد، يحيى بن معين، مُحَمَّد بن المنهال الضرير، غسان بن الربيع، شيبان بن فروخ، يحيى الحماني “ سرفہرست ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں ”أبو حاتم بن حبان، أبو علي النيسابوري، حمزة بن مُحَمَّد الكناني، أبو بكر الإسماعيلي، أبو بكر بن المقرىء“ شامل ہیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ کی روایات کو تین اجزاء میں ذکر کیا اور اس کا نام ” المعجم “ رکھا، اس کے علاوہ مسند أبي یعلیٰ ترتیب دی جس کے بارے میں ہم ابھی منہج ذکر کر رہے ہیں، امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ سے اس مسند کی دو روایات ہیں، اسی طرح مزید تصانیف میں ” الفوائد “، ”المفاريد “ اور ” الزهد والرقائق “ شامل ہیں۔ اسی طرح شیخ عبداللہ الجدیع نے ”المفاريد “ کی تحقیق کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے کہ امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ نے ” حديث مُحَمَّد بن بشار عن شيوخه “ بھی لکھی۔

## مبحث ثانی: مسند أبو یعلیٰ

مسند أبو یعلیٰ کا نام "المسند" ہے۔ اس کتاب کا موضوع امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ کی مرویات ہیں جو انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب سے مرتب فرمائیں۔ امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ نے 210 صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات اس کتاب میں ذکر کیں، اور احادیث کی تعداد 7555 ہیں جن میں اکثر روایات مرفوع ہیں، امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ کی ثلاثیات کی تعداد اس کتاب میں اِرشاد الحق رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق "چھ" ہیں، تاہم ان کی اسانید میں ضعف پایا جاتا ہے۔

امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے اس کتاب میں احادیث کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کی ترتیب سے ذکر کیا، اور مکثرین صحابہ کی ترتیب سے روایات ذکر کیں، جن کی مزید ترتیب درج ذیل نقاط میں واضح ہوتی ہے:

أ. امام أبو یعلیٰ رحمہ اللہ نے کتاب کی ابتداء میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کیں سوائے عثمان رضی اللہ عنہ کی روایات کے، پھر اس کے بعد مقلین صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات بحیثیتِ مجموعی ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کرتے ہیں جو کہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، پھر أنس بن مالک رضی اللہ عنہ، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا، پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پھر ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہیں۔

پھر اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں اور آل بیت کے مجموعہ کی روایات ذکر کرتے ہیں، جو کہ فضل بن عباس، فاطمہ، حسن وحسین، عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم ہیں۔ پھر اس کے بعد دوبارہ مقلین صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو بحیثیت مجموعی ذکر کرتے ہیں، ان کے صنیع سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اس معاملے میں اہم قبائل کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں، ان کے ساتھ وہ کچھ مبہم راویوں کی روایات بھی ذکر کرتے ہیں۔

پھر اس کے بعد عورتوں کی روایات کی طرف آتے ہیں اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی روایات ذکر کرتے ہیں، تاہم عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات یہاں ذکر نہیں کرتے کیونکہ ان کی روایات وہ مکثرین کے تحت ذکر کر دیتے ہیں، پھر باقی عورتوں کی روایت ذکر کرتے ہیں، اور ان کے بعد مبہمات عورتوں کی روایات کو ذکر کرتے ہیں، پھر اس کے بعد دوبارہ مردوں کی روایات کی طرف آتے ہیں۔

ب. مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو وہ ان سے روایت کرنے والے راویوں کے لحاظ سے ترتیب دیتے ہیں، جس کا طریقہ مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور أنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے، اور صحابی سے روایت کرنے والے راویوں کو عنوان کے تحت صراحتاً ذکر کرتے ہیں۔

ت. عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے ابتداء کرتے ہیں جن میں سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کی رویات کو پہلے ذکر کرتے ہیں، تاہم ان میں سے عثمان رضی اللہ عنہ کی روایات ذکر نہیں فرماتے۔

پھر اس کے بعد صحابہ میں سے باقی آدمیوں کی روایات کو جگہ دیتے ہیں، اور ان کی مسند کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحابہ میں پھر ان کی کسی فضیلت یا صفت کا اعتبار کرتے ہوئے ان کی روایات ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ کثرتِ روایات، قبائل، اہلِ قرابت و آلِ بیت وغیرہ۔

ث. عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسند کو وہ مکثرین صحابہ کے تحت رکھتے ہیں، جب کہ باقی عورتوں کی مسانید کو تقریباً کتاب کے آخر میں ذکر کرتے ہیں، جن میں سے امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی روایات کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔

ج. مبہم مردوں اور عورتوں کی مسانید کو عنوان کے تحت ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ مثال کے طور پر "رجل غير مسمي عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم"، عورتوں کی روایات کے ختم ہونے کے بعد وہ کتاب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے بحیثیتِ مجموعی ختم کرتے ہیں۔

## مسند أبو یعلیٰ کی خصوصیات :

أ. مسند أبو یعلیٰ احادیث نبویہ کے لئے ایک ایسے مصدرِ اصلی کی حیثیت رکھتی ہے جس کی روایات "مسند متّصل" ہیں، اور جس کا علوم الحدیث کی مباحث پر سند و متن کے لحاظ سے کافی اثر ہے۔

ب. مسند أبو یعلیٰ کے ذریعے سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد کی صحبت ثابت ہوتی ہے اگر سند نبی کریم ﷺ تک ثابت ہو۔

ت. کتبِ ستہ کی مرویات پر زوائد کی حیثیت سے ایک بڑی تعداد کی صحیح احادیث اس مسند میں موجود ہیں۔

مسند أبو یعلیٰ کی مشہور دو روایتیں ہیں:

أ. **مختصر روایت:** یہ روایت أبو عمر محمد بن أحمد بن حمدان الحیری رحمہ اللہ کی ہے، جو انہوں نے أبو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ سے نقل کی ہے۔

اور یہی وہ روایت ہے جس پر حافظ علی بن أبو بکر الهیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب " مجمع الزوائد ومنبع الفوائد " میں اعتماد کا اظہار کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے " المطالب العالية " میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ب. **طویل روایت:** اور اسے "المسند الكبير" کے نام سے موسوم کیا گیا، جو کہ أبو بکر محمد بن إبراہیم بن علی بن عاصم بن المقریٔ أصبہانی رحمہ اللہ کی أبو یعلیٰ رحمہ اللہ سے روایت ہے۔

اور اس پر حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "المقصد العلي في زوائد أبي يعلي الموصلي" میں اعتماد کیا ہے، اور علامہ أبو العباس أحمد بن أبو بکر البوصیری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "إتحاف السادة المهرة

بزوائد المسانيد العشرة" میں اسی پر اعتماد فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية" میں اسے ہی مدنظر رکھا ہے۔

## مسند أبو یعلیٰ پر تحقیقی کاوشیں

علامہ حسین سلیم أسد رحمہ اللہ نے اس کتاب کی مختصر روایت کی تحقیق فرمائی ہے، جب کہ مذکورہ تحقیق "دار المأمون للتراث" سے 1414 ہجری کو طبع ہوئی، محقق رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تحقیق میں نص کو اہمیت دی، احادیث کی تخریج فرمائی، ان کی نمبر شماری فرمائی، فہارس ترتیب دیں، جن میں احادیث کی فہرست اور صحابہ کی فہرست (جن صحابہ کی احادیث ذکر کی گئیں) قابل ذکر ہیں۔

## کتاب سے احادیث کی تخریج کا طریقہ کار:

اس کتاب سے حدیث کی تخریج کا طریقہ یہ ہے کہ اگر سند میں راوی اعلیٰ معلوم ہو تو حدیث کی تخریج آسان ہو جاتی ہے، اور اس بارے میں کتاب کے آخر میں فہارس بھی باحث کی ممد و معاون ہوتی ہے۔

# فصل رابع

## مسند بزار

### مبحث اول : حالاتِ امام بزار رحمہ اللہ :

امام بزار رحمہ اللہ کا پورا نام "أحمد بن عمرو بن عبد الخالق البصري البزار الحافظ العلامة أبو بكر، صاحب المسند الكبير المعلل رحمہ اللہ" ہے، جن کی ولادت 210 ہجری کے لگ بھگ ہوئی، اور 292 ہجری میں رملہ کے مقام پر فوت ہوئے۔ اپنے زمانے کے نامور محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، جن میں "هدبة بن خالد، عبد الأعلى بن حماد، الحسن بن علي بن راشد، عبد الله بن معاوية الجمحي، مُحَمَّد بن يحيى بن فياض الزماني" سرفہرست ہیں۔ ان سے استفادہ کرنے والوں میں "عبد الباقی بن قانع، مُحَمَّد بن العباس بن نجيح أبو بكر البختلی، عبد الله بن الحسن أبو الشيخ" شامل ہیں۔

امام بزار رحمہ اللہ نے مؤطا امام مالک کی شرح فرمائی، اس کے علاوہ "المسند" تصنیف فرمائی (دو ہیں، صغیر، کبیر)، "كتاب الصلاة على النبي" اور "كتاب الأشربة وتحريم المسكر" بھی ان کی کتب میں شامل ہیں۔

### مبحث ثانی : مسند کا منہج :

مسند بزار تمام کی تمام غریب احادیث (یعنی وہ اسانید جو کہ تفرد والی ہوں) پر مشتمل ہے، بلکہ اس مسند کو عموماً "الغرائب" پر لکھی گئی کتب میں ذکر کیا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ "النکت" میں فرماتے ہیں: أفراد پر مشتمل روایات میں "مسند أبي بكر البزار" کو گنا جاتا ہے، کیونکہ اس میں اس قسم کی احادیث کی کثرت ہے۔ اسی طرح یہ کتاب معلل

احادیث سے بھری ہے، جس میں صحتِ احادیث پر قدغن لگانے والے اسباب کو ذکر کیا گیا ہے، اور ایسی کتاب کو "المعلّل" کہا جاتا ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ کے منہج کو مندرجہ ذیل نقاط میں میں ذکر کیا جاسکتا ہے:

أ. امام بزار رحمہ اللہ نے اس کتاب کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسانید کی ترتیب سے مرتب کیا ہے، جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب میں انہوں نے حروفِ معجم کا اعتبار نہیں کیا۔

ب. خلفاء أربعہ رضی اللہ عنہم کی روایات سے ابتداء کرتے ہیں اور اس کے بعد باقی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی روایات ذکر کرتے ہیں۔

ت. صحابہ رضی اللہ عنہم کی أحادیث کو ان سے روایت کرنے والوں کے ناموں کی ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ ان کی ترتیب وہی ہے جو کہ حافظ مزی رضی اللہ عنہم نے اپنی کتاب "تحفة الأشراف" میں اختیار کیا ہے۔

ث. امام بزار رحمہ اللہ احادیث کو مسند ذکر کرتے ہیں، تاہم اگر کہیں احادیث کے درمیان میں حدیث آجائے تو اسے مسند ذکر نہیں کرتے۔

یا اگر کسی علت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو بھی سند کے بغیر ذکر کرتے ہیں، اسی طرح کبھی معلق سند بھی ذکر کرتے ہیں جس کی بناء پر سند ذکر کرنے کے بعد متن ذکر کرتے ہیں، تاہم اگر کلام کے درمیان میں حدیث آجائے تو اس صورت میں سند کو مؤخر کر دیتے ہیں۔

ج. عمومی طور سے متن کو مفصل ذکر کرتے ہیں، اور متن کی طرف اشارہ نہیں فرماتے اور نہ ہی حدیث کی کوئی "طرف" ذکر کرتے ہیں۔

تاہم اگر حدیث کو کسی سبب کی بناء پر ترک کر دیا گیا ہو، یا متن طویل ہو اور اس میں قصہ ہو تو اس صورت میں متن کو اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور قصہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

ح. متن کو سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اس متن کی دوسری سند یا طریق کی طرف "مثله" یا "نحوه" کے ساتھ اشارہ فرماتے ہیں۔

خ. متن کو مکمل ذکر کر لینے کے بعد حدیث پر کلام ذکر کرتے ہیں اور کلام کی ابتداء "قال أبو بكر" سے کرتے ہیں۔

د. کسی ایک سند میں مشترک دو احادیث بیان کرنے کے بعد ان پر کلام ذکر کرتے ہیں۔

ذ. اگر کسی حدیث کے ایک سے زیادہ طرق ہوں اور وہ تمام طرق کسی ایک راوی پر بطور "مدار سند" کے اکٹھے ہو رہے ہوں، تو ان تمام طرف کو جمع کرتے ہیں اور "حاء تحويل" کا استعمال کرتے ہیں۔

ورنہ متن کو پہلی سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور دوسری تیسری یا باقی اسانید کو بعد میں ذکر کرتے ہیں اور "مثله" جیسے کلمات کا استعمال کرتے ہیں۔ امام بزار رحمہ اللہ راویوں کے اختلافِ اسانید و متون کی طرف تنبیہ کرنا نہیں بھولتے، متابعات و شواہد کی طرف اشارہ کرنے کا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

ر. احادیث کے بیان کرتے وقت راوی کے تفرد کی طرف بھی تنبیہ کرتے پائے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں "لا نعلمه يروي عن فلان إلا فلان" جیسے کلمات بکثرت مسند بزار میں موجود ہیں۔ انہی کلمات سے علتِ حدیث کا پتہ چلتا ہے، اسی بنیاد پر مسند بزار احادیثِ معلہ کی معرفت کے بارے میں مصدر اصلی کی حیثیت رکھتی ہے۔

ز. امام بزار رحمہ اللہ راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل بھی ذکر کرتے ہیں، اس ضمن میں وہ اپنے اقوال ذکر کرتے ہیں اور دیگر علماء جرح و تعدیل کے اقوال کو شاذ و نادر ہی ذکر کرتے ہیں۔

س. سماعِ راوی کے سلسلے میں بھی ان کے اقوال اس کتاب میں موجود ہیں۔

ش. امام بزار رحمہ اللہ راویانِ حدیث پر جرح و تعدیل ذکر کرتے وقت سخت الفاظ کا استعمال نہیں فرماتے جیسے "الكذاب" یا "الوضّاع" وغیرہ۔

بلکہ انتہائی لطیف عبارات کا استعمال فرماتے ہیں، مثلاً: "ليس بالقوي" یا "ليّن الحديث" یا "منكر الحديث" یا "أجمع أهل العلم بالنقل على ترك حديثه" جب کہ انہی راویوں کو دیگر علماءِ جرح و تعدیل نے کذاب یا متروک کی صف میں رکھا ہوتا ہے۔

ص. مصطلحاتِ حدیث میں سے بعض قواعد بھی ذکر فرماتے ہیں اور ان کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار بھی کرتے ہیں، مثلاً: "زيادة الحافظ مقبولة" اور "والحديث لمن زاد إذا كان ثقة" یا اس جیسے دیگر اقوال وغیرہ۔

ض. ضعیف، مرسل اور منکر احادیث کچھ اسباب کی بناء پر ذکر کرتے ہیں جن میں سے چند قابل ذکر ہیں:

- کیونکہ ان طرق کے علاوہ انہیں کوئی طریق معلوم نہیں ہوتا۔
- حدیث میں کسی قسم کی فضیلت ذکر ہوتی ہے، یعنی فضائل پر مشتمل ہوتی ہے۔
- راوی کی جلالتِ شان کی وجہ سے۔
- اہل علم و نقل نے اس حدیث کو نقل کیا ہوتا ہے اور روایت کیا ہوتا ہے۔

ط. کبھی کسی حدیث پر حکم لگاتے ہیں اور فرماتے ہیں: "هذا الحديث حسن الإسناد" یا "إسناده صحيح".

اس کتاب میں احادیث کی تعداد 3442 تک پہنچتی ہے۔

## مسند بزار پر تحقیقی کاوشیں :

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کے زوائد کو جمع کیا اور اس کا نام "كشف الأستار عن زوائد البزار" رکھا، اس کتاب میں انہوں نے احادیث کو فقہی ترتیب کے مطابق ذکر کیا ہے، اور اسانید بھی ذکر فرمائی ہیں۔ اس کتاب کے زوائد کے ساتھ ساتھ انہوں نے "زوائد مسند أحمد"، "زوائد مسند أبي يعلى" اور "زوائد معاجم الطبراني الثلاثة" بھی ذکر کئے ہیں جو کہ ان کی دوسری کتاب "مجمع الزوائد" میں موجود ہیں۔

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "زوائد مسند البزار" کے نام سے مسند احمد اور کتب ستہ پر زوائد جمع کئے اور یہ انہوں نے اپنے شیخ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ کی "مجمع الزوائد" سے تلخیص کر کے لکھے۔

امام بزار رحمہ اللہ کی مسند "البحر الزخار المعروف بمسند البزار" کے نام سے طبع ہوئی ہے، جس کی تحقیق دکتور محفوظ الرحمٰن زین اللہ سلفی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے، اور "دار العلوم والحكم" مدینہ منورہ سے 1409 ہجری میں 9 جلدوں میں طبع ہوئی، جب کہ کتاب اس پر مکمل نہیں ہوئی، اس کو مکمل کرنے کے لئے عادل سعد رحمہ اللہ نے شروع فرمایا اور اسی مکتبہ سے اسے مکمل فرما کر اس کی مزید جلدیں طبع فرمائیں۔

اسی طرح اس کتاب کی خدمت بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی – اسلام آباد کے دکتوراہ کے طلباء نے بھی کی ہے جنہوں نے "الأحاديث المعلولة في مسند البزار" کے نام سے مشروع میں مسند بزار میں موجود معلل روایات کی تحقیق پایہ تکمیل تک پہنچائی۔

شیخ زاید مرکزِ اسلامی جامعۂ پشاور